

عصرِ حاضر کی تقریباً تمام تحقیقات سے استفادہ شدہ

جدید محقق ایڈیشن

تفسیرِ ابنِ کثیر

از تحقیقات و تعلیقات

الشیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
الشیخ المحدث شعیب ارنؤوط حفظہ اللہ
الشیخ عبد الرزاق مهدي حفظہ اللہ
الشیخ مصطفی السید محمد حفظہ اللہ
الشیخ محمد فضل عجماوی حفظہ اللہ
الشیخ حسن عباس قطب حفظہ اللہ
الشیخ محمد السید رشاد حفظہ اللہ
الشیخ علی احمد الباقی حفظہ اللہ
الشیخ زبیر علی زئی حفظہ اللہ
الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

6	5	4	3	2	1

تالیف
حافظ عماد الدین ابنِ کثیر الدمشقی رحمہ اللہ

ترجمہ
مولانا محمد جوناگڑھی رحمہ اللہ

اہتمام
تخریج وتحقیق
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ



ناشر



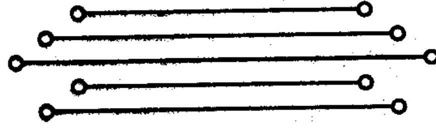
فقہ الحدیث پبلیکیشنز
0300-4206199
Fiqh-ul-Hadith Publications Lahore Pakistan
E-mail: editor@fiqhulhadith.com, Website: www.fiqhulhadith.com

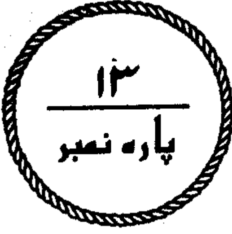
ڈسٹری بیوٹر



نعمانی کتب خانہ
042-7321865, 0334-4229127
Nomani Kutab Khana Lahore Pakistan
E-mail: nomania2000@hotmail.com, Web: www.nomanibooks.com

تفسیر ابن کثیر





چند اہم مضامین کی فہرست

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۵۳﴾

میں اپنے نفس کی پاکیزگی بیان نہیں کرتی' بے شک نفس تو برائی پر ابھارنے والا ہے ہی مگر یہ کہ میرا پروردگار ہی اپنا رحم کرے یقیناً میرا پالنے والا بڑی بخشش کرنے والا اور بہت مہربانی فرمانے والا ہے ○

عزیز مصر کی بیوی کہہ رہی ہے کہ میں اپنی پاکیزگی بیان نہیں کر رہی اپنے آپ کو نہیں سراہتی۔ نفس انسانی تمناؤں اور بری باتوں کا مخزن ہے۔ اس میں ایسے جذبات اور شوق اچھلتے رہتے ہیں۔ وہ برائیوں پر ابھارتا رہتا ہے۔ اس کے پھندے میں پھنس کر میں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا۔ مگر جسے اللہ چاہے نفس کی برائی سے محفوظ رکھ لیتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ بڑا غفور و رحیم ہے۔ 'بخشش کرنا' معافی دینا اس کی ابدی اور لازمی صفت ہے۔ یہ قول عزیز مصر کی عورت کا ہی ہے۔ یہی بیان زیادہ مشہور ہے اور زیادہ لائق ہے اور واقعہ کے بیان سے بھی مناسب ہے۔ اور کلام کے معنی کے ساتھ بھی زیادہ موافق ہے۔ امام ماوردی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اسے وارد کیا ہے۔ اور علامہ ابوالعباس حضرت امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے تو اسے ایک مستقل تصنیف میں بیان فرمایا ہے اور اس کی تائید کی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ قول حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے۔ ((لِيَعْلَمَ)) سے اس دوسری آیت کے ختم تک انہی کا فرمان ہے۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے تو صرف یہی ایک قول نقل کیا ہے۔ چنانچہ ابن جریر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بادشاہ نے عورتوں کو جمع کر کے جب ان سے پوچھا کہ کیا تم نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بہلایا پھسلایا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ حاشاللہ ہم نے اس میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔ اس وقت عزیز مصر کی بیوی نے اقرار کیا کہ واقعی حق تو یہی ہے۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا یہ سب اس لئے تھا کہ میری امانت داری کا یقین ہو جائے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے فرمایا وہ دن بھی یاد ہے؟ کہ آپ نے کچھ ارادہ کر لیا تھا؟ تب آپ نے فرمایا میں اپنے نفس کی براءت تو نہیں کر رہا؟ بے شک نفس برائیوں کا حکم دیتا ہے۔ [1] الغرض ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ کلام حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے۔ لیکن پہلا قول یعنی اس کلام کا عزیز کی عورت کا کلام ہونا ہی زیادہ قوی اور زیادہ ظاہر ہے۔ اس لئے کہ اوپر سے انہی کا کلام چلا آرہا ہے جو بادشاہ کے سامنے سب کی موجودگی میں ہو رہا تھا۔ اس وقت تو حضرت یوسف علیہ السلام وہاں موجود ہی نہ تھے۔ اس تمام قصے کے کھل جانے کے بعد بادشاہ نے آپ کو بلوایا۔

وَقَالَ الۡمَلِکُ ائۡتُوۡنِیۡ بِہٖۤ اَسۡتَخۡلِصۡہُ لِنَفۡسِیۡ ۚ فَلَمَّا کَلَّمَہٗ قَالَ اِنَّکَ الۡیَوۡمَ لَدَیۡنَا مَکِیۡنٌ اَمِیۡنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ اجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ ۚ اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ ﴿۵۵﴾

بادشاہ نے کہا اسے میرے پاس لاؤ تاکہ میں اسے اپنے خاص ذاتی کاموں کے لئے مقرر کر لوں' پھر جب اس سے بات

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۲۳۷)]

چیت کی تو کہنے لگا کہ تو تو ہمارے ہاں آج سے ذی عزت اور امانت دار ہے ○ یوسف نے کہا آپ مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے، میں حفاظت کرنے والا اور باخبر ہوں ○

جب بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کی بے گناہی کھل گئی تو خوش ہو کر کہا کہ انہیں میرے پاس بلا لاؤ کہ میں انہیں اپنے خاص مشیروں میں کرلوں۔ چنانچہ آپ تشریف لائے۔ جب وہ آپ سے ملا، آپ کی صورت دیکھی۔ آپ کی باتیں سنیں، آپ کے اخلاق دیکھے تو دل سے گرویدہ ہو گیا اور بے ساختہ زبان سے نکل گیا کہ آج سے آپ ہمارے ہاں معزز اور معتبر ہیں۔ اس وقت آپ نے ایک خدمت اپنے لئے پسند فرمائی اور اس کی اہلیت ظاہر کی۔ انسان کو یہ جائز ہے کہ جب وہ انجان لوگوں میں ہو تو اپنی قابلیت بوقت ضرورت بیان کر دے۔ اس خواب کی بناء پر جس کی تعبیر آپ نے دی تھی۔ آپ نے یہی آرزو کی کہ زمین کی پیداوار غلہ وغیرہ جو جمع کیا جاتا ہے اس پر مجھے مقرر کیا جائے تاکہ میں محافظت کروں نیز اپنے علم کے مطابق عمل کرسکوں تاکہ رعایا کو قحط سالی کی مصیبت کے وقت قدرے عافیت مل سکے۔ بادشاہ کے دل پر تو آپ کی امانت داری، سچائی، سلیقہ مندی، اور کامل علم کا سکہ بیٹھ چکا تھا اسی وقت اس نے درخواست کو منظور کر لیا۔

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ۭ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ ع

اس طرح ہم نے یوسف کو ملک کا قبضہ دے دیا، کہ وہ جہاں کہیں چاہے رہے سہے، ہم جسے چاہیں اپنی رحمت پہنچا دیتے ہیں ہم نیک کاروں کا ثواب ضائع نہیں کرتے ○ یقیناً ایمانداروں اور پرہیز گاروں کا اخروی اجر بہت ہی بہتر ہے ○

زمین مصر میں یوں حضرت یوسف علیہ السلام کی ترقی ہوئی کہ اب ان کے اختیار میں تھا کہ جس طرح چاہیں تصرف کریں۔ جہاں چاہیں مکانات تعمیر کریں۔ جیل کی تنہائی اور قید کو دیکھئے اور اب اس اختیار اور آزادی کو دیکھئے۔ سچ ہے رب جسے چاہے اپنی رحمت کا جتنا حصہ چاہے دے۔ صابروں کا صبر پھل لا کر ہی رہتا ہے۔ بھائیوں کا دکھ سہا' اللہ کی نافرمانی سے بچنے کے لئے عزیز مصر کی عورت سے بگاڑ لی اور قید خانے کی مصیبتیں برداشت کیں۔ پس رحمت الٰہی کا ہاتھ بڑھا اور صبر کا اجر ملا۔ نیک کاروں کی نیکیاں کبھی ضائع نہیں جاتیں۔ پھر ایسے باایمان تقویٰ والے آخرت میں بڑے درجے اور اعلیٰ ثواب پاتے ہیں۔ یہاں یہ ملا۔ وہاں کے ملنے کی کچھ نہ پوچھئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں بھی قرآن میں آیا ہے کہ یہ دنیا کی دولت وسلطنت ہم نے تجھے اپنے احسان سے دی ہے اور قیامت کے دن بھی تیرے لیے ہمارے ہاں اچھی مہمانی ہے۔ [1] الغرض شاہ مصر ریان بن ولید نے

[1] [سورة ص: آیت ۳۹، ۴۰]

سلطنت مصر کی وزارت آپ کو دی' پہلے اس عہدے پر اس عورت کا خاوند تھا۔ جس نے آپ کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا' اسی نے آپ کو خرید لیا تھا آخر شاہ مصر آپ کے ہاتھ پر ایمان لایا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ آپ کے خریدنے والے کا نام اطفیر تھا۔ یہ انہی دنوں میں انتقال کر گیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے اس کی زوجہ راعیل سے حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح کر دیا۔ جب آپ ان سے ملے تو فرمایا کہو کیا یہ تمہارے اس ارادے سے بہتر نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ اے صدیق! مجھے ملامت نہ کیجئے آپ کو معلوم ہے کہ میں حسن وخوبصورتی والی دھن دولت والی عورت تھی میرے خاوند مردمی سے محروم تھے وہ مجھ سے مل ہی نہیں سکتے تھے۔ ادھر آپ کو قدرت نے جس فیاضی سے دولت حسن کے ساتھ مالا مال کیا ہے وہ بھی ظاہر ہے۔ پس مجھے اب ملامت نہ کیجئے۔ کہتے ہیں کہ واقعی حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں کنواری پایا۔ پھر ان کے بطن سے آپ کو دو لڑکے ہوئے افرائیم اور میشا۔ افرائیم کے ہاں نون پیدا ہوئے جو حضرت یوشع کے والد ہیں اور رحمت نامی صاحبزادی ہوئی جو حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی ہیں۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عزیز کی بیوی راستے میں کھڑی تھیں جو حضرت یوسف علیہ السلام کی سواری نکلی تو بے ساختہ ان کے منہ سے نکل گیا کہ الحمدللہ اللہ کی شان کے قربان جس نے اپنی فرمانبرداری کی وجہ سے غلاموں کو بادشاہی پر پہنچایا اور اپنی نافرمانی کی وجہ سے بادشاہوں کو غلامی پر لا اتارا۔

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۵۹﴾ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾

یوسف علیہ السلام کے بھائی آئے اور یوسف کے پاس گئے تو اس نے انہیں پہچان لیا اور انہوں نے اسے نہ پہچانا ○ جب انہیں ان کا اسباب مہیا کر دیا تو کہا تم میرے پاس اپنے بھائی کو بھی لانا جو تمہارے باپ سے ہے کیا تم نے دیکھا نہیں کہ میں نے ناپ بھی پورا دیا اور میں ہوں بھی بہترین میزبانی کرنے والوں میں سے ○ پس اگر تم اسے میرے پاس نہ لائے تو میری طرف سے تمہیں کوئی ناپ نہ ملے گا بلکہ تم میرے قریب بھی نہ پھٹکنا ○ انہوں نے کہا اچھا ہم اس کے باپ سے اس کی بابت بات چیت کرنے کی کوشش پوری کریں گے ○ اپنے خدمتگاروں سے کہا کہ ان کی پونجیاں انہی کی بوریوں میں رکھ دو کہ جب یہ لوٹ کر اپنے اہل وعیال میں جائیں اور پونجیوں کو پہچان لیں تو بہت ممکن ہے کہ یہ پھر لوٹ کر آئیں ○

کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے وزیر مصر بن کر سات سال تک غلے اور اناج کو بہترین طور پر جمع کیا۔ اس کے بعد جب عام قحط سالی شروع ہوئی اور لوگ ایک ایک دانے کو ترسنے لگے تو آپ نے محتاجوں کو دینا شروع کیا۔ یہ قحط علاقہ مصر سے نکل کر کنعان وغیرہ شہروں میں بھی پھیل گیا تھا۔ آپ ہر بیرونی شخص کو اونٹ بھر کر غلہ عطا

فرمایا کرتے تھے۔ اور خود آپ کا لشکر بلکہ خود بادشاہ بھی دن میں صرف ایک ہی مرتبہ دوپہر کے وقت ایک آدھ نوالہ کھا لیتے تھے اور اہل مصر کو پیٹ بھر کر کھلاتے تھے پس اس زمانے میں یہ بات ایک رحمت رب تھی۔ یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے پہلے سال مال کے بدلے غلہ بیچا۔ دوسرے سال سامان اسباب کے بدلے تیسرے سال بھی اور چوتھے سال بھی۔ پھر خود لوگوں کی جان اور ان کی اولاد کے بدلے۔ پس خود لوگ' ان کے بچے اور ان کی کل ملکیت اور مال کے آپ مالک بن گئے۔ لیکن اس کے بعد آپ نے سب کو آزاد کر دیا اور ان کے مال بھی ان کے حوالے کر دیئے۔ یہ روایت بنواسرائیل کی ہے جسے ہم سچ جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔ یہاں یہ بیان ہو رہا ہے کہ ان آنے والوں میں برادران یوسف بھی تھے۔ جو باپ کے حکم سے آئے تھے۔ انہیں معلوم ہوا تھا کہ عزیز مصر مال متاع کے بدلے غلہ دیتے ہیں تو آپ نے اپنے دس بیٹوں کو یہاں بھیجا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے سگے بھائی بنیامین کو جو آپ کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کے نزدیک بہت ہی پیارے تھے اپنے پاس روک لیا۔ جب یہ قافلہ اللہ کے نبی علیہ السلام کے پاس پہنچا تو آپ نے یک نگاہ سب کو پہچان لیا لیکن ان میں سے ایک بھی آپ کو نہ پہچان سکا۔ اس لئے کہ آپ ان سے بچپن میں ہی جدا ہو گئے تھے۔ بھائیوں نے آپ کو سوداگروں کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا۔ انہیں کیا خبر تھی کہ پھر کیا ہوا۔ اور یہ ذہن میں بھی نہ آ سکتا تھا وہ بچہ جسے بحیثیت غلام بیچا تھا۔ آج وہی عزیز مصر بن کر بیٹھا ہے۔ ادھر حضرت یوسف علیہ السلام نے طرز گفتگو بھی ایسا اختیار کیا کہ انہیں وہم بھی نہ ہو۔ ان سے پوچھا کہ تم لوگ میرے ملک میں کیسے آ گئے؟ انہوں نے کہا یہ سن کر کہ آپ غلہ عطا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے تو شک ہے کہ کہیں تم جاسوس نہ ہو؟ انہوں نے کہا معاذ اللہ! ہم جاسوس نہیں۔ فرمایا تم رہنے والے کہاں کے ہو؟ کہا کنعان کے اور ہمارے والد صاحب کا نام یعقوب نبی اللہ علیہ السلام ہے۔ آپ نے پوچھا تمہارے سوا ان کے لڑکے اور بھی ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں ہم بارہ بھائی تھے۔ ہم میں جو سب سے چھوٹا تھا اور ہمارے باپ کی آنکھوں کا تارا تھا وہ ہلاک ہو گیا۔ اسی کا ایک بھائی اور ہے۔ اسے باپ نے ہمارے ساتھ نہیں بھیجا بلکہ اسے اپنے پاس ہی روک لیا ہے کہ اس سے ذرا آپ کو اطمینان اور تسلی رہے۔ ان باتوں کے بعد آپ نے حکم دیا کہ انہیں سرکاری مہمان سمجھا جائے اور ہر طرح خاطر مدارات کی جائے اور اچھی جگہ ٹھہرایا جائے۔

اب جب انہیں غلہ دیا جانے لگا اور ان کے تھیلے بھر دیئے گئے اور جتنے جانور ان کے ساتھ تھے' وہ جتنا غلہ اٹھا سکتے تھے بھر دیا تو فرمایا دیکھو اپنی صداقت کے اظہار کے لئے اپنے اس بھائی کو جسے تم اس مرتبہ اپنے ساتھ نہیں لائے اب اگر آؤ تو لیتے آنا دیکھو میں نے تم سے اچھا سلوک کیا ہے اور تمہاری بڑی خاطر تواضع کی ہے۔ اس طرح رغبت دلا کر پھر دھمکا بھی دیا کہ اگر دوبارہ کے آنے میں اسے ساتھ نہ لائے تو میں تمہیں ایک دانہ اناج کا نہ دوں گا بلکہ تمہیں نزدیک بھی نہ آنے دوں گا۔ انہوں نے وعدے کئے کہ ہم انہیں کہہ سن کر لالچ دکھا کر پوری کوشش کریں گے کہ اپنے بھائی کو بھی لائیں تاکہ بادشاہ کے سامنے ہم جھوٹے نہ پڑیں۔ سدی رحمہ اللہ تو کہتے ہیں کہ آپ نے ان سے رہن رکھ لیا کہ جب اسے لاؤ گے تو یہ پاؤ گے۔ لیکن یہ بات کچھ جی کو لگتی نہیں اس لئے کہ آپ نے تو انہیں

واپسی کی بڑی رغبت دلائی اور بہت کچھ تمنا ظاہر کی۔ جب بھائی کوچ کی تیاریاں کرنے لگے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے چالاک چاکروں سے اشارہ کیا کہ جو اسباب یہ لائے تھے اور جس کے عوض انہوں نے ہم سے غلہ لیا ہے وہ بھی انہیں واپس کردو لیکن اس خوبصورتی سے کہ انہیں معلوم تک نہ ہو۔ ان کے کجاووں اور بوروں میں ان کی تمام چیزیں رکھ دو۔ ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ آپ کو خیال ہوا کہ اب گھر میں کیا ہوگا جسے لے کر یہ غلہ لینے کیلئے آئیں۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے اپنے باپ اور بھائی سے اناج کا کچھ معاوضہ لینا مناسب نہ سمجھا ہو اور یہ بھی قرین قیاس ہے کہ آپ نے یہ خیال فرمایا ہو کہ جب یہ اپنا اسباب کھولیں گے اور یہ چیزیں اس میں پائیں گے تو ضروری ہے کہ ہماری یہ چیزیں ہمیں واپس دینے کو آئیں گے تو اس بہانے ہی بھائی سے ملاقات ہو جائے گی۔

فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ۭ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۠ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۶۴﴾

جب یہ لوگ لوٹ کر اپنے والد کے پاس گئے تو کہنے لگے ابا جی ہم سے تو غلہ کا پیمانہ روک لیا گیا اب آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیجئے کہ ہم پیمانہ بھر کر لائیں ہم اس کی نگہبانی کے ذمہ دار ہیں ○ کہا کہ مجھے تو اس کی بابت بھی تمہارا بس ویسا اعتبار ہے جیسے اس سے پہلے اس کے بھائی کے بارے میں تھا' پس اللہ ہی بہترین حافظ ہے اور ہے بھی سب مہربانوں سے بڑا مہربان ○

بیان ہو رہا ہے کہ باپ کے پاس پہنچ کر انہوں نے کہا کہ اب ہمیں تو غلہ مل نہیں سکتا تاوقتیکہ آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو نہ بھیجیں اگر انہیں ساتھ کردیں تو البتہ مل سکتا ہے آپ بے فکر رہئے ہم آپ اس کی نگہبانی کرلیں گے ((نَكْتَلْ)) کی دوسری قرات ((يَكْتَلْ)) بھی ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ بس وہی تم ان کے ساتھ کرو گے' جو اس سے پہلے ان کے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کر چکے ہو کہ یہاں سے لے گئے اور یہاں پہنچ کر کوئی بات بنادی۔ ((حَافِظًا)) کی دوسری قراءت ((حِفْظًا)) بھی ہے آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی بہترین نگہبان ہے اور ہے بھی وہ ارحم الراحمین میرے بڑھاپے پر' میری کمزوری پر وہ رحم فرمائے گا اور جو غم مجھے اپنے بچے کا ہے وہ دور کردے گا۔ مجھے اس کی پاک ذات سے امید ہے کہ وہ میرے یوسف علیہ السلام کو مجھ سے پھر ملادے گا اور میری پراگندگی کو دور کردے گا۔ اس پر کوئی مشکل نہیں وہ اپنے بندوں سے اپنے رحم و کرم کو نہیں روکتا۔

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ۭ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ۭ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ۭ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿۶۵﴾ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰي مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۶۶﴾

جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا تو انہوں نے اپنا سرمایہ موجود پایا جوان کی جانب لوٹا دیا گیا تھا' کہنے لگے اے ہمارے باپ ہمیں اور کیا چاہئے' دیکھئے تو یہ ہمارا سرمایہ بھی ہمیں واپس لوٹا دیا گیا ہے' ہم اپنے خاندان کو رسد لا دیں گے اور اپنے بھائی کی نگرانی رکھیں گے اور ایک اونٹ کا پیمانہ زیادہ لائیں گے۔ یہ ناپ تو بہت آسان ہے ○ یعقوب نے کہا میں تو اسے ہرگز ہرگز تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک کہ تم اللہ کو بیچ میں رکھ کر مجھے قول قرار نہ دو کہ تم اسے میرے پاس پہنچا دو گے بجز اس ایک صورت کے کہ تم سب گرفتار کر لئے جاؤ۔ جب انہوں نے پکا قول قرار دے دیا تو اس نے کہا ہم جو کچھ کہتے ہیں اللہ اس پر نگہبان ہے ○

یوسف علیہ السلام کے بھائی دوبارہ ان کے پاس: یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ بھائیوں کی واپسی کے وقت اللہ کے نبی نے ان کا مال ومتاع' ان کے اسباب کے ساتھ پوشیدہ طور پر واپس کر دیا تھا۔ یہاں گھر پہنچ کر انہوں نے کجاوے کھولے اور اسباب علیحدہ علیحدہ کیا تو سب اپنی چیزیں جوں توں واپس شدہ پائیں تو اپنے والد سے کہنے لگے لیجئے اب آپ کو اور کیا چاہئے۔ اصل تک تو عزیز مصر نے ہمیں واپس کر دی ہے اور بدلے کا غلہ پورا پورا دے دیا ہے۔ اب تو بھائی صاحب کو ضرور ہمارے ساتھ کر دیجئے تو ہم اپنے خاندان کے لئے غلہ بھی لائیں گے اور بھائی کی وجہ سے ایک اونٹ کا بوجھ اور بھی مل جائے گا کیونکہ عزیز مصر ہر شخص کو ایک اونٹ کا بوجھ ہی دیتے ہیں۔ اور آپ کو انہیں ہمارے ساتھ کرنے میں تأمل کیوں ہے؟ ہم اس کی دیکھ بھال اور نگہداشت پوری کریں گے۔ یہ ناپ بہت ہی آسان ہے یہ تھا کلام کا تتمہ اور کلام کو اچھا کرنا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام ان تمام باتوں کے جواب میں فرماتے ہیں کہ جب تک تم حلفیہ اقرار نہ کرو کہ اپنے بھائی کو اپنے ہمراہ مجھ تک واپس پہنچاؤ گے میں اسے تمہارے ساتھ بھیجوں گا نہیں۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ اللہ نہ کرے تم سب ہی گھر جاؤ اور چھوٹ نہ سکو۔ چنانچہ بیٹوں نے اللہ کو بیچ میں رکھ کر مضبوط عہد وپیمان کیا۔ اب حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ فرما کر کہ ہماری اس گفتگو کا اللہ وکیل ہے۔ اپنے پیارے بچے کو ان کے ساتھ کر دیا۔ اس لئے کہ قحط کے مارے غلے کی ضرورت تھی اور بغیر بھیجے چارہ نہ تھا۔

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۭ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ۭ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ۭ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ع

اور کہنے لگے اے میرے بچو تم سب ایک دروازے سے نہ جانا بلکہ کئی ایک دروازوں میں سے جدا جدا طور پر داخل ہونا' میں اللہ کی طرف سے آنے والی کسی چیز کو تم سے ٹال نہیں سکتا حکم صرف اللہ کا چلتا ہے' میرا کامل بھروسہ اسی پر ہے اور ہر ایک بھروسہ کرنے والے کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے ○ جب وہ انہی راستوں میں سے جن کا حکم ان کے والد نے انہیں دیا تھا گئے' کچھ نہ تھا کہ اللہ نے جو بات مقرر کر دی ہے وہ اس سے انہیں ذرا بھی بچا لے ہاں یعقوب نے اپنے ضمیر کے ایک خطرے کو

سرانجام دے دیا' وہ ہمارے سکھلائے ہوئے علم کا عالم تھا لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ○

گھر سے نکلتے وقت یعقوب علیہ السلام کی بیٹوں کو نصیحت: چونکہ اللہ کے نبی حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بچوں پر نظر لگ جانے کا کھٹکا تھا کیونکہ وہ سب اچھے' خوبصورت' تنومند' طاقتور' مضبوط' دیدہ رو نوجوان تھے اس لئے بوقت رخصت ان سے فرماتے ہیں کہ پیارے بچو تم سب شہر کے ایک ہی دروازے سے شہر میں نہ جانا بلکہ مختلف دروازوں سے ایک ایک دو دو کر کے جانا۔ نظر کا لگ جانا حق ہے۔ گھوڑ سوار کو یہ گرا دیتی ہے۔ پھر ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ یہ میں جانتا ہوں اور میرا ایمان ہے کہ تدبیر تقدیر میں ہیر پھیری نہیں کر سکتی۔ اللہ کی قضا کو کوئی شخص کسی تدبیر سے بدل نہیں سکتا۔ اللہ کا چاہا پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔ حکم اسی کا چلتا ہے۔ کون ہے جو اس کے ارادے کو بدل سکے؟ اس کی قضا کو لوٹا سکے؟ میرا بھروسہ اسی پر ہے اور مجھ پر ہی کیا موقوف ہے۔ ہر ایک توکل کرنے والے کو اسی پر توکل کرنا چاہئے۔ چنانچہ بیٹوں نے باپ کی فرماں برداری کی اور اسی طرح کئی ایک دروازوں میں بٹ گئے اور شہر میں پہنچے۔ اس طرح وہ اللہ کی قضا کو لوٹا تو نہیں سکتے تھے ہاں حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک ظاہری تدبیر پوری کی کہ اس سے وہ نظر بد سے بچ جائیں۔ وہ ذی علم تھے' الہامی علم ان کے پاس تھا۔ [1] ہاں اکثر لوگ ان باتوں کو نہیں جانتے۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ
بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

یہ سب جب یوسف کے پاس پہنچ گئے تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس بٹھا لیا اور کہا میں تیرا بھائی (یوسف) ہوں پس یہ جو کچھ کرتے رہے اس کا کچھ رنج نہ کر ○

بنیامین جو حضرت یوسف علیہ السلام کے سگے بھائی تھے انہیں لے کر آپ کے اور بھائی جب مصر پہنچے آپ نے اپنے سرکاری مہمان خانے میں ٹھہرایا۔ بڑی عزت تکریم کی اور صلہ اور انعام واکرام دیا۔ اپنے بھائی سے تنہائی میں فرمایا کہ میں تیرا بھائی یوسف ہوں اللہ نے مجھ پر انعام واکرام فرمایا' اب تمہیں چاہئے کہ بھائیوں نے جو سلوک میرے ساتھ کیا ہے' اس کا رنج نہ کرو اور اس حقیقت کو بھی ان پر نہ کھولو میں کوشش میں ہوں کسی نہ کسی طرح تمہیں اپنے پاس روک لوں۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ
اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ۝ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ۝ قَالُوْا نَفْقِدُ
صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ۝

پھر جب انہیں ان کا سامان اسباب ٹھیک ٹھاک کر کے دیا تو اپنے بھائی کے اسباب میں پانی پینے کا پیالہ رکھ دیا' پھر

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۲۵۰)]

ایک آواز دینے والے نے پکار کر کہا اے قافلہ والو! تم لوگ تو چور ہو ○ انہوں نے ان کی طرف منہ پھیر کر کہا تمہاری کیا چیز کھوئی گئی ہے؟ ○ جواب دیا کہ شاہی جام گم ہے جو اسے لے آئے اسے ایک اونٹ کے بوجھ کا غلہ ملے گا اس وعدے کا میں ضامن ہوں ○

بنیامین کو اپنے پاس رکھنے کے لیے بہانہ: جب آپ اپنے بھائیوں کو حسب عادت ایک ایک اونٹ غلے کا دینے لگے اور ان کا اسباب لدنے لگے تو اپنے چالاک ملازموں سے چپکے سے اشارہ کر دیا کہ چاندی کا شاہی کٹورا بنیامین کے اسباب میں چپکے سے رکھ دیں۔ بعض نے کہا ہے یہ کٹورا سونے کا تھا۔ اسی میں پانی پیا جاتا تھا اور اسی سے غلہ بھر کر دیا جاتا تھا بلکہ ویسا ہی پیالہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بھی تھا۔ پس آپ کے ملازمین نے ہوشیاری سے وہ پیالہ آپ کے بھائی حضرت بنیامین کی خورجی میں رکھ دیا۔ جب یہ چلنے لگے تو سنا کہ پیچھے سے منادی ندا کرتا آرہا ہے کہ اے قافلہ والو تم چور ہو۔ ان کے کان کھڑے ہوئے، رک گئے، ادھر متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ آپ کی کیا چیز کھوئی ہوئی ہے؟ جواب ملا شاہی پیمانہ جس سے اناج ناپا جاتا تھا، سنو شاہی اعلان ہے کہ اس کے ڈھونڈ لانے والے کو ایک بوجھ غلہ ملے گا اور میں خود ضامن ہوں۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ۝ قَالُوْا
فَمَا جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ۝ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ
جَزَآؤُهٗ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَاۗءِ اَخِيْهِ ثُمَّ
اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَاۗءِ اَخِيْهِ ۭ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ۭ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ
دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ
عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۝

انہوں نے کہا اللہ کی قسم تم کو خوب علم ہے کہ ہم ملک میں فساد پھیلانے کے لئے نہیں آئے اور نہ ہم چور ہیں ○ انہوں نے کہا اچھا چور کی کیا سزا ہے اگر تم جھوٹے ہو ○ جواب دیا کہ اس کی سزا یہی ہے کہ جس کے اسباب میں سے پایا جائے وہی اس کا بدلہ ہے، ہم تو ایسے ظالموں کو یہی سزا دیا کرتے ہیں ○ پس یوسف نے ان کی خرجیوں کی تلاش شروع کی اپنے بھائی کی خرجی کی تلاش سے پہلے پھر اس جام کو اپنے بھائی کے تھیلے سے نکالا ہم نے یوسف کے لئے اسی طرح یہ تدبیر کی، اس بادشاہ کے انصاف کی رو سے یہ اپنے بھائی کو نہ لے سکتا تھا مگر یہ کہ منظور اللہ ہو، ہم جس کے چاہیں درجے بلند کر دیں، ہر ذی علم سے فوقیت رکھنے والا دوسرا ذی علم موجود ہے ○

بھائیوں نے قسمیں کھا کر صفائی پیش کی: اپنے اوپر چوری کی تہمت سن کر برادران یوسف کے کان کھڑے ہوئے اور کہنے لگے تم ہمیں جان چکے ہو ہمارے عادات وخصائل سے واقف ہو چکے ہو ہم ایسے نہیں کہ کوئی فساد اٹھائیں ہم ایسے نہیں ہیں کہ چوریاں کرتے پھریں۔ شاہی ملازموں نے کہا اچھا اگر جام وپیمانے کا چور تم میں سے

ہی کوئی ہو اور تم جھوٹے پڑو تو اس کی سزا کیا ہونی چاہئے؟ جواب دیا کہ دین ابراہیمی کے مطابق اس کی سزا یہ ہے کہ وہ اس شخص کے سپرد کر دیا جائے' جس کا مال اس نے چرایا ہے' ہماری شریعت میں یہی فیصلہ ہے۔ اب حضرت یوسف علیہ السلام کا مطلب پورا ہو گیا۔ آپ نے حکم دیا کہ ان کی تلاشی لی جائے چنانچہ بھائیوں کے اسباب کی تلاشی لی' حالانکہ معلوم تھا کہ ان کی خورجیاں خالی ہیں لیکن صرف اس لئے کہ انہیں اور دوسرے لوگوں کو کوئی شبہ نہ ہو آپ نے یہ کام کیا۔ جب بھائیوں کی تلاشی ہو چکی اور جام نہ ملا تو اب بنیامین کے اسباب کی تلاشی شروع ہوئی چونکہ ان کے اسباب میں رکھوایا تھا اس لئے اس میں سے ہی نکلنا تھا۔ نکلتے ہی حکم دیا کہ انہیں روک لیا جائے۔ یہ تھی وہ ترکیب جو جناب باری نے اپنی حکمت اور حضرت یوسف علیہ السلام کی اور بنیامین وغیرہ کی مصلحت کے لئے حضرت یوسف صدیق علیہ السلام کو سکھائی تھی۔ کیونکہ شاہ مصر کے قانون کے مطابق تو باوجود چور ہونے کے بنیامین کو حضرت یوسف علیہ السلام اپنے پاس نہیں رکھ سکتے تھے لیکن چونکہ بھائی خود ہی فیصلہ کر چکے تھے' اس لئے یہی فیصلہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جاری کر دیا۔ آپ کو معلوم تھا کہ شرع ابراہیمی کا فیصلہ چور کی بابت کیا ہے۔ اس لئے بھائیوں سے پہلے ہی منوالیا تھا۔ جس کے درجے اللہ بڑھانا چاہے' بڑھا دیتا ہے۔ جیسے فرمان ہے تم میں سے ایمانداروں کے درجے ہم بلند کریں گے۔ [1] ہر عالم سے بالا کوئی اور عالم بھی ہے یہاں تک کہ اللہ سب سے بڑا عالم ہے۔ اسی سے علم کی ابتدا ہے اور اسی کی طرف انتہا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ﴿فَوْقَ كُلِّ عَالِمٍ عَلِيمٌ﴾ ہے۔

قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ۝

کہنے لگے کہ اگر اس نے چوری کی تو اس کا بھائی بھی پہلے چوری کر چکا ہے' یوسف نے اس بات کو اپنے دل میں رکھ لیا اور ان کے سامنے بالکل ظاہر نہ کیا' کہا تم گھٹیا درجے کے ہو' اور جو تم بیان کرتے ہو اسے اللہ ہی خوب جانتا ہے ○

بھائی کے تھیلے میں سے جام کا نکلنا دیکھ کر بات بنادی کہ دیکھو اس نے چوری کی تھی اور یہی کیا اس کے بھائی یوسف نے بھی ایک مرتبہ اس سے پہلے چوری کر لی تھی۔ وہ واقعہ یہ تھا کہ اپنے نانا کا بت چپکے سے اٹھا لائے تھے اور اسے توڑ دیا تھا۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی ایک بڑی بہن تھیں' جن کے پاس اپنے والد حضرت اسحاق علیہ السلام کا ایک کمر پٹہ تھا جو خاندان کے بڑے آدمی کے پاس رہا کرتا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام پیدا ہوتے ہی اپنی پھوپھی صاحبہ کی پرورش میں تھے۔ انہیں حضرت یوسف علیہ السلام سے کمال درجے کی محبت تھی۔ جب آپ کچھ بڑے ہو گئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے آپ کو لے جانا چاہا۔ بہن صاحبہ کو درخواست کی۔ لیکن بہن نے جدائی کو ناقابل برداشت بیان کر کے انکار کر دیا۔ ادھر آپ کے والد صاحب حضرت یعقوب علیہ السلام کے شوق کی بھی انتہا نہ تھی' سر ہو گئے۔ آخر بہن صاحبہ نے فرمایا اچھا کچھ دنوں رہنے دو پھر لے جانا۔ اسی اثناء میں ایک دن انہوں نے وہی کمر پٹہ حضرت یوسف علیہ السلام کے کپڑوں کے نیچے چھپا دیا' پھر تلاش شروع

[1] [سورۃ المجادلہ: آیت ۱۱]

کی۔ گھر بھر چھان مارا' نہ ملا' شور مچا' آخر یہ ٹھہری کہ گھر میں جو ہیں' ان کی تلاشیاں لی جائیں۔ تلاشیاں لی گئیں۔ کسی کے پاس ہو تو نکلے آخر حضرت یوسف علیہ السلام کی تلاشی لی گئی' ان کے پاس سے برآمد ہوا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو خبر دی گئی۔ اور ملت ابراہیمی کے قانون کے مطابق آپ اپنی پھوپھی کی تحویل میں کردیئے گئے۔ اور پھوپھی نے اس طرح اپنے شوق کو پورا کیا۔ انتقال کے وقت تک حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ چھوڑا۔ اسی بات کا طعنہ آج بھائی دے رہے ہیں۔ جس کے جواب میں حضرت یوسف علیہ السلام نے چپکے سے اپنے دل میں کہا کہ تم بڑے خانہ خراب لوگ ہو اس کے بھائی کی چوری کا حال اللہ خوب جانتا ہے۔

قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝

کہنے لگے کہ اے عزیز مصر اس کے والد بہت بڑی عمر کے بالکل بوڑھے شخص ہیں آپ اس کے بدلے ہم میں سے کسی کو لے لیجئے' ہم دیکھتے ہیں کہ آپ بڑے محسن شخص ہیں ○ یوسف نے کہا کہ ہم نے جس کے پاس اپنی چیز پائی ہے اس کے سوا دوسرے کی گرفتاری کرنے سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں ایسا کرنے سے تو یقیناً ہم ناانصاف ہو جائیں گے ○

عزیز مصر کو بوڑھے والد کا حال سنایا: جب بنیامین کے پاس سے شاہی مال برآمد ہوا اور ان کے اپنے اقرار کے مطابق وہ شاہی قید میں ٹھہر چکے تو اب انہیں رنج ہونے لگا۔ عزیز مصر کو پرچانے لگے اور اسے رحم دلانے کے لئے کہا کہ ان کے والد ان کے بڑے ہی دلدادہ ہیں۔ ضعیف اور بوڑھے شخص ہیں۔ ان کا ایک سگا بھائی پہلے ہی گم ہو چکا ہے۔ جس کے صدمے سے وہ پہلے ہی سے چُور ہیں اب جو یہ سنیں گے تو ڈر ہے کہ زندہ نہ بچ سکیں۔ آپ ہم میں سے کسی کو ان کے قائم مقام اپنے پاس رکھ لیں اور اسے چھوڑ دیں آپ بڑے محسن ہیں' اتنی عرض ہماری قبول فرمالیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا کہ بھلا یہ سنگدلی اور ظلم کیسے ہوسکتا ہے کہ کرے کوئی بھرے کوئی۔ چور کو روکا جائے گا نہ کہ شاہ کو ناکردہ گناہ کو سزا دینا اور گنہگار کو چھوڑ دینا یہ تو صریح ناانصافی اور بدسلوکی ہے۔

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ۭ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ۝ وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝

جب یہ اس سے مایوس ہو گئے تو تنہائی میں بیٹھ کر مشورہ کرنے لگے' ان میں سے جو سب سے بڑا تھا اس نے کہا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے والد نے تم سے اللہ کو بیچ میں رکھ کر پختہ قول اقرار لیا ہے اور اس سے پہلے یوسف کے بارے میں تم زبردست قصور کر چکے ہو' پس میں تو اس سرزمین سے نہ ٹلوں گا جب تک کہ والد خود مجھے اجازت نہ دیں یا اللہ تعالیٰ میرا یہ معاملہ فیصل کردے' وہی بہترین حاکم ہے ○ تم سب والد صاحب کی خدمت میں واپس جاؤ' اور کہو کہ اباجی آپ کے صاحبزادے نے چوری کی' اور ہم نے وہی گواہی دی تھی جو ہم جانتے تھے ہم کچھ غیب کی حفاظت کرنے والے تو نہ تھے۔ آپ اس شہر کے لوگوں سے دریافت فرمالیں جہاں ہم تھے اور اس قافلہ سے بھی پوچھ لیں جس کے ساتھ ہم آئے ہیں واللہ ہم بالکل سچے ہیں ○

بھائیوں کی مایوسی اور پریشانی: جب برادران یوسف اپنے بھائی کے چھٹکارے سے مایوس ہو گئے' انہیں اس بات نے شش و پنج میں ڈال دیا کہ ہم والد سے سخت عہد و پیمان کر کے آئے ہیں کہ بنیامین کو آپ کے حضور میں پہنچادیں گے۔ اب یہاں سے یہ کسی طرح چھوٹ نہیں سکتے۔ الزام ثابت ہو چکا ہماری اپنی قرارداد کے مطابق وہ شاہی قیدی ٹھہر چکے اب بتاؤ کیا کیا جائے اس آپس کے مشورے میں بڑے بھائی نے اپنا خیال ان لفظوں میں ظاہر کیا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اس زبردست ٹھوس وعدے کے بعد جو ہم اباجان سے کر کے آئے ہیں' اب انہیں منہ دکھانے کے قابل تو نہیں رہے نہ یہ ہمارے بس کی بات ہے کہ کسی طرح بنیامین کو شاہی قید سے آزاد کرلیں پھر اس وقت ہمیں اپنا پہلا قصور اور نادم کر رہا ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں ہم سے اس سے پہلے سرزد ہو چکا ہے پس اب میں تو یہیں رک جاتا ہوں۔ یہاں تک کہ یا تو والد صاحب میرا قصور معاف فرما کر مجھے اپنے پاس حاضر ہونے کی اجازت دیں یا اللہ تعالیٰ مجھے کوئی فیصلہ سجھادے کہ میں یا تو لڑ بھڑ کر اپنے بھائی کو لے جاؤں یا اللہ تعالیٰ کوئی اور صورت بنادے۔ کہا گیا ہے کہ ان کا نام روبیل تھا یا یہودا تھا یہی تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب اور بھائیوں نے قتل کرنا چاہا تھا انہوں نے روکا تھا۔ اب یہ اپنے اور بھائیوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ تم اباجی کے پاس جاؤ۔ انہیں حقیقت حال سے مطلع کرو۔ ان سے کہو کہ ہمیں کیا خبر تھی کہ یہ چوری کرلیں گے اور چوری کا مال ان کے پاس موجود ہے' ہم سے تو مسئلے کی صورت پوچھی گئی ہم نے بیان کردی۔ آپ کو ہماری بات کا یقین نہ ہو تو اہل مصر سے دریافت فرمالیجئے جس قافلے کے ساتھ ہم آئے ہیں اس سے پوچھ لیجئے۔ کہ ہم نے صداقت' امانت' حفاظت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ اور ہم جو کچھ عرض کر رہے ہیں' وہ بالکل راستی پر مبنی ہے۔

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ
جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ
وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ
حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْۤ
اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾

کہا یہ تو نہیں بلکہ تم نے اپنی طرف سے بات بنالی ہے' پس اب صبر ہی بہتر ہے' کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس ہی پہنچا دے' وہی علم و حکمت والا ہے ○ پھر ان سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگا آہ یوسف! اس کی آنکھیں بوجہ رنج و غم کے سفید ہو چکی تھیں اور وہ غم کے مارے گھٹا جا رہا تھا ○ بیٹوں نے کہا واللہ تم تو ہمیشہ یوسف کی یاد ہی میں لگے رہو گے یہاں تک گھل جاؤ یا ختم ہی ہو جاؤ ○ اس نے کہا کہ میں تو اپنی پریشانی اور رنج کی فریاد اللہ ہی سے کر رہا ہوں مجھے اللہ سے طرف کی وہ باتیں معلوم ہیں جن سے تم سراسر بے خبر ہو ○

بنیامین کے متعلق سن کر یعقوب علیہ السلام کی پریشانی میں اضافہ: بھائیوں کی زبانی یہ خبر سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے وہی فرمایا جو اس سے پہلے اس وقت فرمایا تھا جب انہوں نے پیراہن یوسف خون آلودہ پیش کر کے اپنی گھڑی ہوئی کہانی سنائی تھی کہ صبر ہی بہتر ہے۔ آپ سمجھے کہ اسی کی طرح یہ بات بھی ان کی اپنی بنائی ہوئی ہے۔ بیٹوں سے یہ فرما کر اب اپنی امید ظاہر کی جو اللہ سے تھی کہ بہت ممکن ہے کہ بہت جلد اللہ تعالیٰ میرے تینوں بچوں کو مجھ سے ملا دے یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کو بنیامین کو اور آپ کے بڑے صاحبزادے روبیل کو جو مصر میں ٹھہر گئے تھے اس امید پر کہ اگر موقعہ لگ جائے تو بنیامین کو خفیہ طور پر نکال کر لے جائیں یا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ حکم دے اور یہ اس کی رضا مندی کے ساتھ واپس لوٹیں۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ علیم ہے میری حالت کو خوب جان رہا ہے۔ حکیم ہے اس کی قضا و قدر اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اب آپ کے اس رنج نے پرانا رنج بھی تازہ کر دیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی یاد دل میں چٹکیاں لینے لگی۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ((اِنَّا لِلّٰہِ)) الخ پڑھنے کی ہدایات صرف اسی امت کو کی گئی ہیں اس نعمت سے اگلی امتیں مع اپنے نبیوں کے محروم تھیں۔ دیکھئے حضرت یعقوب علیہ السلام بھی ایسے موقعہ پر ((یَا اَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ)) کہتے ہیں۔ آپ کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ غم نے آپ کو نابینا کر دیا تھا اور زبان خاموش تھی۔ مخلوق میں سے کسی سے شکایت و شکوہ نہیں کرتے تھے۔ غمگین اور اندوہ گین رہا کرتے تھے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کی کہ لوگ تجھ سے یہ کہہ کر دعا مانگتے ہیں کہ اے ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے رب' تو تو ایسا کر کہ ان تین ناموں میں چوتھا نام میرا بھی شامل ہو جائے۔ جواب ملا کہ اے داؤد حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے اور صبر کیا۔ تیری آزمائش ابھی ایسی نہیں ہوئی۔ اسحاق علیہ السلام نے خود اپنی قربانی منظور کر لی اور اپنا گلا کٹوانے بیٹھ گئے۔ تجھ پر یہ بات بھی نہیں آئی۔ یعقوب علیہ السلام سے میں نے ان کے لخت جگر کو الگ کر دیا اس نے صبر کیا تیرے ساتھ یہ واقعہ بھی نہیں ہوا [1] یہ روایت مرسل ہے اور اس میں نکارت بھی ہے اس میں بیان ہوا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسحاق علیہ السلام تھے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ اس روایت کے راوی علی بن زید بن جدعان اکثر منکر اور غریب روایتیں بیان کر دیا کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔ بہت ممکن ہے کہ احنف بن قیس رحمہ اللہ نے یہ روایت بنی اسرائیل سے لی ہو۔ جیسے کعب' وہب وغیرہ۔ واللہ اعلم

---

[1] [ضعیف جدا: تفسیر ابن ابی حاتم (۷/ ۱۱۸۸۲)] اس کی سند میں علی بن زید راوی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

بنی اسرائیل کی روایتوں میں یہ بھی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اس موقعہ پر جب کہ بنیامین قید میں تھے۔ ایک خط لکھا تھا جس میں انہیں رحم دلانے کے لئے لکھا تھا کہ ہم مصیبت زدہ لوگ ہیں۔ میرے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے۔ میرے والد حضرت اسحاق علیہ السلام ذبح کے ساتھ آزمائے گئے۔ میں خود فراق یوسف میں مبتلا ہوں۔ لیکن یہ روایت بھی سنداً ثابت نہیں۔ بچوں نے باپ کا یہ حال دیکھ کر انہیں سمجھانا شروع کر دیا کہ ابا جی آپ تو اسی کی یاد میں اپنے آپ کو گھلا دیں گے بلکہ ہمیں تو ڈر ہے کہ اگر آپ کا یہی حال کچھ دنوں اور رہا تو کہیں زندگی سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے انہیں جواب دیا کہ میں تم سے تو کچھ نہیں کہہ رہا میں تو اپنے رب کے پاس اپنا دکھ رو رہا ہوں۔ اور اس کی ذات سے بہت امید رکھتا ہوں وہ بھلائیوں والا ہے۔ مجھے یوسف کا خواب یاد ہے' جس کی تعبیر ظاہر ہو کر رہے گی۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک مخلص دوست نے ایک مرتبہ آپ سے پوچھا کہ آپ کی بینائی کیسے جاتی رہی؟ اور آپ کی کمر کیسے کبڑی ہوگئی؟ آپ نے فرمایا یوسف کو رو رو کر آنکھیں کھو بیٹھا اور بنیامین کے صدمے نے کمر توڑ دی۔ اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کے بعد کہتا ہے کہ میری شکایتیں دوسروں کے سامنے کرنے سے آپ شرماتے نہیں؟ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اسی وقت فرمایا کہ میری پریشانی اور غم کی شکایت اللہ ہی کے سامنے ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا آپ کی شکایت کا اللہ کو خوب علم ہے۔ [1] یہ حدیث بھی غریب ہے اور اس میں بھی نکارت ہے۔

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْــــَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْــــَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿87﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿88﴾

میرے پیارے بچو تم جاؤ اور یوسف کی اور اسکے بھائی کی تلاش کرو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو یقیناً رحمت رب سے ناامید وہی ہوتے ہیں جو کافر ہوتے ہیں۔ پھر جب یہ لوگ یوسف کے پاس پہنچے تو کہنے لگے اے عزیز ہم اور ہمارا خاندان بڑی تکلیف میں ہے ہم حقیر پونجی لے کر آئے ہیں پس آپ ہم پر خیرات کیجئے' اللہ تعالیٰ خیرات کرنے والے کو بدلہ دیتا ہے ○

یعقوب علیہ السلام بیٹوں کو بھائیوں کی تلاش میں روانہ کرتے ہیں: حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کو حکم فرما رہے ہیں کہ تم ادھر ادھر جاؤ اور حضرت یوسف اور بنیامین کی تلاش کرو۔ عربی میں ((تَحَسَّسَ)) کا لفظ بھلائی کی جستجو

[1] [ضعيف : بيهقي في شعب الايمان (٣/٣ ٣٤٠٣) مستدرك حاكم (٢/٣٤٨)] اس کی سند میں حفص بن عمر راوی ضعیف ہے۔ [الميزان (٢١٥٦) لسان الميزان (٢/٢٨٩٠)]

کے لئے بولا جاتا ہے۔اور برائی کی ٹٹول کے لئے ((تَجَسَّسَ)) کالفظ بولا جاتا ہے۔ساتھ میں فرماتے ہیں کہ اللہ کی ذات سے مایوس نہ ہونا چاہیے اس کی رحمت سے مایوس وہی ہوتے ہیں جن کے دلوں میں کفر ہوتا ہے۔تم تلاش بند نہ کرو اللہ سے نیک امید رکھو اور اپنی کوشش جاری رکھو۔ چنانچہ یہ لوگ چلے' پھر مصر پہنچے' حضرت یوسف علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہوئے' وہاں اپنی خستہ حالی ظاہر کی کہ قحط سالی نے ہمارے خاندان کو ستا رکھا ہے۔ ہمارے پاس کچھ نہیں رہا' جس سے غلہ خریدتے اب ردی' واہی' ناقص' بے کار' کھوٹی اور قیمت نہ بننے والی کچھ یونہی سی رکھی رکھائی چیزیں لے کر آپ کے پاس آئے ہیں گو یہ بدلہ نہیں کہا جاسکتا نہ قیمت بنتی ہے لیکن تاہم ہماری خواہش ہے کہ آپ ہمیں وہی دیجئے جو سچی صحیح اور پوری قیمت پر دیا کرتے ہیں۔ ہمارے بوجھ بھر دیجئے' ہماری خورجیاں پر کر دیجئے' ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ((فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ)) کے بدلے ((فَاَوْقِرْ رِكَابَنَا)) ہے یعنی ہمارے اونٹ غلے سے لاد دیجئے۔اور ہم پر صدقہ کیجئے ہمارے بھائی کو رہائی دیجئے۔ یا یہ مطلب ہے کہ یہ غلہ ہمیں ہمارے اس مال کے بدلے نہیں بلکہ بطور خیرات دیجئے۔ حضرت سفیان بن عینیہ رحمہ اللہ سے سوال ہوتا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی کسی نبی پر صدقہ حرام ہوا ہے؟ تو آپ نے یہی آیت پڑھ کر استدلال کیا کہ نہیں ہوا۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ کیا کسی شخص کا اپنی دعا میں یہ کہنا مکروہ ہے کہ یا اللہ مجھ پر صدقہ کر۔فرمایا ہاں اس لئے کہ صدقہ وہ کرتا ہے جو طالب ثواب ہو۔

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ۫ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾

یوسف نے کہا جانتے بھی ہو کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ اپنی جہالت کی حالت میں کیا کیا کیا؟○ انھوں نے پوچھا شاید تو ہی یوسف ہے' جواب دیا ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل و کرم کیا' بات یہ ہے کہ جو شخص بھی پرہیزگاری اور صبر کرے تو اللہ تعالیٰ کسی نیک کار کا اجر ضائع نہیں کرتا○ انہوں نے کہا اللہ کی قسم اللہ نے تجھے ہم پر برتری دی ہے اور یہ بھی بالکل سچ ہے کہ ہم خطا کار تھے۔جواب دیا کہ آج تم پر کوئی خفگی بھرا الزام نہیں ہے' اللہ تمہیں بخشے وہ سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے○

یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کی گفتگو: جب بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس عاجزی اور بے بسی کی حالت میں پہنچے اپنے تمام دکھ رونے لگے' اپنے والد اور اپنے گھر والوں کی مصیبتیں بیان کیں تو حضرت یوسف علیہ السلام کا دل بھر آیا نہ رہا گیا۔اپنے سر سے تاج اتار دیا اور بھائیوں سے کہا کچھ اپنے کرتوت یاد بھی ہیں کہ تم نے یوسف کے ساتھ کیا کیا؟ اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا؟ وہ نری جہالت کا کرشمہ تھا اسی لئے بعض سلف فرماتے ہیں کہ اللہ کا

ہر گنہگار جاہل ہے۔ قرآن فرماتا ہے ﴿ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ﴾ [1] بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ پہلی دو دفعہ کی ملاقات میں حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے آپ کو ظاہر کرنے کا حکم نہ تھا۔ اب حکم ہو گیا۔ آپ نے معاملہ صاف کر دیا۔ جب تکلیف بڑھ گئی' سختی زیادہ ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی اور کشادگی عطا فرما دی۔ جیسے ارشاد ہے کہ سختی کے ساتھ آسانی ہے یقیناً سختی کے ساتھ آسانی ہے۔ [2] بھائی چونک پڑے' کچھ اس وجہ سے کہ تاج اتارنے کے بعد پیشانی کی نشانی دیکھ لی اور کچھ اس قسم کے سوالات' کچھ حالات' کچھ اگلے واقعات سب سامنے آ گئے۔ تاہم اپنا شک دور کرنے کے لئے پوچھا کہ کیا آپ ہی یوسف ہیں؟ آپ نے اس سوال کے جواب میں صاف کہہ دیا ہاں میں خود یوسف ہوں اور یہ میرا سگا بھائی ہے' اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل و کرم کیا' بچھڑنے کے بعد ملا دیا' تفرقہ کے بعد اجتماع کر دیا' تقویٰ اور صبر رائیگاں نہیں جاتے۔ نیک کاری بے پھل لائے نہیں رہتی۔ اب تو بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی فضیلت اور بزرگی کا اقرار کیا کہ واقعی صورت سیرت دونوں اعتبار سے آپ ہم پر فوقیت رکھتے ہیں۔ ملک و مال کے اعتبار سے بھی اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دے رکھی ہے۔ اسی طرح بعض کے نزدیک نبوت کے اعتبار سے بھی کیونکہ یوسف نبی تھے اور یہ بھائی نبی نہ تھے۔ اس اقرار کے بعد خطا کاری کا بھی اقرار کیا۔ اسی وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا میں آج کے دن کے بعد سے تمہیں یہ خطا یاد بھی نہ دلاؤں گا' میں تمہیں کوئی ڈانٹ ڈپٹ کرنا نہیں چاہتا نہ تم پر الزام رکھتا ہوں نہ تم پر اظہار خفگی کرتا ہوں بلکہ میری دعا ہے کہ اللہ بھی تمہیں معاف فرمائے وہ ارحم الراحمین ہے۔ بھائیوں نے عذر پیش کیا' آپ نے قبول فرما لیا اللہ تمہاری پردہ پوشی کرے اور تم نے جو کیا ہے اسے بخش دے۔

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾

الربع

میرا یہ کرتہ تم لے جاؤ' اور اسے میرے والد کے منہ پر ڈال دو کہ وہ دیکھنے لگیں اور آ جائیں' اور اپنے تمام خاندان کو میرے پاس لے آؤ ○ جب یہ قافلہ جدا ہوا تو ان کے والد نے کہا کہ مجھے تو یوسف کی خوشبو آ رہی ہے اگر تم مجھے کم عقل نہ بناؤ ○ وہ کہنے لگے کہ واللہ آپ تو اپنی اسی پرانی غلطی پر قائم ہیں ○

چونکہ اللہ کے رسول حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے رنج و غم میں روتے روتے نابینا ہو گئے' اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ میرا یہ کرتہ لے کر اپنے ابا کے پاس جاؤ' اسے ان کے منہ پر ڈالتے ہی ان شاء اللہ ان کی نگاہ روشن ہو جائے گی۔ پھر انہیں اور اپنے گھرانے کے تمام اور لوگوں کو یہیں میرے پاس لے آؤ۔ یہ قافلہ مصر سے نکلا' ادھر اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو پہنچا دی تو آپ نے اپنے

---

[1] [سورۃ النحل: آیت ۱۱۹]　[2] [سورۃ الانشرح: آیت ۵، ۶]

بچوں سے جو آپ کے پاس تھے فرمایا کہ مجھے تو میرے پیارے فرزند کی خوشبو آ رہی ہے۔لیکن تم تو مجھے سترا بہترا کم عقل بڈھا سمجھ کر میری اس بات کو باور نہیں کرو گے۔ ابھی قافلہ کنعان سے آٹھ دن کے فاصلے پر تھا [1] جو بحکم الہ ہوا نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کے پیراہن کی خوشبو پہنچادی۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی گمشدگی کی مدت اسّی سال کی گزر چکی تھی اور قافلہ اسّی (۸۰) فرسخ آپ سے دور تھا۔لیکن بھائیوں نے کہا آپ تو یوسف کی محبت میں غلطی میں پڑے ہوئے ہیں نہ غم آپ کے دل میں سے دور ہو نہ آپ کو تسلی ہو۔ان کا یہ کلمہ بڑا سخت تھا کسی لائق اولاد کو لائق نہیں کہ اپنے باپ سے یہ کہے نہ کسی امتی کو لائق ہے کہ اپنے نبی سے یہ کہے۔

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۷﴾ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّىْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۹۸﴾

جب خوشخبری دینے والے نے پہنچ کر اس کے منہ پر وہ کرتہ ڈالا اسی وقت وہ پھر سے بینا ہو گیا' کہنے لگا کیا میں نہ کہا کرتا تھا کہ میں اللہ کی طرف کی وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ○ وہ کہنے لگے ابا جی آپ ہمارے لئے ہمارے گناہوں کی بخشش طلب کیجئے بے شک ہم قصوروار ہیں ○ کہا اچھا میں تمہارے لئے اپنے پروردگار سے بخشش مانگوں گا' وہ بہت بڑا بخشنے والا اور نہایت مہربانی کرنے والا ہے ○

کہتے ہیں کہ پیراہن یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے یہود لائے تھے۔ اس لئے کہ انہوں نے ہی جھوٹ موٹ وہ کرتہ پیش کیا تھا۔ جسے خون آلودہ کر کے لائے تھے اور باپ کو یہ سمجھایا تھا یہ یوسف کا خون ہے'اب بدلے کے لئے یہ کرتہ بھی یہی لائے کہ برائی کے بدلے بھلائی ہو جائے بری خبر کے بدلے خوشخبری ہو جائے۔ آتے ہی باپ کے منہ پر ڈالا۔ اسی وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں کھل گئیں اور بچوں سے کہنے لگے دیکھو میں تو ہمیشہ تم سے کہا کرتا تھا کہ اللہ کی بعض وہ باتیں میں جانتا ہوں جن سے تم محض بے خبر ہو۔ میں تم سے کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے یوسف کو ضرور مجھ سے ملائے گا' ابھی تھوڑے دنوں کا ذکر ہے میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھے آج میرے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔ بیٹے کہنے لگے ابا جی! آپ ہمارے لئے ہمارے گناہوں کی بخشش طلب کیجیے باپ جواب میں فرماتے ہیں کہ مجھے اس سے انکار نہیں اور مجھے اپنے رب سے یہ بھی امید ہے کہ وہ تمہاری خطائیں معاف فرما دے گا اس لئے کہ وہ بخششوں اور مہربانیوں والا ہے توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرما لیا کرتا ہے میں صبح سحری کے وقت تمہارے لئے استغفار کروں گا۔ ابن جریر میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے تو سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ اللہ تو نے پکارا' میں نے مان لیا تو نے حکم دیا میں بجالایا' یہ سحر کا وقت ہے' پس تو مجھے بخش دے' آپ نے کان لگا کر غور کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر سے یہ آواز آ رہی ہے۔

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۲۹٤)]

آپ نے ان سے پوچھا انہوں نے کہا یہی وہ وقت ہے جس کے لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ میں تمہارے لئے تھوڑی دیر بعد استغفار کروں گا۔ حدیث میں ہے کہ یہ رات جمعہ کی رات تھی۔ ابن جریر میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مراد اس سے یہ ہے کہ جمعہ کی رات آ جائے۔ [1] لیکن یہ حدیث غریب ہے۔ بلکہ اس کے مرفوع ہونے میں بھی کلام ہے۔ واللہ اعلم

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ
اٰمِنِيْنَ ؁ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ
رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۡ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ۭ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ
السِّجْنِ وَجَاۗءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ۭ
اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ؁

جب یہ سارا گھرانہ یوسف کے پاس پہنچ گیا تو یوسف نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا کہ اللہ کو منظور ہے تو آپ سب امن وامان کے ساتھ مصر آؤ ○ اپنے تخت پر اپنے ماں باپ کو اونچا بٹھایا اور سب اس کے سامنے سجدے میں گر گئے تب کہا اباجی یہ ہے میرے پہلے کے خواب کی تعبیر میرے رب نے اسے سچا کر دکھایا' اس نے میرے ساتھ بڑا احسان کیا ہے جب کہ مجھے جیل خانے سے نکالا اور تمہیں صحرا سے لے آیا۔ اس اختلاف کے بعد جو شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ڈال دیا تھا' میرا رب جو چاہے اس کے لئے بہترین تدبیر کرنے والا ہے اور ہے بھی وہ بہت علم وحکمت والا ○

بھائیوں پر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو ظاہر کر کے فرمایا تھا کہ اباجی کو اور گھر کے سب لوگوں کو یہیں لے آؤ۔ بھائیوں نے یہی کیا' اس بزرگ قافلے نے کنعان سے کوچ کیا جب مصر کے قریب پہنچے تو نبی اللہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والد نبی اللہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے استقبال کے لئے چلے اور حکم شاہی سے شہر کے تمام امیر امراء اور ارکان دولت بھی آپ کے ساتھ تھے۔ یہ بھی مروی ہے کہ خود شاہ مصر بھی استقبال کے لئے شہر سے باہر آیا تھا۔ اس کے بعد جو جگہ دینے وغیرہ کا ذکر ہے اس کی بابت بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس کی عبارت میں تقدیم وتاخیر ہے یعنی آپ نے ان سے فرمایا تم مصر میں چلو' انشاء اللہ پرامن اور بے خطر ہو گے اب شہر میں داخلے کے بعد آپ نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی اور انہیں اونچے تخت پر بٹھایا۔ لیکن امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس کی تردید کی ہے اور فرمایا ہے کہ اس میں سدی رحمہ اللہ کا قول بالکل ٹھیک ہے جب پہلے ہی ملاقات ہوئی تو آپ نے انہیں اپنے پاس کر لیا اور جب شہر کا دروازہ آیا تو فرمایا اب اطمینان کے ساتھ یہاں چلئے۔ لیکن اس میں بھی ایک بات رہ گئی ہے۔ اوی اصل میں منزل میں جگہ دینے کو کہتے ہیں جیسے ((اٰوٰی اِلَیْہِ اَخَاہُ)) میں ہے۔ اور حدیث میں بھی ہے

---

[1] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (١٩٨٨٠، ١٩٨٨١)] اس میں ابن جریج راوی مدلس ہے۔]

((مَنْ اٰوٰی مُحْدِثًا)) [1] پس کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس کا مطلب یہ بیان نہ کریں کہ ان کے آ جانے کے بعد انہیں جگہ دینے کے بعد آپ نے ان سے فرمایا کہ تم امن کے ساتھ مصر میں داخل ہو یعنی قحط وغیرہ کی مصیبتوں سے محفوظ ہو کر باآرام رہو سہو' مشہور ہے کہ اور جو قحط سالی کے سال باقی تھے' وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی تشریف آوری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دور کر دیئے۔ جیسے کہ اہل مکہ کی قحط سالی سے تنگ آ کر ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے آپ سے شکایت کی اور بہت روئے پیٹے اور سفارش چاہی۔ [2] عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کا پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا۔ اس وقت آپ کے والد صاحب کے ہمراہ آپ کی خالہ صاحبہ آئی تھیں۔ لیکن امام ابن جریر رحمہ اللہ اور امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کا قول ہے کہ آپ کی والدہ خود ہی زندہ موجود تھیں' ان کی موت پر کوئی صحیح دلیل نہیں اور قرآن کریم کے ظاہری الفاظ اس بات کو چاہتے ہیں کہ آپ کی والدہ ماجدہ زندہ موجود تھیں' یہی بات ٹھیک بھی ہے۔

آپ نے اپنے والدین کو اپنے ساتھ تخت شاہی پر بٹھا لیا۔ اس وقت ماں باپ بھی اور گیارہ بھائی کل کے کل آپ کے سامنے سجدے میں گر پڑے۔ آپ نے فرمایا ابا جی لیجئے میرے خواب کی تعبیر ظاہر ہو گئی یہ ہیں گیارہ ستارے اور یہ ہیں سورج چاند جو میرے سامنے سجدے میں ہیں۔ ان کی شرع میں یہ چیز جائز تھی کہ بڑوں کو سلام کے ساتھ سجدہ کرتے تھے بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک یہ بات جائز ہی رہی لیکن اس ملت محمدیہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسی اور کے لئے سوائے اپنی ذات پاک کے سجدے کو مطلقاً حرام کر دیا۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسے اپنے لئے ہی مخصوص کر لیا۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کے قول کا ماحصل مضمون یہی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ملک شام گئے' وہاں انہوں نے دیکھا کہ شامی لوگ اپنے بڑوں کو سجدے کرتے ہیں یہ جب لوٹے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا' آپ نے پوچھا' معاذ! یہ کیا بات ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ میں نے اہل شام کو دیکھا کہ وہ اپنے بڑوں اور بزرگوں کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ تو اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر میں کسی کو کسی کیلئے سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کے سامنے سجدہ کرے۔ بہ سبب اس بہت بڑے حق کے جو اس پر ہے۔ [3] اور حدیث میں ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کے ابتدائی زمانے میں راستے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر آپ کے سامنے سجدہ کیا تو آپ نے فرمایا سلمان مجھے سجدہ نہ کرو۔ سجدہ

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجزیة : باب اثم من عاھد ثم غدر (۳۱۷۹) صحیح مسلم : کتاب الحج : باب فضل المدینة ودعاء النبی فیھا بالبرکة (۱۳۷۰)]

[2] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الاستسقاء : باب دعاء النبی اجعلھا علیھم سنین کسنی یوسف (۱۰۰۷) صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین (۲۷۹۸) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب سورة الدخان (۳۲۵٤) مسند احمد (۱/۳۸۰)]

[3] [صحیح : ابن ماجه : کتاب النکاح : باب حق الزوج علی المرأة (۱۸۵۳)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔
[صحیح ابن ماجه ، السلسلة الصحیحة (۱۲۰۳) ارواء الغلیل (۷/۵۵۔ ۵٦)]

اس اللہ کو کرو جو ہمیشہ کی زندگی والا ہے جو کبھی نہ مرے گا۔ [1]

الغرض چونکہ اس شریعت میں جائز تھا اس لئے انہوں نے سجدہ کیا تو آپ نے فرمایا لیجئے ابا جی میرے خواب کا ظہور ہو گیا۔ میرے رب نے اسے سچا کر دکھایا۔ اس کا انجام ظاہر ہو گیا۔ چنانچہ اور آیت میں قیامت کے دن کے لئے بھی یہی لفظ بولا گیا ہے ﴿يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ﴾ [2] پس یہ بھی اللہ کا مجھ پر ایک احسان عظیم ہے کہ اس نے میرے خواب کو سچا کر دکھایا اور جو میں نے سوتے سوتے دیکھا تھا' الحمدللہ مجھے جاگتے میں بھی اس نے دکھا دیا۔ اور احسان اس کا یہ بھی ہے کہ اس نے مجھے قید خانے سے نجات دی اور تم سب کو صحرا سے یہاں لا کر مجھ سے ملا دیا۔ آپ چونکہ جانوروں کو پالنے والے تھے' اس لئے عموماً بادیہ میں ہی قیام رہتا تھا' فلسطین بھی شام کے جنگلوں میں ہے اکثر اوقات پڑاؤ رہا کرتا تھا۔ کہتے ہیں یہ اولاج میں حسمی کے نیچے رہا کرتے تھے اور مویشی پالتے تھے' اونٹ بکریاں وغیرہ ساتھ ہی رہتی تھیں۔ [3]

پھر فرماتے ہیں اس کے بعد کہ شیطان نے ہم میں پھوٹ ڈلوا دی تھی' اللہ تعالیٰ جس کام کا ارادہ کرتا ہے' اس کے ویسے ہی اسباب مہیا کر دیتا ہے اور اسے آسان اور سہل کر دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں کو خوب جانتا ہے اپنے افعال' اقوال' قضاء وقدر' مختار و مراد میں وہ باحکمت ہے۔ سلیمان کا قول ہے کہ خواب کے دیکھنے اور اس کی تاویل کے ظاہر ہونے میں چالیس سال کا وقفہ تھا۔ عبداللہ بن شداد فرماتے ہیں خواب کی تعبیر کے واقع ہونے میں اس سے زیادہ زمانہ لگتا بھی نہیں یہ آخری مدت ہے۔ [4] حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ باپ بیٹے اسّی برس کے بعد ملے تم خیال تو کرو کہ زمین پر حضرت یعقوب علیہ السلام سے زیادہ اللہ کا کوئی محبوب بندہ نہ تھا۔ پھر بھی اتنی مدت انہیں فراق یوسف میں گزری' ہر وقت آنکھوں سے آنسو جاری رہتے اور دل میں غم کی موجیں اٹھتیں اور روایت میں ہے کہ یہ مدت تراسی سال کی تھی۔ فرماتے ہیں جب حضرت یوسف علیہ السلام کنویں میں ڈالے گئے اس وقت آپ کی عمر سترہ سال کی تھی۔ اسّی برس تک آپ باپ کی نظروں سے اوجھل رہے۔ پھر ملاقات کے بعد تیئیس برس زندہ رہے اور ایک سو بیس برس کی عمر میں انتقال کیا۔ بقول حضرت قتادہ رحمہ اللہ ترپین (۵۳) برس کے بعد باپ بیٹا ملے۔ ایک قول ہے کہ اٹھارہ سال ایک دوسرے سے دور رہے اور ایک قول ہے کہ چالیس سال کی جدائی رہی اور پھر مصر میں باپ سے ملنے کے بعد سترہ سال زندہ رہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنو اسرائیل جب مصر پہنچے ہیں ان کی تعداد صرف تریسٹھ کی تھی اور جب یہاں سے نکلے ہیں اس وقت ان کی تعداد ایک لاکھ ستر ہزار کی تھی۔ مسروق کہتے ہیں آنے کے وقت یہ مع مرد وعورت تین سو نوے تھے۔ عبداللہ بن شداد کا قول ہے کہ جب یہ لوگ آئے کل چھیاسی تھے مرد وعورت بوڑھے بچے سب ملا کر اور جب نکلے ہیں ان کی گنتی چھ لاکھ سے اوپر اوپر تھی۔

---

[1] [جمع الجوامع للسیوطی (۸۷۷) الدیلمی (۸۵۱۰) کنز العمال (۱۹۸۶۰)]

[2] [سورۃ الاعراف: آیت ۵۳]

[3] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۰۷/۷)]

[4] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۰۸/۷)]

رَبِّ قَدۡ اٰتَيۡتَنِيۡ مِنَ الۡمُلۡكِ وَ عَلَّمۡتَنِيۡ مِنۡ تَاۡوِيۡلِ الۡاَحَادِيۡثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۟ اَنۡتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنۡيَا وَ الۡاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيۡ مُسۡلِمًا وَّ اَلۡحِقۡنِيۡ بِالصّٰلِحِيۡنَ ﴿۱۰۱﴾

اے میرے پروردگار تو نے مجھے ملک عطا فرمایا اور تو نے مجھے خواب کی تعبیر سکھائی' اے آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا والی اور کارساز ہے' تو مجھے مسلمان مار اور نیکوں میں ملا دے ○

نبوت مل چکی' بادشاہت عطا ہوگئی' دکھ کٹ گئے' ماں باپ اور بھائی سب سے ملاقات ہوگئی تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ جیسے یہ دنیوی نعمتیں تو نے مجھ پر پوری کی ہیں' ان نعمتوں کو آخرت میں پوری فرما' جب بھی موت آئے تو اسلام پر اور تیری فرمانبرداری پر آئے اور میں نیک لوگوں میں ملا دیا جاؤں اور نبیوں اور رسولوں علیہم السلام میں بہت ممکن ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ دعا بوقت وفات ہو۔ جیسے کہ بخاری ومسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ انتقال کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی اٹھائی اور یہ دعا کی کہ اے اللہ رفیق اعلیٰ میں ملا دے۔ تین مرتبہ آپ نے یہی دعا کی۔ [1] ہاں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اس دعا کا مقصود یہ ہے کہ جب بھی وفات آئے اسلام پر آئے اور نیکوں میں مل جاؤں۔ یہ نہیں کہ اسی وقت آپ نے یہ دعا اپنی موت کے لئے کی ہو۔ اس کی بالکل وہی مثال ہے جو کوئی کسی کو دعا دیتے ہوئے کہتا ہے کہ اللہ تجھے اسلام پر موت دے۔ اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ ابھی ہی تجھے موت آ جائے۔ یا جیسے ہم مانگتے ہیں کہ اللہ ہمیں تیرے دین پر ہی موت آئے یا ہماری یہی دعا کہ اللہ مجھے اسلام پر مار اور نیک کاروں میں ملا اور اگر یہی مراد ہو کہ واقعی آپ نے اسی وقت موت مانگی تو ممکن ہے کہ یہ بات اس شریعت میں جائز ہو۔ چنانچہ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جب آپ کے تمام کام بن گئے' آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں' ملک' مال' عزت' آبرو' خاندان' برادری' بادشاہت سب مل گئے تو آپ کو صالحین کی جماعت میں پہنچنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کسی نبی نے سوائے حضرت یوسف علیہ السلام کے آپ سے پہلے موت طلب نہیں کی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہی سب سے پہلے اس دعا کے مانگنے والے ہیں' ممکن ہے اس سے مراد ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ ہو کہ اس دعا کو سب سے پہلے کرنے والے یعنی خاتمہ اسلام پر ہونے کی دعا کے سب سے پہلے مانگنے والے آپ ہی تھے۔ جیسے کے یہ دعا ﴿رَبِّ اغۡفِرۡ لِيۡ وَلِوَالِدَيَّ﴾ [2] سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام نے مانگی تھی۔ باوجود اس کے بھی اگر یہی کہا جائے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے موت کی ہی دعا کی تھی تو ہم کہتے ہیں ہوسکتا ہے کہ ان کے دین میں جائز ہو۔ ہمارے ہاں تو سخت ممنوع ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم میں سے کوئی کسی سختی اور ضرر سے گھبرا کر موت کی آرزو نہ کرے اگر اسے ایسی ہی تمنا کرنی ضروری ہے تو یوں کہے اے اللہ جب تک میری حیات تیرے علم میں میرے لئے بہتر ہے' مجھے زندہ رکھ اور جب

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب مرض النبی ووفاته (٤٤٣٨) صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابة: باب من فضائل عائشه (٢٤٤٤)]

[2] [سورة نوح: آیت ٢٨]

تیرے علم میں میری موت میرے لئے بہتر ہو مجھے موت دے دے۔ (1) بخاری و مسلم کی اسی حدیث میں ہے کہ تم میں سے کوئی کسی سختی کے نازل ہونے کی وجہ سے موت کی تمنا ہرگز نہ کرے اگر وہ نیک ہے تو اس کی زندگی اس کی نیکیاں بڑھائے گی اور اگر وہ بد ہے تو بہت ممکن ہے کہ زندگی میں کسی وقت توبہ کی توفیق ہو جائے بلکہ یوں کہے اے اللہ جب تک میرے لئے حیات بہتر ہے تو مجھے زندہ رکھ۔ (2) مسند احمد میں ہے ہم ایک مرتبہ حضور ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے آپ نے ہمیں وعظ ونصیحت کی اور ہمارے دل گرمائے۔ اس وقت ہم میں سب سے زیادہ رونے والے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے' روتے ہی روتے ان کی زبان سے نکل گیا کہ کاش کہ میں مرجاتا آپ نے فرمایا سعد! میرے سامنے موت کی تمنا کرتے ہو؟ تین مرتبہ یہی الفاظ دوہرائے پھر فرمایا اے سعد! اگر تو جنت کیلئے پیدا کیا گیا ہے تو جس قدر عمر بڑھے گی اور نیکیاں زیادہ ہوں گی' تیرے حق میں بہتر ہے۔ (3) مسند احمد میں ہے آپ فرماتے ہیں تم میں سے کوئی ہرگز ہرگز موت کی تمنا نہ کرے نہ اس کی دعا کرے اس سے پہلے کہ وہ آئے۔ ہاں اگر کوئی ایسا ہو کہ اسے اپنے اعمال کا وثوق اور ان پر یقین ہو۔ سنو تم میں سے جو مرتا ہے' اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں' مومن کے اعمال اس کی نیکیاں ہی بڑھاتے ہیں۔ (4) یہ یاد رہے کہ یہ حکم اس مصیبت میں ہے جو دنیوی ہو اور اسی کی ذات کے متعلق ہو۔ لیکن اگر فتنہ مذہبی ہو' مصیبت دینی ہو' تو موت کا سوال جائز ہے۔ جیسے کہ فرعون کے جادوگروں نے اس وقت دعا کی تھی جب کہ فرعون انہیں قتل کی دھمکیاں دے رہا تھا۔ کہ اللہ ہم کو صبر عطا کر اور ہمیں اسلام کی حالت میں موت دے۔ (5) اسی طرح حضرت مریم رضی اللہ عنہا جب دردِزہ سے گھبرا کر کھجور کے تنے تلے گئیں تو بے ساختہ منہ سے نکل گیا کہ کاش کہ میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی اور آج تو لوگوں کی زبان سے بھلا دی گئی ہوتی۔ (6) یہ آپ نے اس وقت فرمایا جب معلوم ہوا کہ لوگ انہیں زنا کی تہمت لگا رہے ہیں' اس لئے کہ آپ خاوند والی نہ تھیں اور حمل ٹھہر گیا تھا۔ پھر بچہ پیدا ہوا تھا اور دنیا نے شور مچایا کہ مریم بڑی بدعورت ہے' نہ ماں

---

(1) [صحیح: مسند احمد (۳/۱۰۱)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۱۰٤۱)]

(2) [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الدعوات: باب الدعاء بالموت والحياة (٦٣٥١) صحیح مسلم: كتاب الذكر والدعا: باب كراهة تمنى الموت (٢٦٨٠ ـ ٢٦٨٢) ابن ماجه: كتاب الزهد: باب ذكر الموت والاستعداد له (٤٢٦٥) ابوداؤد: كتاب الجنائز: باب فى كراهية تمنى الموت (٣١٠٨) نسائی: كتاب الجنائز: باب تمنى الموت (١٨٢٠) مسند احمد (٢/٥١٤)]

(3) [ضعیف: مسند احمد (٥/٢٦٧) طبرانی كبير (٧٨٧٠)] اس کی سند میں علی بن یزید اور قاسم بن عبدالرحمٰن راوی ضعیف ہیں۔ [مجمع الزوائد (١٧٥٤٤)] شیخ عبدالرزاق مہدی اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔]

(4) [صحیح بالشواهد: مسند احمد (۲/۳۵۰)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے صحیح کہتے ہیں۔]

(5) [سورة الاعراف: آیت ۱۲٦] (6) [سورة مريم: آیت ۲۳]

بری نہ باپ بدکار۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی مخلصی کردی اور آپ اپنے بندے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گہوارے میں زبان دی اور مخلوق کو زبردست معجزہ اور ظاہر نشان دکھا دیا۔

ایک حدیث میں ایک لمبی دعا کا ذکر ہے جس میں یہ جملہ بھی ہے کہ اللہ جب تو کسی قوم کے ساتھ فتنہ کا ارادہ کرے تو مجھے اس فتنے میں مبتلا کرنے سے پہلے ہی دنیا سے اٹھا لے۔ [1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دو چیزوں کو انسان اپنے دل میں برا جانتا ہے' موت کو برا جانتا ہے اور موت مومن کے لئے فتنے سے بہتر ہے۔ مال کی کمی کو انسان اپنے دل میں برائی خیال کرتا ہے حالانکہ مال کی کمی حساب کی کمی ہے [2] الغرض دینی فتنوں کے وقت طلب موت جائز ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے آخری زمانے میں جب دیکھا کہ لوگوں کی شرارتیں کسی طرح ختم نہیں ہوتیں اور کسی طرح اتفاق نصیب نہیں ہوتا تو دعا کی الٰہ العالمین مجھے اب تو اپنی طرف قبض کر لے۔ یہ لوگ مجھ سے اور میں ان سے تنگ آ چکا ہوں۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ پر بھی جب فتنوں کی زیادتی ہوئی اور دین کا سنبھالنا مشکل ہو پڑا اور امیر خراسان کے ساتھ بڑے معرکے پیش آئے تو آپ نے جناب باری سے دعا کی کہ اللہ اب مجھے اپنے پاس بلا لے۔ ایک حدیث میں ہے کہ فتنوں کے زمانوں میں انسان قبر کو دیکھ کر کہے گا کاش کہ میں اس جگہ ہوتا [3] کیونکہ فتنوں' بلاؤں' زلزلوں اور سختیوں نے ہر ایک مفتون کو فتنے میں ڈال رکھا ہوگا۔

ابن جریر میں ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے ان بیٹوں کیلئے جن سے بہت سے قصور سرزد ہو چکے تھے۔ استغفار کیا اللہ تعالیٰ نے ان کا استغفار قبول کیا اور انہیں بخش دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سارا خاندان مصر میں جمع ہو گیا تو برادران یوسف نے ایک روز آپس میں کہا کہ ہم نے ابا جی کو جتنا ستایا ہے ظاہر ہے' ہم نے بھائی یوسف پر جو ظلم توڑے ہیں' ظاہر ہیں۔ اب گو یہ دونوں بزرگ ہمیں کچھ نہ کہیں اور ہماری خطا سے درگزر فرمائیں۔ لیکن کچھ خیال بھی ہے کہ اللہ کے ہاں ہماری کیسی درگت بنے گی؟ آخر یہ ٹھہری کہ آؤ ابا جی کے پاس چلیں اور ان سے التجائیں کریں۔ چنانچہ سب مل کر آپ کے پاس آئے۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام بھی باپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' آتے ہی انہوں نے بیک زبان کہا کہ حضور ہم آپ کے پاس ایک اہم امر کیلئے آج آئے ہیں کہ اس سے پہلے کبھی ایسے اہم کام کیلئے آپ کے پاس نہیں آئے تھے' ابا جی اور اے بھائی صاحب ہم اس وقت ایسی مصیبت میں مبتلا ہیں اور ہمارے دل اس وقت کپکپا رہے ہیں کہ آج سے پہلے ہماری ایسی حالت کبھی

---

[1] [صحیح : ترمذی : كتاب التفسير : باب ومن سورة صٓ (٣٢٣٥) مسند احمد (٢٤٣/٥)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی، مختصر العلو (١١٩)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [صحیح : مسند احمد (٤٢٧/٥) بغوی فی شرح السنة (٤٠٦٦/١٤) مجمع الزوائد (٢٠٧/١٠)] شیخ البانیؒ نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ [الصحيحة (٨١٣/٢)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح : صحيح بخارى : كتاب الفتن : باب لا تقوم الساعة حتى يغبط اهل القبور (٧١١٥)]

نہیں ہوئی۔ الغرض کچھ اس طرح نرمی اور لجاجت کی کہ دونوں بزرگوں کا دل بھر آیا ظاہر ہے کہ انبیاء کے دلوں میں تمام مخلوق سے زیادہ رحم اور نرمی ہوتی ہے۔ پوچھا کہ آخر تم کیا کہتے ہو اور ایسی تم پر کیا بپتا پڑی ہے؟ سب نے کہا آپ کو خوب معلوم ہے کہ ہم نے آپ کو کس قدر ستایا' ہم نے بھائی پر کیسے ظلم وستم ڈھائے؟ دونوں نے کہا ہاں معلوم ہے پھر؟ کہا گیا یہ درست ہے کہ آپ دونوں نے ہماری تقصیر معاف فرمادی؟ کہا ہاں بالکل درست ہے۔ ہم دل سے معاف کر چکے۔ تب لڑکوں نے کہا' آپ کا معاف کر دینا بھی بے سود ہے۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف نہ کر دے۔ پوچھا اچھا پھر مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ جواب دیا یہی کہ آپ ہمارے لئے اللہ سے بخشش طلب فرمائیں' یہاں تک کہ بذریعہ وحی آپ کو معلوم ہو جائے کہ اللہ نے ہمیں بخش دیا تو البتہ ہماری آنکھوں میں نور اور دل میں سرور آ سکتا ہے ورنہ ہم تو دونوں جہاں سے گئے گزرے۔ اس وقت آپ کھڑے ہو گئے' قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے' بڑے خشوع وخضوع سے جناب باری میں گڑگڑا کر دعائیں شروع کیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام دعا کرتے تھے' حضرت یوسف علیہ السلام آمین کہتے تھے' کہتے ہیں کہ بیس سال تک دعا مقبول نہ ہوئی۔ آخر بیس سال تک جب کہ بھائیوں کا خون اللہ کے خوف سے خشک ہونے لگا' تب وحی آئی اور قبولیت دعا اور بخشش فرزندان کی بشارت سنائی گئی بلکہ یہ بھی فرمایا گیا کہ اللہ کا وعدہ ہے کہ تیرے بعد نبوت بھی انہیں ملے گی۔ [1] یہ قول حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ہے اور اس میں دو راوی ضعیف ہیں یزید رقاشی' صالح مری۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی موت کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو وصیت کی کہ مجھے ابراہیم علیہ السلام کی جگہ میں دفن کرنا۔ چنانچہ بعد از انتقال آپ نے یہ وصیت پوری کی اور ملک شام کی زمین میں آپ کو آپ کے باپ دادا کے پاس دفن کیا۔ (علیہم الصلاۃ والسلام)

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ۝ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَمَا تَسْـَٔــلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ ع

یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جس کی ہم تیری طرف وحی کر رہے ہیں' تو تو ان کے پاس نہ تھا جب کہ انہوں نے اپنی بات ٹھان لی تھی اور وہ فریب کرنے لگے تھے ○ گو تو لاکھ چاہے لیکن اکثر لوگ ایماندار نہ ہوں گے ○ تو ان سے اس پر کوئی اجرت طلب نہیں کر رہا' یہ تو تمام دنیا کے لئے نری نصیحت ہی ہے ○

حضرت یوسف علیہ السلام کا تمام وکمال قصہ بیان فرما کر کہ کس طرح بھائیوں نے ان کے ساتھ برائی کی اور کس طرح ان کی جان تلف کرنی چاہی اور اللہ نے انہیں کس طرح بچایا اور کس طرح اوج وترقی پر پہنچایا اب اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ یہ اور اس جیسی اور چیزیں سب ہماری طرف سے تمہیں دی جاتی ہیں تاکہ لوگ ان سے

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۳۰۹)]

نصیحت حاصل کریں اور آپ کے مخالفین کی بھی آنکھیں کھلیں اوران پر ہماری حجت قائم ہو جائے تو اس وقت ان کے پاس تھوڑے ہی تھا۔ جب وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کھلا داؤ کر رہے تھے۔ کنویں میں ڈالنے کیلئے مستعد ہو گئے تھے۔ صرف ہمارے بتانے سکھانے سے تجھے یہ واقعات معلوم ہوئے۔ جیسے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے قصے کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد ہوا ہے کہ جب وہ قلمیں ڈال رہے تھے کہ مریم کو کون پالے تو اس وقت ان کے پاس نہ تھا۔ (۱) الخ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں بھی اس قسم کا ارشاد فرمایا ہے کہ بجانب مغرب جب موسیٰ علیہ السلام کو ہم اپنی باتیں سمجھا رہے تھے تو وہاں نہ تھا۔ (۲) اسی طرح اہل مدین کا معاملہ بھی تجھ سے پوشیدہ ہی تھا۔ ملاء اعلیٰ کی آپس کی گفتگو میں تو موجود نہ تھا۔ یہ سب ہماری طرف سے بذریعہ وحی تجھے بتایا گیا یہ کھلی دلیل ہے تیری رسالت ونبوت کی کہ گزشتہ واقعات تو اس طرح کھول کھول کر لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے کہ گویا تو نے آپ بچشم خود دیکھے ہیں اور تیرے سامنے ہی گزرے ہیں۔ پھر یہ واقعات نصیحت وعبرت، حکمت وموعظت سے پر ہیں، جن سے انسانوں کی دین ودنیا سنور سکتی ہے۔ باوجود اس کے بھی اکثر لوگ ایمان سے کورے رہ جاتے ہیں گو تو لاکھ چاہے کہ یہ مومن بن جائیں اور آیت میں ہے ﴿وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (۳) اگر تو انسانوں کی اکثریت کی اطاعت کرے گا تو وہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا اور بھٹکا دیں گے۔ بہت سے واقعات کے بیان کے بعد ہر ایک واقعہ کے ساتھ قرآن نے فرمایا ہے کہ گو اس میں بڑا زبردست نشان ہے لیکن پھر بھی اکثر لوگ ماننے والے نہیں۔ (۴) آپ جو کچھ بھی جفاکشی کر رہے ہیں اور اللہ کی مخلوق کو راہ حق دکھا رہے ہیں، اس میں آپ کا اپنا دنیوی نفع ہرگز مقصود نہیں، آپ ان سے کوئی اجرت اور کوئی بدلہ نہیں چاہتے بلکہ یہ صرف اللہ کی رضا جوئی کیلئے مخلوق کے نفع کیلئے ہے۔ یہ تو تمام جہان کیلئے سراسر ذکر ہے کہ وہ راہ راست پائیں نصیحت حاصل کریں عبرت پکڑیں ہدایت ونجات پائیں۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ۝۱۰۵ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۝۱۰۶ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۰۷

آسمانوں اور زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں جن سے یہ منہ موڑے گزر جاتے ہیں ○ ان میں سے اکثر لوگ باوجود اللہ پر ایمان رکھنے کے بھی مشرک ہی ہیں ○ کیا وہ اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان کے پاس اللہ کے عذابوں میں سے کوئی عذاب آ جائے یا ان پر اچانک قیامت ٹوٹ پڑے اور وہ محض بے خبر ہی ہوں؟ ○

بیان ہو رہا ہے کہ قدرت کی بہت سی نشانیاں، وحدانیت کی بہت سی گواہیاں، دن رات ان کے سامنے ہیں، پھر بھی اکثر لوگ نہایت بے پرواہی اور سبک سری سے ان میں کبھی غور وفکر نہیں کرتے۔ کیا یہ اتنا وسیع آسمان، کیا یہ اس

(۱) [سورة آل عمران: آيت ٤٤]
(۲) [سورة القصص: آيت ٤٤]
(۳) [سورة الانعام: آيت ١١٦]
(۴) [سورة الشعراء: آيت ٨]

قدر پھیلی ہوئی زمین' کیا یہ روشن ستارے' یہ گردش والا سورج' چاند' یہ درخت اور پہاڑ' یہ کھیتیاں اور سبزیاں' یہ تلاطم برپا کرنے والے سمندر' یہ بزور چلنے والی ہوائیں' یہ مختلف قسم کے رنگارنگ میوے' یہ الگ الگ غلے اور قدرت کی بے شمار نشانیاں ایک عقل مند کو اس قدر بھی کام نہیں آ سکتیں؟ کہ وہ ان سے اپنے اللہ کی جو احد ہے' صمد ہے' فرد ہے' واحد ہے' لاشریک ہے' قادر وقیوم ہے' باقی اور کافی ہے اس ذات کو پہچان لیں اور اس کے ناموں اور صفتوں کے قائل ہو جائیں؟ بلکہ ان میں سے اکثریت کی ذہنیت تو یہاں تک بگڑ چکی ہے کہ اللہ پر ایمان ہے پر شرک سے دست برداری نہیں۔ آسمان وزمین پہاڑ اور درخت' انسان اور جن کا خالق اللہ کو مانتے ہیں۔ لیکن پھر بھی اس کے سوا دوسروں کو اس کے ساتھ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ یہ مشرکین حج کو آتے ہیں' احرام باندھ کر لبیک پکارتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ تیرا کوئی شریک نہیں' جو بھی شریک ہیں' ان کا خود مالک بھی تو ہے اور ان کی ملکیت کا مالک بھی تو ہے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ جب وہ اتنا کہتے ہیں کہ ہم حاضر ہیں الٰہی تیرا کوئی شریک نہیں تو آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں بس بس' یعنی اب آگے کچھ نہ کہو۔ [1] فی الواقع شرک ظلم عظیم ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کی بھی عبادت کی جائے۔ بخاری ومسلم میں ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسالت پناہ ﷺ سے سوال کیا کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ تیرا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا حالانکہ اسی اکیلے نے تجھے پیدا کیا ہے۔ [2] اسی طرح اسی آیت کے تحت میں منافقین بھی داخل ہیں۔ ان کے عمل اخلاص والے نہیں ہوتے بلکہ وہ ریا کار ہوتے ہیں اور ریا کاری بھی شرک ہے۔ قرآن کا فرمان ہے ﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ﴾ [3] الخ' منافق اللہ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں حالانکہ اللہ کی طرف سے خود دھوکے میں ہیں۔ یہ نماز کو بڑے ہی سست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں' صرف لوگوں کو دکھانا مقصود ہوتا ہے ذکر اللہ تو برائے نام ہوتا ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ بعض شرک بہت ہلکے اور پوشیدہ ہوتے ہیں خود کرنے والے کو بھی پتہ نہیں چلتا۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ایک بیمار کے پاس گئے' اس کے بازو پر ایک دھاگا بندھا ہوا دیکھ کر آپ نے اسے توڑ دیا اور یہی آیت پڑھی کہ ایماندار ہوتے ہوئے بھی مشرک بنتے ہو؟ حدیث شریف میں ہے اللہ کے سوا دوسرے کے نام کی جس نے قسم کھائی وہ مشرک ہو گیا۔ ملاحظہ ہو ترمذی شریف۔ [4] حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ جھاڑ پھونک

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الحج: باب التلبية وصفتها ووقتها (١١٨٥)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب فلا تجعلوا لله انداد (٤٤٧٧) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب بیان کون الشرك اقبح الذنوب (٨٦)]

[3] [سورة النسآء: آیت ١٤٢]

[4] [صحیح: ترمذی: کتاب الایمان والنذور (١٥٣٥) ابوداؤد: کتاب الایمان والنذور: باب فی کراهية الحلف بالآباء (٣٢٥١) مستدرك حاکم (١/١٨) مسند طیالسی (١٨٩٦) مسند احمد (٢/٣٤) عبد الرزاق (١٥٩٢٦) ابن حبان (٤٣٥٨)] شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلة الصحیحة (٢٠٤٢) ارواء الغلیل (٢٥٦١) صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور مولانا مبشر احمد ربانی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

ڈورے دھاگے اور جھوٹے تعویذ شرک ہیں۔ [1] اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو توکل کے باعث سب سختیوں سے دور کر دیتا ہے۔ [2] (ابوداؤد وغیرہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی صاحبہ فرماتی ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی عادت تھی، جب کبھی باہر سے آتے زور سے کھنگھارتے، تھوکتے کہ گھر والے سمجھ جائیں اور آپ انہیں کسی ایسی حالت میں نہ دیکھ پائیں کہ برا لگے۔ ایک دن اسی طرح آپ آئے اس وقت میرے پاس ایک بڑھیا تھی جو بوجہ بیماری کے مجھ پر دم جھاڑ کرنے آئی تھی میں نے آپ کی کھنگھار کی آواز سنتے ہی اس کو چارپائی تلے چھپا دیا آپ آئے میرے پاس میری چارپائی پر بیٹھ گئے اور میرے گلے میں دھاگا دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا اس میں دم کرا کے میں نے باندھ لیا ہے۔ آپ نے اسے پکڑ کر توڑ دیا اور فرمایا عبداللہ کا گھر شرک سے بے نیاز ہے۔ خود میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جھاڑ پھونک تعویزات اور ڈور و دھاگے شرک ہیں۔ میں نے کہا یہ آپ کیسے فرماتے ہیں میری آنکھ دکھ رہی ہوتی تھی، میں فلاں یہودی کے پاس جایا کرتی تھی، وہ دم جھاڑ کر دیتا تھا، آپ نے فرمایا تیری آنکھ میں شیطان چوکا مارا کرتا تھا اور اس کی پھونک سے وہ رک جایا کرتا تھا تجھے یہ کافی تھا کہ تو وہ کہتی جو رسول اللہ ﷺ نے سکھایا ہے ﴿اَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ اشْفِ اَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا﴾ (مسند احمد) [3] مسند احمد کی اور حدیث میں عیسیٰ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عکیم بیمار پڑے۔ ہم ان کی عیادت کیلئے گئے، ان سے کہا گیا کہ آپ کوئی ڈور و دھاگا لٹکا لیں تو اچھا ہو آپ نے فرمایا ڈور و دھاگا لٹکاؤں؟ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے جو شخص جو چیز لٹکائے وہ اسی کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ [4] مسند احمد میں ہے جو شخص کوئی ڈورا دھاگا لٹکائے اس نے شرک کیا۔ ایک روایت میں

---

[1] [صحیح : ابن ماجه : كتاب الطب : باب تعليق التمائم (٣٥٣٠) ابوداؤد : كتاب الطب : باب في تعليق التمائم (٣٨٨٣)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[السلسلة الصحيحة (٣٣١)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

[2] [صحیح : ابوداؤد : كتاب الطب : باب في الطيرة (٣٩١٠) ابن ماجه : كتاب الطب : باب من كان يعجبه الفال ويكره الطير (٣٥٣٨) ترمذى : كتاب السير : باب ماجآء فى الطيرة (١٦١٤) صحيح ابن حبان (٦٠٩٠) بغوى فى شرح السنة (٣٢٤٠) مسند احمد (٣٨١/١)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحيح ابوداود ، السلسلة الصحيحة (٤٣٠)]

[3] [حسن بالشواهد: مسند احمد (٣١٠/٤) مستدرك حاكم (٢١٦/٤)] بغوى فى شرح السنة (١٦٠/١٢)] شیخ البانیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔[غاية المرام (٢٩٧)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے حسن کہتے ہیں۔]

[4] [صحیح : ترمذى : كتاب الطب : باب ماجآء فى كراهية التعليق (٢٠٧٢) مستدرك حاكم (٢١٦/٤) مسند ابو يعلى (١٧٥٩/٣) طبرانى كبير (٨٢٠/١٧) شرح معانى الآثار (٣٢٥/٤) مسند احمد (٢١١/٤)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔ امام ہیثمیؒ اس کے راویوں کو ثقہ کہتے ہیں۔[مجمع الزوائد (١٠٦/٥)] امام منذریؒ نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔[الترغيب (٣٠٦/٤)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحيح ترمذى ، غاية المرام (٢٩٧)]

ہے جو شخص ایسی کوئی چیز لٹکائے' اللہ اس کا کام پورا نہ کرے اور جو شخص اسے لٹکائے اللہ اسے لٹکا ہوا ہی رکھے۔ ① ایک حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں تمام شریکوں سے بے نیاز اور بے پرواہ ہوں جو شخص اپنے کسی کام میں میرا کوئی شریک ٹھہرائے میں اسے اور اس کے شریک کو چھوڑ دیتا ہوں۔ (مسلم) ② مسند احمد میں ہے قیامت کے دن جب کہ اول آخر سب جمع ہوں گے' اللہ کی طرف سے ایک منادی ندا کرے گا کہ جس نے اپنے عمل میں شرک کیا ہے' وہ اس کا ثواب اپنے شریک سے طلب کرلے' اللہ تعالیٰ تمام شرکاء سے بڑھ کر شرک سے بے نیاز ہے۔ ③ مسند احمد میں آپ فرماتے ہیں مجھے تم پر سب سے زیادہ ڈر چھوٹے شرک کا ہے' لوگوں نے کہا وہ کیا ہے؟ فرمایا ریاکاری' قیامت کے دن لوگوں کو جزائے اعمال دی جائے گی۔ اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا اے ریاکارو! تم جاؤ اور جن کے دکھانے سنانے کیلئے تم نے عمل کئے تھے' انہیں سے اپنے اجر طلب کرو اور دیکھو وہ دیتے ہیں یا نہیں؟ ④ مسند احمد میں ہے آپ فرماتے ہیں جو شخص کوئی بدشگونی لے کر اپنے کام سے لوٹ جائے وہ مشرک ہو گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر اس کا کفارہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہنا ﴿اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُكَ وَلَا طَيْرَ اِلَّا طَيْرُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ﴾ ⑤ یعنی اے اللہ سب بھلائیاں سب نیک شگون تیرے ہی ہاتھ میں ہیں' تیرے سوا کوئی بھلائیوں اور نیک شگونیوں والا نہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا لوگو! شرک سے بچو وہ تو چیونٹی کی چال سے زیادہ پوشیدہ چیز ہے' اس پر حضرت عبداللہ بن حزن اور حضرت قیس بن مضارب کھڑے ہو گئے اور کہا یا تو آپ اس کی دلیل پیش کیجئے یا ہم جائیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آپ کی شکایت کریں۔ آپ نے فرمایا لو دلیل لو۔ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک

---

① [اسنادہ قوی: مسند احمد (١٥٤/٤) مستدرك حاكم (٤١٧/٤) طبرانى كبير (٨٢٠/١٧) مجمع الزوائد (١٠٣/٥)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو قوی کہتے ہیں۔[الموسوعة الحديثية (١٧٤٢٢)]

② [صحیح: صحيح مسلم: كتاب الزهد: باب تحريم الرياء (٢٩٨٥) ابن ماجه: كتاب الزهد: باب الرياء والسمعة (٤٢٠٢)]

③ [حسن بالشواهد: مسند احمد (٤٦٦/٣) ابن ماجه: كتاب الزهد: باب الرياء والسمعة (٤٢٠٣) ترمذى: كتاب التفسير: باب ومن سورة الكهف (٣١٥٤) طبرانى كبير (٧٧٨/٢٢) بيهقى فى شعب الايمان (٦٨١٧/٥)] امام ابن مدینیؒ اس کی سند کو صالح کہتے ہیں۔[كما فى الاصابة لابن حجر (٨٦/٤)] امام ابن حبانؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[ابن حبان (٤٠٤/٢)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

④ [صحیح بالشواهد: مسند احمد (٤٢٨/٥) مجمع الزوائد (١٠٧/١) بيهقى فى شعب الايمان (٦٨٣١)] امام منذریؒ اور شیخ البانیؒ اس کی سند کو جید کہتے ہیں۔[الترغيب (٦٨/١) السلسلة الصحيحة (٩٥١/٢)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو جید کہتے ہیں۔]

⑤ [حسن بالشواهد: مسند احمد (٢٢٠/٢) شرح السنة (٤١٣٥/١٤) مجمع الزوائد (١٠٥/٥)] شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔[السلسلة الصحيحة (١٠٦٥)]

دن خطبہ سنایا اور فرمایا لوگو! شرک سے بچو وہ تو چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے پس کسی نے آپ سے پوچھا کہ پھر اس سے بچاؤ کیسے ہوسکتا ہے؟ فرمایا یہ دعا پڑھا کرو ﴿اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ اَنْ نُشْرِكَ بِكَ شَيْئاً نَعْلَمُهٗ وَنَسْتَغْفِرُكَ مِمَّا لَا نَعْلَمُ﴾ [1] ایک اور روایت میں ہے کہ یہ سوال کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے پوچھا تھا کہ یارسول اللہ ﷺ شرک تو یہی ہے کہ اللہ کے ساتھ دوسرے کو پکارا جائے۔ اس حدیث میں دعا کے الفاظ یہ ہیں ﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اُشْرِكَ بِكَ وَاَنَا اَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُكَ مِمَّا لَا اَعْلَمُ﴾ (مسند ابویعلی) [2]

ابوداؤد میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی دعا سکھایئے جسے میں صبح اور شام سوتے وقت پڑھا کروں تو آپ نے فرمایا یہ دعا پڑھ ﴿اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ الشَّهَادَةِ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَّ مَلِيْكَهٗ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهٖ﴾ [3] ایک روایت میں ہے کہ مجھے حضور ﷺ نے یہ دعا پڑھنی سکھائی اس کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں ﴿وَاَنْ اَقْتَرِفَ عَلٰى نَفْسِيْ سُوْءً اَوْ اَجُرَّهٗ اِلٰى مُسْلِمٍ﴾ [4] فرمان ہے کہ کیا ان مشرکوں کو اس بات کا خوف نہیں ہے کہ اگر اللہ کو منظور ہو تو چاروں طرف سے عذاب الٰہی انہیں اس طرح آگھیرے کہ انہیں پتہ بھی نہ چلے۔ جیسے ارشاد ہے ﴿اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ﴾ [5] الخ، مکاریاں اور برائیاں کرنے والے کیا اس بات سے نڈر ہو گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے یا ایسی جگہ سے عذاب لا دے کہ انہیں شعور بھی نہ ہو یا انہیں لیٹتے بیٹھتے ہی پکڑ لے یا ہوشیار کر کے تھام لے۔ اللہ کسی بات میں عاجز نہیں، یہ تو

---

[1] [حسن لغیرہ: مسند احمد (٤/٤٠٣) التاریخ الکبیر للبخاری (٩/٥٨) ابن ابی شیبۃ (١٠/٣٣٨) مجمع الزوائد (١٠/٢٢٣) الترغیب والترہیب (١/٧٦)] شیخ البانی رحمہ اللہ اسے حسن لغیرہ کہتے ہیں۔ [صحیح الترغیب (٣٦)]

[2] [ضعیف: مسند ابو یعلی (٦٠) ابن السنی فی عمل الیوم واللیلۃ (٢٨١)] اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم راوی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح: مسند احمد (١/٩) مسند طیالسی (٢٥٨٢) مستدرک حاکم (١/٥١٣) ابوداؤد: کتاب الادب: باب مایقول اذا اصبح (٥٠٦٧) ترمذی: کتاب الدعوات: باب منه (٣٣٩٢)] امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ابوداود، السلسلۃ الصحیحۃ (٢٧٥٣)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

[4] [صحیح بالشواھد: مسند احمد (١/١٤) ترمذی (٣٥٢٦) ابوداود (٥٠٨٣) طبرانی کبیر (٣/٣٤٥٠)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (٦٨٥١)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [السلسلۃ الصحیحۃ (٢٧٦٣) صحیح الکلم الطیب (٩/٢٢)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس نے اسے شواہد کی بنا پر صحیح کہا ہے۔]

[5] [سورۃ النحل: آیت ٤٥، ٤٧]

صرف اس کی رحمت و رافت ہے کہ گناہ کریں اور پھلیں پھولیں۔ فرمان اللہ ہے کہ بستیوں کے گنہگار اس بات سے بے خطر ہو گئے ہیں کہ ان کے پاس راتوں کو ان کے سوتے ہوئے ہی عذاب آ جائیں یا دن دہاڑے بلکہ ہنستے کھیلتے [illegible] (1)

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝١٠٨

تو کہہ میری راہ یہی ہے کہ اللہ کی طرف میں اور میرے فرمانبردار بلا رہے ہیں پورے یقین اور اعتماد کے بعد اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں نہیں ○

توحید کی دعوت: اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو جنہیں تمام جن وانس کی طرف بھیجا گیا ہے، حکم دیتا ہے کہ لوگوں کو خبر کر دو کہ میرا مسلک، میرا طریق، میری سنت یہ ہے کہ اللہ کی وحدانیت کی دعوت عام کر دوں۔ پورے یقین و دلیل اور بصیرت کے ساتھ۔ میں اس طرف سب کو بلا رہا ہوں میرے جتنے پیرو ہیں، وہ بھی اسی طرف سب کو بلا رہے ہیں، شرعی، نقلی اور عقلی دلیلوں کے ساتھ اس طرف دعوت دیتے ہیں ہم اللہ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں، اس کی تعظیم و تقدیس، تسبیح و تہلیل بیان کرتے ہیں، اسے شریک سے، نظیر سے، عدیل سے، مشیر سے اور ہر طرح کی کمی اور کمزوری سے پاک جانتے ہیں، نہ اس کی اولاد مانیں، نہ بیوی، نہ ساتھی، نہ ہم جنس۔ وہ ان تمام بری باتوں سے پاک اور بلند و بالا ہے۔ آسمان و زمین اور ان کی ساری مخلوق اس کی حمد و تسبیح کر رہی ہے لیکن لوگ ان کی تسبیح سمجھتے نہیں، اللہ بڑا ہی حلیم اور غفور ہے۔ (2)

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝١٠٩

تجھ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے ہیں سب شہری مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی نازل فرماتے گئے، کیا زمین میں کبھی چل پھر کر انہوں نے دیکھا نہیں کہ ان سے پہلے کے لوگوں کے ساتھ کیا انجام ہوا؟ یقیناً آخرت کا گھر پرہیزگاروں کیلئے بہت ہی بہتر ہے، کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے ○

پیغمبر صرف مرد ہی: بیان فرماتا ہے کہ رسول اور نبی مرد ہی بنتے رہے ہیں نہ کہ عورتیں جمہور اہل اسلام کا یہی قول ہے کہ نبوت عورتوں کو کبھی نہیں ملی۔ اس آیت کریمہ کا سیاق بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن بعض کا قول ہے کہ خلیل اللہ کی بیوی حضرت سارہ، موسیٰ کی والدہ اور عیسیٰ کی والدہ مریم بھی نبیہ تھیں۔ ملائکہ نے حضرت سارہ کو ان کے

(1) [سورۃ الاعراف: آیت ۹۷-۹۸] (2) [الاسراء: ٤٤]

لڑکے اسحاق اور پوتے یعقوب کی بشارت دی۔ موسیٰ کی ماں کی طرف انہیں دودھ پلانے کی وحی ہوئی۔ [1] مریم کو حضرت عیسیٰ کی بشارت فرشتے نے دی۔ فرشتوں نے مریم سے کہا اللہ نے تجھے پسندیدہ پاک اور برگزیدہ کر لیا ہے۔ تمام جہاں کی عورتوں پر۔ اے مریم اپنے رب کی فرمانبرداری کرتی رہ، اس کیلئے سجدے اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔ [2] اس کا جواب یہ ہے کہ اتنا تو ہم مانتے ہیں، جتنا قرآن نے بیان فرمایا۔ لیکن اس سے ان کی نبوت ثابت نہیں ہوتی۔ صرف اتنا فرمان یا اتنی بشارت یا اتنے حکم کسی کی نبوت کیلئے دلیل نہیں۔ اہل سنت والجماعت کا اور سب کا مذہب یہ ہے کہ عورتوں میں سے کوئی نبوت والی نہیں۔ ہاں ان میں صدیقات ہیں جیسے کہ سب سے اشرف وافضل عورت حضرت مریم کی نسبت قرآن نے فرمایا ہے ﴿وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ﴾ [3] پس اگر وہ نبی ہوتیں تو اس مقام میں وہی مرتبہ بیان کیا جاتا۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ زمین کے رہنے والے انسان ہی نبی ہوتے رہے نہ کہ آسمان سے کوئی فرشتہ اترتا ہو۔ چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِى الْاَسْوَاقِ﴾ [4] یعنی تجھ سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے وہ سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں آمدورفت بھی رکھتے تھے۔ وہ ایسے نہ تھے کہ کھانا کھانے سے پاک ہوں، نہ ایسے تھے کہ کبھی مرنے والے ہی نہ ہوں، ہم نے ان سے اپنے وعدے پورے کئے، اور انہیں اور ان کے ساتھ جنہیں ہم نے چاہا نجات دی اور مسرف لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ [5] اسی طرح اور آیت میں ہے ﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ﴾ [6] الخ، یعنی میں کوئی پہلا رسول تو نہیں؟ الخ، یاد رہے کہ اہل قریٰ سے مراد اہل شہر ہیں نہ کہ بادیہ نشین وہ تو بڑے کج طبع اور بد اخلاق ہوتے ہیں، مشہور و معروف ہے کہ شہری نرم طبع اور خوش خلق ہوتے ہیں اسی طرح بستیوں سے دور والے بڑے کنارے رہنے والے بھی عموماً ایسے ہی ٹیڑھے ترچھے ہوتے ہیں۔ قرآن فرماتا ہے ﴿اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا﴾ [7] الخ، جنگلوں کے رہنے والے بدکفر و نفاق میں بہت سخت ہیں۔ قتادہ بھی یہی مطلب بیان فرماتے ہیں کیونکہ شہریوں میں علم وعمل زیادہ ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ بادیہ نشین اعراب میں سے کسی نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا کہ آپ نے اسے بدلہ دیا لیکن اسے اس نے بہت کم سمجھا، آپ نے اور دیا اور دیا یہاں تک کہ اسے خوش کر دیا۔ پھر فرمایا میرا تو جی چاہتا ہے کہ قریش کے سوا انصاری ثقفی اور دوسی لوگوں کے اوروں کا تحفہ قبول ہی نہ کروں۔ [8] ایک حدیث

---

[1] [القصص: ۷] [2] [آل عمران: ۴۲، ۴۳] [3] [المائدہ: ۷۵]

[4] [الفرقان: ۲۰] [5] [الانبیاء: ۸، ۹] [6] [سورۃ الاحقاف: آیت ۹]

[7] [سورۃ التوبۃ: آیت ۹۷]

[8] [صحیح: مسند احمد (۲۶۸۷) ترمذی: کتاب المناقب: باب فی ثقیف و بنی حنیفۃ (۳۹۴۵) ابوداود (۳۵۳۷) نسائی (۳۷۵۹) بزار فی کشف الاستار (۱۹۳۸) صحیح ابن حبان (۶۳۸۴) طبرانی کبیر (۱۰۸۹۷)] حافظ عراقیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [تخریج الاحیاء (۴۴۲/۸)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [تخریج الظلال (ص: ۴۸۰)] شیخ شعیب ارناؤوط، حافظ زبیر علی زئی اور شیخ عبدالرزاق مہدی بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

میں ہے حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ وہ مومن جو لوگوں سے ملے جلے اور ان کی ایذاؤں پر صبر کرے وہ اس سے بہتر ہے جو نہ ان سے ملے جلے نہ ان کی ایذاؤں پر صبر کرے۔ (۱)

یہ جھٹلانے والے کیا ملک میں چلتے پھرتے نہیں؟ کہ اپنے سے پہلے کے جھٹلانے والوں کی حالتوں کو دیکھیں اور ان کے انجام پر غور کریں؟ جیسے فرمان ہے ﴿اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ یَّعْقِلُوْنَ بِهَا﴾ (۲) الخ، یعنی کیا انہوں نے زمین کی سیر نہیں کی کہ ان کے دل سمجھدار ہوتے' الخ ان کے کان سن لیتے' ان کی آنکھیں دیکھ لیتیں کہ ان جیسے گنہگاروں کا کیا حشر ہوتا رہا ہے؟ وہ نجات سے محروم رہتے ہیں۔ عتاب الٰہی انہیں غارت کر دیتا ہے۔ عالم آخرت ان کیلئے بہت ہی بہتر ہے جو احتیاط سے زندگی گزار دیتے ہیں۔ یہاں بھی نجات پاتے ہیں اور وہاں بھی اور وہاں کی نجات یہاں کی نجات سے بہت ہی بہتر ہے۔ وعدہ الٰہی ہے ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا﴾ (۳) ہم اپنے رسولوں کی اور ان پر ایمان لانے والوں کی اس دنیا میں بھی مدد فرماتے ہیں اور قیامت کے دن بھی ان کی امداد کریں گے' اس دن گواہ کھڑے ہوں گے' ظالموں کے عذر بے سود رہیں گے' ان پر لعنت برسے گی اور ان کیلئے برا گھر ہوگا۔ گھر کی اضافت آخرت کی طرف کی۔ جیسے صلوٰۃ اولیٰ اور مسجد جامع اور عام اول اور بارحتہ الاولی اور یوم الخمیس میں ایسی ہی اضافت ہے۔ عربی شعروں میں بھی یہ اضافت بکثرت آئی ہے۔

حَتّٰٓی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّیَ
مَنْ نَّشَآءُ ۭ وَلَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۱۰﴾

یہاں تک کہ جب رسول ناامید ہونے لگے اور یہ خیال کرنے لگے کہ انہیں جھوٹ کہا گیا فوراً ہی ہماری مدد ان کے پاس آ پہنچی جسے ہم نے چاہا اسے نجات دی گئی' بات یہ ہے کہ ہمارا عذاب ان گنہگاروں سے واپس نہیں کیا جاتا○

پیغمبروں پر اللہ کی مدد: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس کی مدد اس کے رسولوں پر بروقت اترتی ہے۔ دنیا کے جھٹکے جب زوروں پر ہوتے ہیں' مخالفت جب تن جاتی ہے' اختلاف بڑھ جاتا ہے' دشمنی جب پوری ہو جاتی ہے' انبیاء علیہم السلام کو جب چاروں طرف سے گھیر لیا جاتا ہے' معاً اللہ کی مدد آ پہنچتی ہے؟ ((كُذِبُوْا)) اور ((كُذِّبُوْا)) دونوں قراءتیں ہیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قراءت ذال کی تشدید سے ہے' چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ یہ لفظ ((كُذِبُوْا)) یا ((كُذِّبُوْا)) ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ((كُذِّبُوْا)) ہے۔ انہوں نے کہا پھر تو یہ معنی ہوئے کہ رسولوں نے گمان کیا کہ وہ جھٹلائے گئے تو یہ گمان کی کونسی بات تھی کہ وہ جھٹلائے جاتے تھے۔ آپ نے فرمایا بے شک یہ یقینی بات تھی کہ وہ کفار کی طرف

---

(۱) [صحیح: ابن ماجہ: کتاب الزھد: باب الصبر علی البلاء (۴۰۳۲) ترمذی: کتاب الزھد (۲۵۰۷) مسند احمد (۵۰۲۲) الادب المفرد للبخاری (۵۸)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، السلسلة الصحیحة (۱۴۶)]

(۲) [سورۃ الحج: آیت ۴۶]

(۳) [سورۃ غافر: آیت ۵۱'۵۲]

سے جھٹلائے جاتے تھے لیکن وہ وقت بھی آئے کہ ایمان دار امتی بھی ایسے زلزلے میں ڈالے گئے اور اس طرح ان کی مدد میں تاخیر ہوئی کہ رسولوں کے دل میں آئی کہ غالباً اب تو ہماری جماعت بھی ہمیں جھٹلانے لگی ہوگی۔ اب مدد رب آئی۔ اور انہیں غلبہ ہوا۔ تم اتنا تو خیال کرو کہ۔ ((کُـذِبُـوْا)) کیسے ٹھیک ہوسکتا ہے؟ معاذ اللہ انبیاء علیہم السلام اللہ کی نسبت یہ بدگمانی کر سکتے ہیں کہ انہیں رب کی طرف سے جھٹلایا گیا؟ [1] ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت میں کُـذِبُـوْا ہے۔ آپ اسی کی دلیل میں آیت ﴿ حَتّٰـى يَـقُـوْلَ الـرَّسُـوْلُ ﴾ [2] پڑھ دیتے تھے یعنی یہاں تک کہ انبیاء علیہم السلام اور ایماندار کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کہاں ہے؟۔ یادرکھو مدد رب بالکل قریب ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا سختی سے انکار کردیا کرتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ جناب رسول اللہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے جتنے وعدے کئے' آپ کو کامل یقین تھا کہ وہ سب یقینی اور حتمی ہیں اور سب پورے ہوکر رہیں گے آخر دم تک کبھی نعوذ باللہ آپ کے دل میں یہ وہم ہی پیدا نہیں ہوا کہ کوئی وعدہ ربانی غلط ثابت ہوگا۔ یا ممکن ہے کہ غلط ہو جائے یا پورا نہ ہو۔ ہاں انبیاء علیہم السلام پر برابر بلائیں اور آزمائشیں آتی رہیں' یہاں تک کہ ان کے دل میں یہ خطرہ پیدا ہونے لگا کہ کہیں میرے ماننے والے بھی مجھ سے بدگمان ہوکر مجھے جھٹلا نہ رہے ہوں۔ ایک شخص قاسم بن محمد کے پاس آ کر کہتا ہے کہ محمد بن کعب قرظی ((کُـذِبُوْا)) پڑھتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سنا ہے وہ ((کُـذِّبُوْا)) پڑھتی تھیں یعنی ان کے ماننے والوں نے انہیں جھٹلایا۔ پس ایک قراءت تو تشدید کے ساتھ ہے دوسری تخفیف کے ساتھ ہے' پھر اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تو وہ مروی ہے کہ اوپر گزر چکا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے یہ آیت اسی طرح پڑھ کر فرمایا یہی وہ ہے جو تو برا جانتا ہے۔ یہ روایت اس روایت کے خلاف ہے جسے ان دونوں بزرگوں سے اوروں نے روایت کیا ہے' اس میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب رسول ناامید ہوگئے کہ ان کی قوم ان کی مانے گی اور قوم نے یہ سمجھ لیا کہ نبیوں نے ان سے جھوٹ کہا' اسی وقت اللہ کی مدد آ پہنچی اور جسے چاہا اللہ نے نجات بخشی۔ اسی کی تفسیر اوروں سے بھی مروی ہے۔ ایک نوجوان قریشی نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے کہا کہ ہمیں بتایئے' اس لفظ کو کیا پڑھیں؟' مجھ سے تو اس لفظ کی قراءت کی وجہ سے ممکن ہے کہ اس سورت کو پڑھنا ہی چھوٹ جائے۔ آپ نے فرمایا سنو اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اس سے مایوس ہوگئے کہ ان کی قوم ان کی بات مانے گی اور قوم والے سمجھ بیٹھے کہ نبیوں نے غلط کہا ہے یہ سن کر حضرت ضحاک بن مزاحم بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا اس جیسا جواب کسی ذی علم کا میں نے نہیں سنا اگر میں یہاں سے یمن پہنچ کر بھی ایسے جواب کو سنتا تو میں اسے بھی بہت آسان جانتا۔ مسلم بن یسار رحمہ اللہ نے بھی آپ کا یہ جواب سن کر اٹھ کر آپ سے معانقہ کیا اور کہا اللہ تعالیٰ آپ کی پریشانیوں کو بھی اسی طرح دور کردے' جس طرح آپ نے ہماری پریشانی دور فرمائی۔ بہت سے اور مفسرین نے بھی یہی مطلب بیان کیا ہے بلکہ مجاہد رحمہ اللہ کی تو قراء

---

[1] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله حتی اذا استیئس الرسل (٤٦٩٥)]

[2] [سورۃ البقرہ: آیت ٢١٤]

ت ذال کر زبر سے ہے یعنی ((كُذِبُوْا)) ہاں بعض مفسرین ((وَظَنُّوْا)) کا فاعل مومنوں کو بناتے ہیں اور بعض کافروں کو یعنی کافروں نے یا یہ کہ بعض مومنوں نے یہ گمان کیا کہ رسولوں سے جو وعدہ مدد کا تھا اس میں وہ جھوٹے ثابت ہوئے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو فرماتے ہیں رسول ناامید ہوگئے یعنی اپنی قوم کے ایمان سے اور نصرت ربانی میں دیر دیکھ کر ان کی قوم گمان کرنے لگی کہ وہ جھوٹا وعدہ دیئے گئے تھے۔ پس یہ دونوں روایتیں تو ان دونوں بزرگ صحابیوں سے مروی ہیں۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا صاف انکار کرتی ہیں۔ ابن جریر رحمہ اللہ بھی قول صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرفداری کرتے اور دوسرے قول کی تردید کرتے ہیں اور اسے ناپسند کر کے رد کر دیتے ہیں' واللہ اعلم۔

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۭ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ع ﴿١١١﴾

ان کے قصوں میں عقل والوں کے لیے یقیناً نصیحت ہے' یہ قرآن جھوٹ بنائی ہوئی بات نہیں بلکہ یہ تصدیق ہے ان کتابوں کی جو ان سے پہلے کی ہیں اور کھول کھول کر بیان کرنے والی ہے ہر چیز کی اور ہدایت و رحمت ہے ایمان دار لوگوں کیلئے ○

انبیاء کے قصے باعث عبرت ونصیحت: نبیوں کے واقعات' مسلمانوں کی نجات' کافروں کی ہلاکت کے قصے' عقلمندوں کیلئے بڑی عبرت ونصیحت والے ہیں۔ یہ قرآن بناوٹی نہیں بلکہ اگلی کتابوں کی سچائی کی دلیل ہے۔ ان میں جو حقیقی باتیں اللہ کی ہیں ان کی تصدیق کرتا ہے۔ اور جو تحریف وتبدیلی ہوئی ہے اسے چھانٹ دیتا ہے' ان کی جو باتیں رکھنے کی تھیں انہیں باقی رکھتا ہے۔ اور جو احکام منسوخ ہوگئے انہیں بیان کرتا ہے۔ ہر ایک حلال وحرام' محبوب ومکروہ کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ طاعات' واجبات' مستحبات' محرمات' مکروہات وغیرہ کو بیان فرماتا ہے اجمالی اور تفصیلی خبریں دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل وعلا کی صفات بیان فرماتا ہے اور بندوں نے جو غلطیاں اپنے خالق کے بارے میں کی ہیں ان کی اصلاح کرتا ہے۔ مخلوق کو اس سے روکتا ہے کہ وہ اللہ کی کوئی صفت اس کی مخلوق میں ثابت کریں۔ پس یہ قرآن مومنوں کیلئے ہدایت ورحمت ہے' ان کے دل ضلالت سے ہدایت اور جھوٹ سے سچ اور برائی سے بھلائی کی راہ پاتے ہیں اور رب العباد سے دنیا اور آخرت کی بھلائی حاصل کر لیتے ہیں۔ ہماری بھی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دنیا آخرت میں ایسے ہی مومنوں کا ساتھ دے اور قیامت کے دن جب کہ بہت سے چہرے سفید ہوں گے اور بہت سے منہ کالے ہو جائیں گے' ہمیں مومنوں کے ساتھ نورانی چہروں میں شامل رکھے! آمین۔

الحمدللہ سورۂ یوسف کی تفسیر ختم ہوگئی۔ اللہ کا شکر ہے وہی تعریفوں کے لائق ہے اور اسی سے ہم مدد چاہتے ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓمّٓرٰ ۟ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ ؕ وَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ الۡحَقُّ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱﴾

اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے

یہ ہیں قرآن کی آیتیں اور جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے اتارا جاتا ہے سب حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ۝

سورتوں کے شروع میں جو حروف مقطعات آتے ہیں ان کی پوری تشریح سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں لکھ آئے ہیں۔ اور یہ بھی ہم کہہ آئے ہیں کہ جس سورت کے اول میں یہ حروف آئے ہیں وہاں عموماً یہی بیان ہوتا ہے کہ قرآن کلام اللہ ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ چنانچہ یہاں بھی ان حروف کے بعد فرمایا یہ کتاب کی یعنی قرآن کی آیتیں ہیں۔ بعض نے کہا مراد کتاب سے توراۃ، انجیل ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں۔ پھر اسی پر عطف ڈال کر اور صفتیں اس پاک کتاب کی بیان فرمائیں کہ یہ سراسر حق ہے اور اللہ کی طرف سے تجھ پر اتارا گیا ہے۔ ((اَلۡحَقُّ)) خبر ہے اس کا مبتدا پہلے بیان ہوا ہے۔ یعنی ﴿ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ ﴾ لیکن ابن جریر رحمہ اللہ کا پسندیدہ قول یہ ہے کہ واؤ زائد ہے یا عاطفہ ہے اور صفت کا صفت پر عطف ہے جیسے ہم نے پہلے کہا ہے پھر اس کی شہادت میں شاعر کا قول لائے ہیں۔ پھر فرمایا کہ باوجود حق ہونے کے پھر بھی اکثر لوگ ایمان سے محروم ہیں جیسے پہلے گزرا ہے کہ گو تو حرص کرے لیکن اکثر لوگ ایمان قبول کرنے والے نہیں۔ [1] یعنی اس کی حقانیت واضح ہے لیکن ان کی ضد، ہٹ دھرمی اور سرکشی انہیں ایمان کی طرف متوجہ نہ ہونے دے گی۔

اَللّٰہُ الَّذِیۡ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیۡرِ عَمَدٍ تَرَوۡنَہَا ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ وَ سَخَّرَ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ ؕ کُلٌّ یَّجۡرِیۡ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ یُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ یُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ لَعَلَّکُمۡ بِلِقَآءِ رَبِّکُمۡ تُوۡقِنُوۡنَ ﴿۲﴾

اللہ وہ ہے جس نے آسمان کو بغیر ستونوں کے بلند کر رکھا ہے کہ تم اسے دیکھ رہے ہو پھر وہ عرش پر قرار پکڑے ہوئے ہے اسی نے سورج چاند کو ماتحتی میں لگا رکھا ہے، ہر ایک میعاد معین پر گشت کر رہا ہے وہ کام کی تدبیر کرتا ہے وہی اپنے نشانات کھول کھول کر بیان کر رہا ہے کہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کر لو ۝

کمال قدرت اور عظمت سلطنت ربانی دیکھو کہ بغیر ستونوں کے آسمان کو اس نے بلند و بالا اور قائم کر رکھا

---

[1] [سورہ یوسف: آیت ۱۰۳]

ہے۔ زمین سے آسمان کو اللہ نے کیسا اونچا کیا اور صرف اپنے حکم سے اسے ٹھہرایا۔ جس کی انتہا کوئی نہیں پاتا۔ آسمان دنیا ساری زمین کو اور جو اس کے اردگرد ہے پانی ہوا وغیرہ سب کو احاطہ کئے ہوئے ہے اور ہر طرف سے برابر اونچا ہے، زمین سے پانچ سو سال کی راہ پر ہے، ہر جگہ سے اتنا ہی اونچا ہے۔ پھر اس کی اپنی موٹائی اور دل بھی پانچ سو سال کے فاصلے کا ہے، پھر دوسرا آسمان اس آسمان کو بھی گھیرے ہوئے ہے اور پہلے سے دوسرے تک کا فاصلہ وہی پانچ سو سال کا ہے۔ اسی طرح تیسرا پھر چوتھا پھر پانچواں پھر چھٹا پھر ساتواں، جیسے فرمان الٰہی ہے ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ﴾ [1] الخ، یعنی اللہ نے سات آسمان پیدا کئے ہیں اور اسی کی مثل زمین ہے۔ حدیث شریف میں ہے ساتواں آسمان اور ان میں اور ان کے درمیان میں جو کچھ ہے وہ کرسی کے مقابلے میں ایسا ہے جیسے کہ چٹیل میدان میں کوئی حلقہ ہو اور کرسی عرش کے مقابلے پر بھی ایسی ہی ہے۔ عرش کی قدر اللہ عزوجل کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ [2]

بعض سلف کا قول ہے کہ عرش سے زمین کا فاصلہ پچاس ہزار سال کا ہے۔ عرش سرخ یاقوت کا ہے۔ بعض مفسر کہتے ہیں آسمان کے ستون تو ہیں لیکن دیکھے نہیں جاتے۔ لیکن ایاس بن معاویہ فرماتے ہیں آسمان زمین پر مثل قبے کے ہے یعنی بغیر ستون کے ہے۔ قرآن کے طرز عبارت کے لائق بھی یہی ہے اور آیت ﴿وَیُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ﴾ [3] سے بھی یہی ظاہر ہے پس ((تَرَوْنَهَا)) اس نفی کی تاکید ہوگی یعنی آسمان بلاستون اس قدر بلند ہے اور تم آپ دیکھ رہے ہو یہ ہے کمال قدرت۔ امیہ بن ابو الصلت کے اشعار میں ہے، جس کے اشعار کی بابت حدیث میں ہے کہ اس کے اشعار ایمان لائے ہیں اور اس کا دل کفر کرتا ہے اور یہ روایت ہے کہ یہ اشعار حضرت زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ کے ہیں جن میں ہے ؎

وانت الذی من فضل منّ ورحمة ۔۔۔ بعثت الی موسی رسولا منادیا
فقلت لہ فاذھب وھارون فادعوا ۔۔۔ الی اللہ فرعون الذی کان طاغیا
وقولا لہ ھل انت سویت ھذہ ۔۔۔ کما وتد حتی استقلت کما ھیا؟
وقولہ لہ: أأنت رفعت ھذہ ۔۔۔ بلا عمد أو فوق ذلك بانیا؟
وقولا لہ ھل انت سویت وسطھا ۔۔۔ منیرا اذا جنك الیل ھادیا
وقولا لہ من انبت الحب فی الثری ۔۔۔ فیصبح منہ العشب یھتز رابیا
ویخرج منہ حبہ فی رؤوسہ ۔۔۔ ففی ذالك آیات لمن كان واعیا

یعنی تو وہ اللہ ہے جس نے اپنے فضل و کرم سے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کو مع ہارون کے فرعون کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور ان سے فرمایا کہ اس سرکش کو قائل کرنے کیلئے اس سے کہیں کہ اس بلند و بالا بے ستون آسمان کو کیا تو نے

[1] [سورة الطلاق: آیت ١٢]

[2] **[ضعیف** : تفسیر ابن جریر الطبری (٥٧٩٤) السلسلة الضعیفة (٩٠٦) تخریج الطحاویة (ص : ٥٤)]

[3] [سورة الحج: آیت ٦٥]

بنایا ہے؟ اور اس میں سورج چاند ستارے تو نے پیدا کئے ہیں؟ اور مٹی سے دانوں کو اگانے والا پھر ان درختوں میں بالیں پیدا کر کے ان میں دانے پکانے والا کیا تو ہے؟ کیا قدرت کی یہ زبردست نشانیاں ایک گہرے انسان کیلئے اللہ کی ہستی کی دلیل نہیں ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہوا۔ اس کی تفسیر سورۂ اعراف میں گزر چکی ہے۔ اور یہ بھی بیان کر دیا گیا ہے کہ یہ جس طرح ہے اسی طرح چھوڑ دی جائے۔ کیفیت، تشبیہ، تعطیل، تمثیل سے اللہ کی ذات پاک ہے اور برتر و بلند و بالا ہے۔ سورج چاند اس کے حکم کے مطابق گردش میں ہیں اور وقت موزوں یعنی قیامت تک برابر اسی طرح لگے رہیں گے۔ جیسے فرمان ہے سورج اپنی جگہ برابر چل رہا ہے اس کی جگہ سے مراد عرش کے نیچے ہے جو زمین کے تلے سے دوسری طرف سے ملحق ہے یہ اور تمام ستارے یہاں تک پہنچ کر عرش سے اور دور ہو جاتے ہیں کیونکہ صحیح بات جس پر بہت سی دلیلیں ہیں یہی ہے کہ وہ قبہ ہے متصل عالم باقی آسمانوں کی طرح محیط نہیں اس لئے کہ اس کے پائے ہیں اور اس کے اٹھانے والے ہیں اور یہ بات آسمان مستدیر گھومے ہوئے آسمان میں تصور میں نہیں آ سکتی جو بھی غور کرے گا اسے سچ مانے گا۔ آیات و احادیث کا جانچنے والا اسی نتیجے پر پہنچے گا۔ ((وللہ الحمد والمنة)) صرف سورج چاند ہی کا ذکر یہاں اس لئے ہے کہ ساتوں سیاروں میں بڑے اور روشن یہی دو ہیں پس جب کہ یہ دونوں مسخر ہیں تو اور تو بطور اولیٰ مسخر ہوئے۔ جیسے کہ سورج چاند کو سجدہ نہ کرو سے مراد ستاروں کو بھی سجدہ نہ کرنا ہے۔ پھر اور آیت میں تصریح بھی موجود ہے فرمان ہے ﴿وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ﴾ [1] الخ، یعنی سورج چاند اور ستارے اس کے حکم سے مسخر ہیں، وہی خلق و امر والا ہے، وہی برکتوں والا ہے وہی رب العالمین ہے۔ وہ اپنی آیتوں کو اپنی وحدانیت کی دلیلوں کو بالتفصیل بیان فرما رہا ہے کہ تم اس کی توحید کے قائل ہو جاؤ اور اسے مان لو کہ وہ تمہیں فنا کر کے پھر زندہ کر دے گا۔

وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ وَاَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ
فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝
وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَیْرُ
صِنْوَانٍ یُّسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۫ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِیْ
ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝

اسی نے زمین کو پھیلا کر بچھا دیا ہے اور اس میں پہاڑ اور نہریں پیدا کر دی ہیں، اور اس میں ہر قسم کے پھلوں کے جوڑے دوہرے دوہرے پیدا کر دیئے ہیں رات کو دن سے چھپا دیتا ہے، یقیناً غور و فکر کرنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ○ اور زمین میں مختلف ٹکڑے ایک دوسرے سے لگتے لگاتے ہیں اور باغات ہیں انگوروں کے اور کھیت ہیں اور

[1] [سورۃ الاعراف: آیت ٥٤]

کھجوروں کے درخت ہیں شاخ دار اور بعض ایسے ہیں جو دو شاخے نہیں سب ایک ہی پانی پلائے جاتے ہیں پھر بھی ہم ایک کو ایک پر پھلوں میں برتری دیتے ہیں' اس میں عقلمندوں کیلئے بہت سی نشانیاں ہیں○

مختلف النوع مخلوقات: اوپر کی آیت میں عالم علوی کا بیان تھا' یہاں علم سفلی کا ذکر ہو رہا ہے' زمین کو طول وعرض میں پھیلا کر اللہ ہی نے بچھایا ہے۔ اس میں مضبوط پہاڑ بھی اسی کے گاڑے ہوئے ہیں' اس میں دریاؤں اور چشموں کو بھی اسی نے جاری کیا ہے۔ تاکہ مختلف شکل وصورت' مختلف رنگ' مختلف ذائقوں کے پھل پھول کے درخت اس سے سیراب ہوں۔ جوڑا جوڑا میوے اس نے پیدا کئے' کھٹے میٹھے وغیرہ۔ رات دن ایک دوسرے کے پیچھے پے درپے برابر آتے جاتے رہتے ہیں' ایک کا آنا دوسرے کا جانا پس مکان' سکان اور زمان سب میں تصرف اسی قادر مطلق کا ہے۔ اللہ کی ان نشانیوں' حکمتوں اور دلائل کو جو غور سے دیکھے وہ ہدایت یافتہ ہو سکتا ہے۔ زمین کے ٹکڑے ملے جلے ہیں' پھر قدرت کو دیکھئے کہ ایک ٹکڑے سے تو پیداوار ہو اور دوسرے سے کچھ نہ ہو۔ ایک کی مٹی سرخ ہو دوسرے کی سفید' زرد' اور سیاہ' یہ پتھریلی' وہ نرم' یہ میٹھی' وہ شور۔ ایک ریتلی' ایک صاف' غرض یہ بھی خالق کی قدرت کی نشانی ہے اور بتاتی ہے کہ فاعل' خود مختار' مالک الملک' لاشریک ایک وہی اللہ خالق کل ہے۔ نہ اس کے سوا کوئی معبود نہ پالنے والا۔ ((زَرْعٌ وَّ نَخِيْلٌ)) کا اگر ((جَنّٰتٌ)) پر عطف ڈالیں تو پیش سے مرفوع پڑھنا چاہئے اور ((اَعْنَابٍ)) پر عطف ڈالیں تو زیر سے مضاف الیہ مان کر مجرور پڑھنا چاہئے۔ ائمہ کی جماعت کی دونوں قراءتیں ہیں۔ ((صِنْوَانٌ)) کہتے ہیں کہ ایک درخت جو کئی تنوں اور شاخوں والا ہو جیسے انار اور انجیر اور بعض کھجوریاں۔ ((غَيْرُ صِنْوَانٍ)) جو اس طرح نہ ہو ایک ہی تنا ہو جیسے درخت ہوتے ہیں۔ اسی سے انسان کے چچا کو ((صِنْوُ الْاَبِ)) کہتے ہیں حدیث میں بھی یہ آیا ہے۔ کہ حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ انسان کا چچا مثل باپ کے ہوتا ہے۔ [1] براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک جڑ یعنی ایک تنے میں کئی ایک شاخدار درخت' کھجور ہوتے ہیں اور ایک تنے پر ایک ہی ہوتا ہے یہی صنوان اور غیر صنوان ہے یہی قول اور بزرگوں کا بھی ہے۔ سب کیلئے پانی ایک ہی ہے یعنی بارش کا لیکن ہر مزے اور پھل کی کمی بیشی میں بے انتہا فرق ہے' کوئی میٹھا ہے' کوئی کھٹا ہے' حدیث میں بھی یہ تفسیر ہے ملاحظہ ہو ترمذی شریف۔ [2] الغرض قسموں اور جنسوں کا اختلاف' شکل وصورت کا اختلاف' رنگ کا اختلاف' بو کا اختلاف' مزے کا اختلاف' پتوں کا اختلاف' تروتازگی کا اختلاف' ایک بہت ہی میٹھا' ایک سخت کڑوا' ایک نہایت خوش ذائقہ' ایک بے حد بدمزہ' رنگ کسی کا زرد' کسی کا

---

[1] [صحیح: صحيح مسلم : كتاب الزكاة : باب فى تقديم الزكاة و منعها (٩٨٣) ابوداؤد : كتاب الزكاة : باب فى تعجيل الزكاة (١٦٢٣)]

[2] [حسن: ترمذی : كتاب تفسير القرآن : باب و من سورة الرعد (٣١١٨) ابو يعلى فى المعجم (٣٠١) ابن عدى فى الكامل (١٢٧٠/٣) الخطيب فى تاريخ بغداد (٢٢٦/٩) ابن الجوزى فى العلل المتناهية (١٠٩٢/٢) العقيلى فى الضعفاء (١٣١/٢) المزى فى تهذيب الكمال (٣٣١/١٢) تفسير ابن جرير الطبرى (٢٠١٢٦)] شیخ البانیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔[صحیح ترمذی]

سرخ، کسی کا سفید، کسی کا سیاہ، اسی طرح تازگی اور پھل میں بھی اختلاف، حالانکہ غذا کے اعتبار سے سب یکساں ہیں۔ یہ قدرت کی نیرنگیاں ایک ہوشیار شخص کیلئے عبرت ہیں۔ اور فاعل مختار اللہ کی قدرت کا بڑا زبردست پتہ دیتی ہیں کہ جو وہ چاہتا ہے ہوتا ہے۔ عقل مندوں کیلئے یہ آیتیں اور یہ نشانیاں کافی وافی ہیں۔

وَاِنۡ تَعۡجَبۡ فَعَجَبٌ قَوۡلُهُمۡ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِىۡ خَلۡقٍ جَدِيۡدٍ ؕ اُولٰٓـئِكَ
الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ‌ ۚ وَاُولٰٓـئِكَ الۡاَغۡلٰلُ فِىۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ‌ ۚ وَاُولٰٓـئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ‌ ۚ
هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ۝

اگر تجھے تعجب ہو تو واقعی ان کا یہ کہنا عجیب ہے کہ کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے کیا ہم نئی پیدائش میں ہوں گے؟ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار سے کفر کیا، یہی ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور یہی ہیں جو جہنم کے رہنے والے ہیں، جو اس میں ہمیشہ رہیں گے ۝

علاماتِ قدرت دیکھ کر بھی قیامت کے منکر: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ آپ ان کے جھٹلانے کا کوئی تعجب نہ کریں۔ یہ ہیں ہی ایسے اس قدر نشانیاں دیکھتے ہوئے، اللہ کی قدرت کا ہمیشہ مطالعہ کرتے ہوئے اسے مانتے ہوئے کہ سب کا خالق اللہ ہی ہے پھر بھی قیامت کے منکر ہوتے ہیں حالانکہ اس سے بڑھ کر روز مرہ مشاہدہ کرتے رہتے ہیں کہ کچھ نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ سب کچھ کر دیتا ہے۔ ہر عاقل جان سکتا ہے کہ زمین و آسمان کی پیدائش انسان کی پیدائش سے بہت بڑی ہے۔ اور دوبارہ پیدا کرنا بہ نسبت اول بار پیدا کرنے کے بہت آسان ہے۔ جیسے فرمان ربانی ہے ﴿اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَلَمۡ يَعۡىَ بِخَلۡقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنۡ يُّحۡیِۦَ الۡمَوۡتٰى‌ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ﴾ [1] یعنی جس نے آسمان و زمین بغیر تھکے پیدا کر دیا، کیا وہ مردوں کو جلانے پر قادر نہیں؟ بے شک ہے بلکہ ہر چیز اس کی قدرت میں ہے۔ پس یہاں فرماتا ہے کہ دراصل کافر ہیں، ان کی گردنوں میں قیامت کے دن طوق ہوں گے اور یہ جہنمی ہیں جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

وَيَسۡتَعۡجِلُوۡنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبۡلَ الۡحَسَنَةِ وَقَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِمُ الۡمَثُلٰتُ‌ؕ وَاِنَّ
رَبَّكَ لَذُوۡ مَغۡفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلۡمِهِمۡ‌ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ۝

یہ تجھ سے سزا کی طلبی میں جلدی کر رہے ہیں راحت سے پہلے ہی یقیناً ان سے پہلے سزائیں بطور مثال گزر چکی ہیں، بے شک تیرا رب البتہ بخشش والا ہے لوگوں کی بے جا حرکتوں پر بھی، اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ تیرا رب بڑی سخت سزا دینے والا بھی ہے ۝

قیامت کے منکروں کا قول: یہ منکرین قیامت کہتے ہیں کہ اگر سچے ہو تو ہم پر اللہ کا عذاب جلد ہی کیوں نہیں لاتے؟ کہتے تھے کہ اے اپنے آپ پر اللہ کی وحی نازل ہونے کا دعویٰ کرنے والے ہمارے نزدیک تو تو پاگل

---

[1] [الاحقاف:۳۳]

ہے۔ اگر بالفرض سچا ہے تو عذاب کے فرشتوں کو کیوں نہیں لاتا؟ اس کے جواب میں ان سے کہا گیا کہ فرشتے حق کے اور فیصلے کے ساتھ ہی آیا کرتے ہیں، جب وہ وقت آئے گا اس وقت ایمان لانے یا توبہ کرنے یا نیک عمل کرنے کی فرصت و مہلت نہیں ملے گی۔ اسی طرح اور آیت میں ہے ﴿ يَسْتَعْجِلُونَكَ ﴾ [1] دو آیتوں تک۔ اور جگہ ہے ﴿ سَأَلَ سَائِلٌ ﴾ [2] الخ۔ اور آیت میں ہے کہ بے ایمان اس کی جلدی مچا رہے ہیں اور ایماندار اس سے خوف کھا رہے ہیں اور اسے برحق جان رہے ہیں۔ اسی طرح اور آیت میں فرمان ہے کہ وہ کہتے تھے کہ اے اللہ اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور المناک عذاب نازل فرما۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے کفر و انکار کی وجہ سے اللہ کے عذاب کا آنا محال جان کر اس قدر رنڈر اور بے خوف ہو گئے تھے کہ عذاب کے اترنے کی آرزو اور طلب کیا کرتے تھے۔ یہاں فرمایا کہ ان سے پہلے کے ایسے لوگوں کی مثالیں ان کے سامنے ہیں کہ کس طرح وہ عذاب کی پکڑ میں آ گئے۔ کہہ دو کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا حلم و کرم ہے کہ گناہ دیکھتا ہے اور فوراً نہیں پکڑتا ورنہ روئے زمین پر کسی کو چلتا پھرتا نہ چھوڑے، دن رات خطائیں دیکھتا ہے اور درگزر فرماتا ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ وہ عذاب پر قدرت نہیں رکھتا۔ اس کے عذاب بھی بڑے خطرناک نہایت سخت اور بہت درد و دکھ دینے والے ہیں۔ چنانچہ فرمان ہے ﴿ فَإِن كَذَّبُوكَ فَقُل رَّبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ ﴾ [3] الخ، اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو تو کہہ دے کہ تمہارا رب وسیع رحمتوں والا ہے لیکن اس کے آئے ہوئے عذاب گنہگاروں پر سے نہیں ہٹائے جا سکتے۔ اور فرمان ہے کہ تیرا پروردگار جلد عذاب کرنے والا، بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے اور آیت میں ہے ﴿ نَبِّئْ عِبَادِي ﴾ [4] الخ، میرے بندوں کو خبر کر دے کہ میں غفور و رحیم ہوں اور میرے عذاب بھی بڑے دردناک ہیں۔ اسی قسم کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جن میں امید و بیم، خوف و لالچ کا ایک ساتھ بیان ہوا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے اس آیت کے اترنے پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کا معاف فرمانا اور درگزر فرمانا نہ ہوتا تو کسی کی زندگی کا لطف باقی نہ رہتا اور اگر اس کا دھمکانا ڈرانا اور سزا کرنا نہ ہوتا تو ہر شخص بے پروائی سے ظلم و زیادتی میں مشغول ہو جاتا۔ [5] ابن عساکر میں ہے کہ حسن بن عثمان ابوحسان زیادی رحمہ اللہ نے خواب میں اللہ تعالیٰ عزوجل کا دیدار کیا دیکھا کہ آنحضرت ﷺ اللہ کے سامنے کھڑے اپنے ایک امتی کی شفاعت کر رہے ہیں جس پر فرمان باری ہوا کہ کیا تجھے اتنا کافی نہیں کہ میں نے سورۂ رعد میں تجھ پر آیت ﴿ وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلَىٰ ظُلْمِهِمْ ﴾ [6] نازل فرمائی ہے۔ ابوحسان رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

---

[1] [العنکبوت: ٥٤]

[2] [المعارج: ١]

[3] [سورۃ الانعام: آیت ١٤٧]

[4] [سورۃ الحجر: آیت ٤٩]

[5] [ضعیف: تفسیر ابن ابی حاتم (١٢١٤٥/٧)] اس کی سند میں علی بن زید ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[6] [سورہ رعد: آیت ٦]

وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴿۷﴾ ع

کافر کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشان کیوں نہیں اتارا گیا' بات یہ ہے کہ تو تو صرف آگاہ کرنے والا ہے اور ہر قوم کے لئے ہادی ہے ○

کفار کا اعتراض: کافر لوگ ازروئے اعتراض کہا کرتے تھے کہ جس طرح اگلے پیغمبر معجزے لے کر آئے' یہ پیغمبر کیوں نہیں لائے؟ مثلاً صفا پہاڑ سونے کا بنا دیتے یا مثلاً عرب کے پہاڑ یہاں سے ہٹ جاتے اور یہاں سبزہ اور نہریں ہو جاتیں۔ پس ان کے جواب میں اور جگہ ہے کہ ہم یہ معجزے بھی دکھا دیتے مگر اگلوں کی طرح ان کے جھٹلانے پر پھر اگلوں جیسے ہی عذاب ان پر آ جاتے۔ تو ان کی باتوں سے مغموم و متفکر نہ ہو جایا کر' تیرے ذمے تو صرف تبلیغ ہی ہے تو ہادی نہیں' ان کے نہ ماننے سے تیری پکڑ نہ ہو گی۔ ہدایت اللہ کے ہاتھ ہے' یہ تیرے بس کی بات نہیں۔ ہر قوم کیلئے رہبر اور داعی ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ ہادی میں ہوں تو تو ڈرانے والا ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ﴾ [1] ہر امت میں ڈرانے والا گزرا ہے اور مراد یہاں ہادی پیغمبر ہے۔ پس پیشوا رہبر ہر گروہ میں ہوتا ہے' جس کے علم و عمل سے دوسرے راہ پا سکیں' اس امت کے پیشوا آنحضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ایک نہایت ہی منکر واہی روایت میں ہے کہ اس آیت کے اترنے کے وقت آپ نے اپنے سینہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ منذر تو میں ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کندھے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اے علی تو ہادی ہے۔ میرے بعد ہدایت پانے والے تجھ سے ہدایت پائیں گے۔ [2] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اس جگہ ہادی سے مراد قریش کا ایک شخص ہے۔ جنید کہتے ہیں وہ حضرت علی خود ہیں۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہادی ہونے کی روایت کی ہے لیکن اس میں سخت نکارت ہے۔

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ﴿۸﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ﴿۹﴾

مادہ اپنے شکم میں جو کچھ رکھتی ہے اسے اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے اور پیٹ کا گھٹنا بڑھنا بھی' ہر چیز اس کے پاس اندازے سے ہے ○ چھپے کھلے کا وہ عالم ہے سب سے بڑا اور سب سے بلند و بالا ○

اللہ کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں: تمام جاندار مادہ حیوان ہوں یا انسان' ان کے پیٹ کے بچوں کا' ان کے حمل کا اللہ کو علم ہے کہ پیٹ میں کیا ہے؟ اسے اللہ بخوبی جانتا ہے یعنی مرد ہے یا عورت؟ اچھا ہے یا برا؟ نیک ہے یا بد؟

---

[1] [ایضا]

[2] [موضوع: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۰۱۶۱)] شیخ البانیؒ نے اسے موضوع کہا ہے۔ [السلسلة الضعيفة (۴۸۹۹)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے منکر کہتے ہیں۔]

عمر والا ہے یا بے عمر کا؟ چنانچہ ارشاد ہے ﴿هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ﴾ [1] الخ، وہ بخوبی جانتا ہے جبکہ تمہیں زمین سے پیدا کرتا ہے اور جب کہ تم ماں کے پیٹ میں چھپے ہوئے ہوتے ہو۔ الخ، اور فرمان ہے ﴿يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ﴾ [2] الخ، وہ تمہیں تمہاری ماں کے پیٹ سے پیدا کرتا ہے ایک کے بعد دوسری پیدائش میں تین تین اندھیریوں میں۔ ارشاد ہے ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ﴾ [3] ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے نطفے کو خون بستہ کیا خون بستہ کو لوتھڑا گوشت کا کیا۔ لوتھڑے کو ہڈی کی شکل میں کر دیا۔ پھر ہڈی کو گوشت چڑھایا، پھر آخری اور پیدائش میں پیدا کیا پس بہترین خالق بابرکت ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش چالیس دن تک اس کی ماں کے پیٹ میں جمع ہوتی رہتی ہے، پھر اتنے ہی دنوں تک وہ بصورت خون بستہ رہتا ہے پھر اتنے ہی دنوں تک گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے، پھر اللہ تبارک و تعالیٰ خالق کل ایک فرشتے کو بھیجتا ہے، جسے چار باتوں کے لکھ لینے کا حکم ہوتا ہے، وہ اس کا رزق عمر عمل اور نیک بد ہونا لکھ لیتا ہے۔ [4] اور حدیث میں ہے وہ پوچھتا ہے کہ اے اللہ مرد ہوگا یا عورت؟ شقی ہوگا یا سعید؟ روزی کیا ہے؟ عمر کتنی ہے؟ اللہ تعالیٰ بتلاتا ہے اور وہ لکھ لیتا ہے۔ [5] حضور ﷺ فرماتے ہیں غیب کی پانچ کنجیاں ہیں۔ جنہیں بجز اللہ تعالیٰ علیم وخبیر کے اور کوئی نہیں جانتا کل کی بات اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ پیٹ میں کیا بڑھتا ہے۔ اور کیا گھٹتا ہے کوئی نہیں جانتا۔ بارش کب برسے گی اس کا علم بھی کسی کو نہیں۔ کون شخص کہاں مرے گا اسے بھی اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ قیامت کب قائم ہوگی اس کا علم بھی اللہ ہی کو ہے۔ [6] پیٹ میں کیا گھٹتا ہے اس سے مراد حمل کا ساقط ہو جانا ہے اور رحم میں کیا بڑھ رہا ہے کیسے پورا ہو رہا ہے، یہ بھی اللہ کو بخوبی علم رہتا ہے۔ دیکھ لو کوئی عورت دس مہینے لیتی ہے کوئی نو۔ کسی کا حمل گھٹتا ہے، کسی کا بڑھتا ہے۔ نو ماہ سے گھٹنا، نو سے بڑھ جانا اللہ کے علم میں ہے۔ حضرت ضحاک رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں دو سال ماں کے پیٹ میں رہا جب پیدا ہوا تو میرے اگلے دو دانت نکل آئے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ حمل کی انتہائی مدت دو سال کی ہوتی ہے۔ کمی سے مراد بعض کے نزدیک ایام حمل میں خون کا آنا اور زیادتی سے مراد نو ماہ سے زیادہ حمل کا ٹھہرا رہنا ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں نو سے پہلے جب عورت خون کو دیکھے تو نو سے زیادہ ہو جاتے ہیں مثل ایام حیض کے۔ خون کے گرنے سے بچہ اچھا ہو جاتا ہے اور نہ گرے تو بچہ پورا پاٹھا اور بڑا ہوتا ہے۔ حضرت مکحول رحمہ اللہ فرماتے ہیں بچہ ماں کے پیٹ میں بالکل

---

[1] [النجم: ۳۲] [2] [الزمر: آیت ۶] [3] [المومنون: ۱۲، ۱۴]

[4] [صحیح: صحیح بخاری: كتاب القدر (٦٥٩٤) و كتاب التوحيد (٧٤٥٤) و كتاب احاديث الانبياء: باب خلق آدم و ذريته (٣٣٣٢) صحيح مسلم: كتاب القدر: باب كيفية الخلق الآدمي (٢٦٤٣) ابوداود: كتاب السنة: باب في القدر (٤٧٠٨) ابن ماجه: مقدمه: باب في القدر (٧٦) ترمذی: كتاب القدر: باب ماجاء ان الاعمال بالخواتيم (٢١٣٧) مسند احمد (١/٣٨٢)]

[5] [صحیح: صحيح بخاری (٣٣٣٣) صحيح مسلم (٢٦٤٦)]

[6] [صحیح: صحيح بخاری: كتاب التفسير (٤٦٩٧) مسند احمد (٢/٢٤)]

بے غم' بے کھٹکے اور با آرام ہوتا ہے۔ اس کی ماں کے حیض کا خون اس کی غذا ہوتا ہے' جو بے طلب با آرام اسے پہنچتا رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ ماں کو ان دنوں حیض نہیں آتا۔ پھر جب بچہ پیدا ہوتا ہے زمین پر آتے ہی روتا چلاتا ہے' اس انجان جگہ سے اسے وحشت ہوتی ہے' جب اس کی نال کٹ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روزی ماں کے سینے میں پہنچا دیتا ہے اور اب بھی بے طلب' بے جستجو' بے رنج و غم' بے فکری کے ساتھ اسے روزی ملتی رہتی ہے۔ پھر ذرا بڑا ہوتا ہے اپنے ہاتھوں کھانے پینے لگتا ہے۔ لیکن بالغ ہوتے ہی روزی کے لئے ہائے ہائے کرنے لگتا ہے۔ موت اور قتل تک سے روزی حاصل ہونے کا امکان ہو تو پس و پیش نہیں کرتا۔ افسوس! اے ابن آدم! تجھ پر حیرت ہے جس نے تجھے تیری ماں کے پیٹ میں روزی دی' جس نے تجھے تیری ماں کی گود میں روزی دی جس نے تجھے بچے سے بالغ بنانے تک روزی دی۔ اب تو بالغ اور عقل مند ہو کر یہ کہنے لگا کہ ہائے کہاں سے کھاؤں گا؟ موت ہو یا قتل ہو؟ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ ہر چیز اس کے پاس اندازے کے ساتھ موجود ہے رزق اجل سب مقرر شدہ ہے۔ حضور ﷺ کی ایک صاحبزادی صاحبہ نے آپ کے پاس آدمی بھیجا کہ میرا بچہ آخری حالت میں ہے' آپ کا تشریف لانا میرے لئے خوشی کا باعث ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ ان سے کہہ دو کہ جو اللہ لے لے وہ اسی کا ہے' جو دے رکھے وہ بھی اسی کا ہے' ہر چیز کا صحیح اندازہ اس کے پاس ہے ان سے کہہ دو کہ صبر کریں اور اللہ سے ثواب کی امید رکھیں۔ [1]

اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کو بھی جانتا ہے جو بندوں سے پوشیدہ ہے اور اسے بھی جو بندوں پر ظاہر ہے' اس سے کچھ بھی مخفی نہیں۔ وہ سب سے بڑا ہے۔ وہ ہر ایک سے بلند ہے ہر چیز اس کے علم میں ہے ساری مخلوق اس کے سامنے عاجز ہے' تمام سر اس کے سامنے جھکے ہوئے ہیں تمام بندے اس کے سامنے عاجز و لاچار اور محض بے بس ہیں۔

سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝

تم میں سے کسی کا اپنی بات چھپا کر کہنا اور آواز بلند اسے کہنا اور جو رات کو چھپا ہوا ہو اور جو دن میں چل رہا ہو سب اللہ پر برابر اور یکساں ہیں ۝ اس کے پہرے دار انسان کے آگے پیچھے مقرر ہیں جو باحکم اللہ اس کی نگہبانی کرتے رہتے ہیں' کسی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اسے بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے' اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کی سزا کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ بدلا نہیں کرتا' اور بجز اس کے کوئی بھی ان کا کارساز نہیں ہوتا ۝

اللہ کا علم تمام مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے: کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں' پست اور بلند ہر آواز وہ سنتا ہے چھپا

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الجنائز: باب قول النبی یعذب المیت ببعض البکاء (۱۲۸۴) صحیح مسلم: کتاب الجنائز: باب البکاء علی المیت (۹۲۳) ابن ابی شیبۃ (۳/۳۹۲۔۳۹۳) عبدالرزاق (۶۶۷۰) مسند احمد (۵/۲۰۴۔۲۰۶)]

کھلا سب جانتا ہے۔تم چھپاؤ یا کھولو اس سے مخفی نہیں۔حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے وہ اللہ پاک ہے جس کے سننے نے تمام آوازوں کو گھیرا ہوا ہے قسم اللہ کی اپنے خاوند کی شکایت لے کر آنے والی عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح کانا پھوسی کی کہ میں پاس ہی گھر میں بیٹھی ہوئی تھی لیکن میں بھی نہ سن سکی لیکن اللہ تعالیٰ نے آیتیں [1] ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ﴾ الخ' اتاریں [2] اس عورت کی یہ تمام سرگوشی اللہ تعالیٰ سن رہا تھا۔وہ سمیع وبصیر ہے' جو اپنے گھر کے تہہ خانے میں راتوں کے اندھیرے میں چھپا ہوا ہو۔وہ' اور جو دن کے وقت کھلم کھلا آباد راستوں میں چلا جا رہا ہو'وہ علم الٰہی میں برابر ہیں۔جیسے آیت ﴿اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ﴾ [3] الخ' میں فرمایا ہے اور آیت ﴿وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ﴾ [4] میں ارشاد ہوا ہے کہ تمہارے کسی کام کے وقت ہم ادھر ادھر نہیں ہوتے' کوئی ذرہ ہماری معلومات سے خارج نہیں۔اللہ کے فرشتے بطور نگہبان اور چوکیدار کے بندوں کے اردگرد مقرر ہیں' جو انہیں آفتوں سے تکلیفوں سے بچاتے رہتے ہیں جیسے کہ اعمال پر نگہبان فرشتوں کی جماعت ہے' جو باری باری پے درپے آتے جاتے رہتے ہیں' رات کے الگ' دن کے الگ اور جیسے کہ دو فرشتے انسان کے دائیں بائیں اعمال لکھنے پر مقرر ہیں' داہنے والا نیکیاں لکھتا ہے بائیں جانب والا بدیاں لکھتا ہے۔اسی طرح دو فرشتے اس کے آگے پیچھے ہیں جو اس کی حفاظت وحراست کرتے رہتے ہیں۔پس ہر انسان ہر وقت چار فرشتوں میں رہتا ہے' دو کاتب دائیں بائیں دو نگہبانی کرنے والے آگے پیچھے' پھر رات کے الگ' دن کے الگ۔چنانچہ حدیث میں ہے تم میں فرشتے پے درپے آتے جاتے رہتے ہیں' رات کے اور دن کے۔ان کا میل صبح اور عصر کی نماز میں ہوتا ہے رات گزارنے والے آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔باوجود علم کے اللہ تبارک وتعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حالت میں چھوڑا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم گئے تو نماز میں پایا اور آئے تو نماز میں چھوڑا۔ [5] اور حدیث میں ہے تمہارے ساتھ وہ ہیں جو سوا پاخانے اور جماع کے وقت کے تم سے علیحدہ نہیں ہوتے۔پس تمہیں ان کا لحاظ' ان کی شرم' ان کا اکرام اور ان کی عزت کرنی چاہیے۔ [6]

پس جب اللہ کو کوئی نقصان بندے کو پہنچانا منظور ہوتا ہے' بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما محافظ فرشتے اس کام کو

---

[1] [سورۃ المجادلہ : آیت ۱]

[2] [صحیح : صحیح بخاری: کتاب التوحید : باب و کان اللہ سمیعا بصیرا تعلیقا (قبل الحدیث : ۷۳۸٦) ابن ماجہ : مقدمہ : باب فیما انکرت الجہمیۃ (۱۸۸)نسائی : کتاب الطلاق : باب الظہار (۳٤٦۰)] شیخ البانیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔[صحیح ابن ماجہ ، ارواء الغلیل (۷/۱۷۵)]

[3] [سورہ ہود : آیت ۵] [4] [سورۃ یونس: آیت ٦۱]

[5] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب مواقیت الصلاۃ : باب فضل صلاۃ العصر (۵۵۵) صحیح مسلم : کتاب المساجد : باب فضل صلاتی الصبح و العصر (٦۳۲)]

[6] [ضعیف : ترمذی : کتاب الادب : باب ماجآء فی الاستتار عندالجماع (۲۸۰۰)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی ، ارواء الغلیل (٦٤)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم راوی ضعیف ہے۔]

ہو جانے دیتے ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں ہر بندے کے ساتھ اللہ کی طرف سے موکل ہے جو اسے سوتے جاگتے جنات سے، انسان سے، زہریلے جانوروں اور تمام آفتوں سے بچاتا رہتا ہے ہر چیز کو روک دیتا ہے مگر وہ جسے اللہ پہنچانا چاہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ دنیا کے بادشاہوں امیروں کا ذکر ہے جو پہرے چوکی میں رہتے ہیں۔ ضحاک فرماتے ہیں کہ سلطان اللہ کی نگہبانی میں ہوتا ہے ﴿ أَمْرِ اللّٰهِ ﴾ سے یعنی مشرکین اور ظاہرین سے۔ واللہ اعلم۔ ممکن ہے غرض اس قول سے یہ ہو کہ جیسے بادشاہوں امیروں کی چوکیداری سپاہی کرتے ہیں اسی طرح بندے کے چوکیدار اللہ کی طرف سے مقرر شدہ فرشتے ہوتے ہیں۔ ایک غریب روایت میں تفسیر ابن جریر میں وارد ہوا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے دریافت کیا کہ فرمائیے بندے کے ساتھ کتنے فرشتے ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ایک تو دائیں جانب نیکیوں کا لکھنے والا جو بائیں جانب والے پر امیر ہے جب کوئی نیکی کرتا ہے وہ ایک کے بجائے دس لکھ لی جاتی ہیں جب تو کوئی برائی کرے تو بائیں والا دائیں والے سے اس کے لکھنے کی اجازت طلب کرتا ہے وہ کہتا ہے ذرا ٹھہر جاؤ شاید یہ توبہ واستغفار کر لے تین مرتبہ وہ اجازت مانگتا ہے تب تک بھی اگر اس نے توبہ نہ کی تو یہ نیکی کا فرشتہ اس سے کہتا ہے اب لکھ لے اللہ ہمیں اس سے بچائے یہ تو بڑا برا ساتھی ہے۔ اسے اللہ کا لحاظ نہیں یہ اس سے نہیں شرماتا۔ اللہ کا فرمان ہے کہ انسان جو بات زبان پر لاتا ہے اس پر نگہبان متعین اور مہیا ہیں۔ [1] اور دو فرشتے تیرے آگے پیچھے ہیں فرمان الٰہی ہے ﴿ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ ﴾ الخ، اور ایک فرشتہ تیرے ماتھے کے بال تھامے ہوئے ہے جب تو اللہ کے لئے تواضع اور فروتنی کرتا ہے وہ تجھے پست اور عاجز کر دیتا ہے اور دو فرشتے دو ہونٹوں پر ہیں، جو درود تو مجھ پر پڑھتا ہے اس کی وہ حفاظت کرتے ہیں۔ ایک فرشتہ تیرے منہ پر کھڑا ہے کہ کوئی سانپ وغیرہ جیسی چیز تیرے حلق میں نہ چلی جائے اور دو فرشتے تیری آنکھوں پر ہیں، پس یہ دس فرشتے ہر بنی آدم کے ساتھ ہیں پھر دن کے الگ ہیں۔ اور رات کے الگ ہیں یوں ہر شخص کے ساتھ بیس فرشتے منجانب اللہ موکل ہیں۔ ادھر بہکانے کے لئے دن بھر تو ابلیس کی ڈیوٹی رہتی ہے اور رات کو اس کی اولاد کی۔ [2] مسند احمد میں ہے تم میں سے ہر ایک کے ساتھ جن ساتھی ہے اور فرشتہ ساتھی ہے لوگوں نے کہا آپ کے ساتھ بھی؟ فرمایا ہاں لیکن اللہ نے اس پر میری مدد کی ہے، وہ مجھے بھلائی کے سوا کچھ نہیں کہتا۔ (مسلم) [3] یہ فرشتے بحکم رب اس کی نگہبانی رکھتے ہیں۔ بعض قراءتوں میں ((مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ)) کے بدلے ((بِاَمْرِ اللّٰهِ)) ہے۔ کعب کہتے ہیں اگر ابن آدم کیلئے ہر نرم وسخت کھل جائے تو البتہ ہر چیز اسے خود نظر آنے لگے۔ اور اگر اللہ کی طرف سے یہ محافظ فرشتے مقرر نہ ہوں جو کھانے پینے اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں تو واللہ تم تو اچک

---

[1] [سورۂ ق : آیت ۱۸]

[2] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۰۲۱۱/۱۶) شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں جہالت اور انقطاع ہے۔]

[3] [صحیح: صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب تحریش الشیطان وبعثه سرایا (۲۸۱۴) مسند احمد (۳۸۵/۱)]

لئے جاؤ۔ ابوامامہ فرماتے ہیں ہر آدمی کے ساتھ محافظ فرشتہ ہے۔ جو تقدیری امور کے سوا اور تمام بلاؤں کو دفعہ کرتا رہتا ہے۔ ایک شخص قبیلہ مراد کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انہیں نماز میں مشغول دیکھا تو کہا قبیلہ مراد کے آدمی آپ کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں آپ پہرہ چوکی مقرر کر لیجئے آپ نے فرمایا ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے اس کے محافظ مقرر ہیں بغیر تقدیر کے لکھے کے کسی برائی کو انسان تک پہنچنے نہیں دیتے سنو! اجل ایک مضبوط قلعہ ہے اور عمدہ ڈھال ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ جیسے حدیث شریف میں ہے لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یہ جھاڑ پھونک جو ہم کرتے ہیں کیا اس سے اللہ کی مقرر کی ہوئی تقدیر ٹل جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا وہ خود اللہ کی مقرر کردہ ہے۔ [1] ابن ابی حاتم میں ہے کہ بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے ایک کی طرف وحی الٰہی ہوئی کہ اپنی قوم سے کہہ دے کہ جس بستی والے اور جس گھر والے اللہ کی اطاعت گزاری کرتے کرتے اللہ کی معصیت کرنے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی راحت کی چیزوں کو ان سے دور کر کے انہیں وہ چیزیں پہنچاتا ہے جو انہیں تکلیف دینے والی ہوں۔ اس کی تصدیق قرآن کی آیت ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ﴾ الخ ' سے بھی ہوتی ہے۔ امام ابن ابی شیبہ کی کتاب صفۃ العرش میں یہ روایت مرفوعاً بھی آئی ہے۔ عمیر بن عبدالملک کہتے ہیں کہ کوفے کے منبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ سنایا جس میں فرمایا کہ اگر میں چپ رہتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بات شروع کرتے اور جب میں پوچھتا تو آپ مجھے جواب دیتے۔ ایک دن آپ نے مجھ سے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے قسم ہے اپنی عزت وجلال کی' اپنی پوری بلندی کی جو عرش پر ہے کہ جس بستی کے جس گھر کے لوگ میری نافرمانیوں میں مبتلا ہوں پھر انہیں چھوڑ کر میری فرمانبرداری میں لگ جائیں تو میں بھی اپنے عذاب اور دکھ ان سے ہٹا کر اپنی رحمت اور سکھ انہیں عطا فرماتا ہوں۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند میں ایک راوی غیر معروف ہے۔

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾

وہی اللہ ہے جو تمہیں بجلی کی چمک ڈرانے اور امید دلانے کیلئے دکھاتا ہے اور بوجھل بادلوں کو پیدا کرتا ہے ○ گرج اس کی تسبیح وتعریف کرتی ہے اور فرشتے بھی اس کے خوف سے' وہی آسمان سے بجلیاں گراتا ہے اور جس پر چاہتا ہے اس پر ڈال دیتا ہے کفار اللہ کی بابت لڑ جھگڑ رہے ہیں' اللہ سخت قوت والا ہے ○

بجلی بھی اسی کے حکم میں: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک سائل کے جواب میں کہا تھا کہ برق پانی ہے۔ مسافر اسے دیکھ

[1] [**ضعیف**: ترمذی: كتاب الطب: باب ماجآء في الرقى والادوية (۲۰۶۵) ابن ماجه: كتاب الطب: باب ما انزل الله داء (۳٤۳۷) مستدرك حاكم (٤/٤۰۲) طبراني كبير (۳/۳۰۹۰)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [المشكاة (۹۷)] اس کی سند میں صالح بن ابی خضر راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (۵/۸۵)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس راوی کو ضعیف کہتے ہیں۔]

کر اپنی ایذا اور مشقت کے خوف سے گھبراتا ہے اور مقیم برکت ونفع کی امید پر رزق کی زیادتی کا لالچ کرتا ہے' وہی بوجھل بادلوں کو پیدا کرتا ہے جو بوجہ پانی کے بوجھ کے زمین کے قریب آ جاتے ہیں۔ پس ان میں بوجھ پانی کا ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ کڑک بھی اس کی تسبیح وتعریف بیان کرتی ہے۔ ایک اور جگہ ہے کہ ہر چیز اللہ کی تسبیح وحمد کرتی ہے۔ [1] ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بادل پیدا کرتا ہے جو اچھی طرح بولتے ہیں اور ہنستے ہیں۔ [2] ممکن ہے بولنے سے مراد گرجنا اور ہنسنے سے مراد بجلی کا ظاہر ہونا ہو۔ سعد بن ابراہیم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ بارش بھیجتا ہے اس سے اچھی بولی اور اس سے اچھی ہنسی والا کوئی نہیں۔ اس کی ہنسی بجلی ہے اور اس کی گفتگو گرج ہے۔ محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ برق ایک فرشتہ ہے جس کے چار منہ ہیں ایک انسان جیسا' ایک بیل جیسا' ایک گدھے جیسا' ایک شیر جیسا' وہ جب دم ہلاتا ہے تو بجلی ظاہر ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ گرج سن کر یہ دعا پڑھتے تھے ﴿اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذَالِكَ﴾ (ترمذی) [3] اور روایت میں یہ دعا ہے ﴿سُبْحَانَ مَنْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ﴾ [4] حضرت علی رضی اللہ عنہ گرج سن کر پڑھتے ﴿سُبْحَانَ مَنْ سَبَّحْتَ لَهٗ﴾ ابن ابی زکریا فرماتے ہیں جو شخص گرج سن کر کہے ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ﴾ اس پر بجلی نہیں گرے گی۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما گرج کی آواز سن کر باتیں چھوڑ دیتے اور فرماتے ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ الَّذِىْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهٖ﴾ اور فرماتے کہ اس آیت میں اور اس آواز میں زمین والوں کیلئے بہت تنزیر وعبرت ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تمہارا رب العزت فرماتا ہے اگر میرے بندے میری پوری اطاعت کرتے تو راتوں کو بارشیں برساتا اور دن کو سورج چڑھاتا اور انہیں گرج کی آواز تک نہ سناتا۔ [5] طبرانی میں ہے آپ فرماتے ہیں گرج سن کر اللہ کا ذکر کرو۔ کیونکہ ذکر کرنے والوں پر کڑاکا نہیں گرتا۔ [6] وہ بجلی بھیجتا ہے جس پر چاہے اس پر گراتا ہے۔ اسی لئے آخر زمانہ میں

---

[1] [سورة الاسراء: آیت ٤٤]

[2] [**صحیح**: مسند احمد (٤٣٥/٥) العقیلی فی الضعفاء (٣٥/١) بیهقی فی الاسماء والصفات (٩٨٨)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [السلسلة الصحيحة (١٦٦٥)]

[3] [**ضعیف**: ترمذی: کتاب الدعوات: باب مایقول اذاسمع الرعد (٣٤٥٠) مستدرك حاكم (٢٨٦/٤) ابن شيبة (٣١/٧) نسائی فی الیوم واللیلة (٩٢٨'٩٢٧) ابن السنی (٢٩٨) الادب المفرد للبخاری (٢٧١) نسائی فی السنن الکبری (١٠٧٦٤) مسند احمد (١٠٠/٢)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی، السلسلة الضعيفة (١٠٤٢)]

[4] [**ضعیف**: تفسیر ابن جریر الطبری (٢٠٢٦٠)]

[5] [**ضعیف**: مستدرك الحاکم (٣٤٩/٢) مسند احمد (٣٥٩/٢) مجمع الزوائد (٣٢٧٨)] اس کی سند میں صدقہ بن موسیٰ راوی ضعیف ہے۔]

[6] [**ضعیف**: طبرانی کبیر (١١٣٧١) مجمع الزوائد (١٧١٢٧)] اس کی سند میں یحییٰ بن کثیر ضعیف ہے۔]

بکثرت بجلیاں گریں گی۔ مسند کی حدیث میں ہے کہ قیامت کے نزدیک بجلی بکثرت گرے گی یہاں تک کہ ایک شخص اپنی قوم سے آ کر پوچھے گا صبح کس پر بجلی گری؟ وہ کہیں گے فلاں فلاں پر۔ (1) ابویعلی راوی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو ایک مغرور سردار کے بلانے کو بھیجا اس نے کہا کون رسول اللہ ﷺ؟ اور کون اللہ؟ اللہ سونے کا ہے یا چاندی کا؟ یا پیتل کا؟ قاصد واپس آیا اور حضور ﷺ سے یہ ذکر کیا کہ دیکھئے میں نے تو آپ سے پہلے ہی کہا تھا کہ وہ متکبر مغرور شخص ہے۔ آپ اسے نہ بلوائیں۔ آپ نے فرمایا دوبارہ جاؤ اس سے یہی کہو اس نے جا کر پھر بلایا لیکن اس ملعون نے یہی جواب اس مرتبہ بھی دیا۔ قاصد نے واپس آ کر حضور ﷺ سے عرض کیا آپ نے تیسری مرتبہ بھیجا اب کی مرتبہ بھی اس نے پیغام سن کر وہی جواب دینا شروع کیا کہ ایک بادل اس کے سر پر آ گیا کڑکا اور اس میں سے بجلی گری اور اس کے سر سے کھوپڑی اڑا لی گئی۔ اس کے بعد یہ آیت اتری۔ (2) ایک روایت میں ہے کہ ایک یہودی حضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا اللہ تانبے کا ہے یا موتی یا یاقوت کا؟ ابھی اس کا سوال پورا نہ ہوا تھا جو بجلی گری اور تباہ ہو گیا اور یہ آیت اتری۔ (3) قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں مذکور ہے ایک شخص نے قرآن کو جھٹلایا اور آنحضرت ﷺ کی نبوت کا انکار کیا اسی وقت آسمان سے بجلی گری اور وہ ہلاک ہو گیا اور یہ آیت اتری۔ (4)

اس آیت کے شان نزول میں عامر بن طفیل اور اربد بن قیس کا قصہ بھی بیان ہوتا ہے۔ یہ دونوں سرداران عرب مدینہ میں حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ ہم آپ کو مان لیں گے اس شرط پر کہ آپ ہمیں آدھوں آدھ شریک کر لیں۔ آپ نے انہیں اس سے مایوس کر دیا تو عامر ملعون نے کہا واللہ! میں سارے عرب کے میدان کو لشکروں سے بھر دوں گا آپ نے فرمایا تو جھوٹا ہے اللہ تجھے یہ وقت ہی نہیں دے گا پھر یہ دونوں مدینے میں ٹھہرے رہے کہ موقعہ پا کر حضور ﷺ کو غفلت میں قتل کر دیں چنانچہ ایک دن انہیں موقعہ مل گیا ایک نے تو آپ کو سامنے سے باتوں میں لگا لیا دوسرا تلوار لیکر پیچھے سے آ گیا لیکن اس حافظ حقیقی نے آپ کو ان کی شرارت سے بچا لیا۔ اب یہاں سے نامراد ہو کر چلے اور اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے کیلئے عرب کو آپ کے خلاف ابھارنے لگے اسی حال میں اربد پر آسمان سے بجلی گری اور اس کا کام تمام ہو گیا عامر طاعون کی گلٹی سے پکڑا گیا اور اسی میں بلک بلک کر جان دی اور اسی جیسوں کے بارے میں یہ آیت اتری کہ اللہ تعالیٰ جس پر چاہے بجلی گراتا ہے۔ اربد کے بھائی

---

(1) [ضعیف: مسند احمد (۳/۶٤) مجمع الزوائد (۱۲۵۸٤)] اس کی سند میں محمد بن مصعب ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(2) [حسن: مسند ابویعلی (۳٤٦۸) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۳/۱۲۵) النسائی فی التفسیر (۱۱۲۵۹/٦) العقیلی فی الضعفاء (۳/۲۳۲) طبرانی اوسط (۳/۲٦۰۲)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے حسن کہتے ہیں۔]

(3) [مرسل: تفسیر ابن جریر الطبری (۱٦/۲۰۲٦٦) الدر المنثور للسیوطی (٤/۹۹)]

(4) [حسن: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۰۲۷۱)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔]

لبید نے اپنے بھائی کے اس واقعہ کو اشعار میں خوب بیان کیا ہے۔ اور روایت میں ہے کہ عامر نے کہا کہ اگر میں مسلمان ہو کر جاؤں تو مجھے کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا جو سب مسلمانوں کا حال وہی تیرا حال۔ اس نے کہا پھر تو میں مسلمان نہیں ہوتا۔ اگر آپ کے بعد اس امر کا والی میں بنوں تو میں دین قبول کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ امر خلافت نہ تیرے لئے ہے نہ تیری قوم کے لئے ہاں ہمارا لشکر تیری مدد پر ہوگا۔ اس نے کہا اس کی مجھے ضرورت نہیں اب بھی نجدی لشکر میری پشت پناہی پر ہے مجھے تو کچے پکے کا مالک کر دیں تو میں دین اسلام قبول کرلوں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ یہ دونوں آپ کے پاس سے چلے گئے۔ عامر کہنے لگا واللہ! میں مدینے کو چاروں طرف سے لشکروں سے محصور کرلوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیرا یہ ارادہ پورا نہیں ہونے دے گا۔ اب ان دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ایک تو حضرت محمد ﷺ کو باتوں میں لگائے دوسرا تلوار سے آپ کا کام تمام کر دے۔ پھر ان میں سے لڑے گا کون؟ زیادہ سے زیادہ دیت دے کر پیچھا چھوٹ جائے گا۔ اب یہ دونوں پھر آپ کے پاس آئے۔ عامر نے کہا ذرا آپ اٹھ کر یہاں آئیں میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ آپ اٹھے' اس کے ساتھ چلے' حضور ﷺ بھی کھڑے سن رہے تھے اربد نے موقعہ پا کر تلوار پر ہاتھ رکھا اسے میان سے باہر نکالنا چاہا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا ہاتھ شل کر دیا اس سے تلوار نکلی ہی نہیں۔ جب کافی دیر لگ گئی اور اچانک حضور ﷺ کی نظر پشت کی جانب پڑی تو آپ نے یہ حالت دیکھی اور وہاں سے لوٹ کر چلے آئے۔ اب یہ دونوں مدینہ سے چلے حرہ راقم میں آ کر ٹھہرے لیکن حضرت سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے اور انہیں وہاں سے نکالا' راقم میں پہنچے ہی تھے جو اربد پر بجلی گری اس کا تو وہیں ڈھیر ہو گیا۔ عامر یہاں سے بھاگ چلا لیکن جرتح میں پہنچا تھا جو اسے طاعون کی گلٹی نکلی۔ بنو سلول قبیلے کی ایک عورت کے ہاں یہ ٹھہرا۔ وہ کبھی کبھی اپنی گردن کی گلٹی کو دباتا اور تعجب سے کہتا یہ تو ایسی ہے جیسے اونٹ کی گلٹی ہوتی ہے' افسوس! میں سلولیہ عورت کے گھر پر مروں گا۔ کیا اچھا ہوتا کہ میں اپنے گھر ہوتا۔ آخر اس سے نہ رہا گیا' گھوڑا منگوایا' سوار ہو کر چل دیا لیکن راستے ہی میں ہلاک ہو گیا پس ان کے بارے میں یہ آیتیں ﴿اَللّٰهُ يَعْلَمُ﴾ سے ﴿مِنْ وَّالٍ﴾ تک نازل ہوئیں ان میں آنحضرت ﷺ کی حفاظت کا ذکر بھی ہے پھر اربد پر بجلی گرنے کا ذکر ہے [1] اور فرمایا ہے کہ یہ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ اس کی عظمت و توحید کو نہیں مانتے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے مخالفوں کو سخت سزا اور ناقابل برداشت عذاب کرنے والا ہے۔ پس یہ آیت مثل آیت ﴿وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ [2] الخ' کے ہے یعنی انہوں نے مکر کیا اور ہم نے بھی اس طرح کہ انہیں معلوم نہ ہو سکا۔ اب تو خود دیکھ لے کہ ان کے مکر کا انجام کیا ہوا؟ ہم نے انہیں اور ان کی قوم کو غارت کر دیا۔ اللہ سخت پکڑنے والا ہے۔ بہت قوی ہے' پوری قوت و طاقت والا ہے۔

---

(1) [ضعیف: طبرانی کبیر (۱۰۷۶۰) مجمع الزوائد (۱۱۰۹۱)] امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں عبد العزیز بن عمران راوی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

(2) [سورۃ النمل: ایت ۵۰، ۵۱]

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاۗءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۭ وَمَا دُعَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾

اسی کو پکارنا حق ہے، جولوگ اس کے سوااوروں کو پکارتے ہیں وہ ان کے کسی کام پر نہیں پہنچتے مگر جیسے کہ کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے ہوئے ہو کہ اس کے منہ میں پڑ جائے تو وہ پانی اس کے منہ میں پہنچنے والا نہیں، ان منکروں کی جتنی پکار ہے سب گمراہی میں ہے ○

اللہ کو پکارنا ہی برحق ہے: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کیلئے دعوت حق ہے، اس سے مراد توحید ہے۔[1] محمد بن منکدر رکھتے ہیں مراد ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ہے۔ پھر مشرکوں، کافروں کی مثال بیان ہوئی کہ جیسے کوئی شخص پانی کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوئے ہو کہ اس کے منہ میں خود بخود پہنچ جائے تو ایسا نہیں ہونے کا۔ اسی طرح یہ کفار جنہیں پکارتے ہیں اور جن سے امیدیں رکھتے ہیں، وہ ان کی امیدیں پوری نہیں کرنے کے۔ اور یہ مطلب بھی ہے کہ جیسے کوئی اپنی مٹھیوں میں پانی بند کر لے تو وہ رہنے کا نہیں۔ پس باسط قابض کے معنی میں ہے۔ عربی شعر میں بھی قابض ماء آیا ہے[2] پس جیسے پانی مٹھی میں روکنے والا اور جیسے پانی کی طرف ہاتھ پھیلانے والا پانی سے محروم ہے، ایسے ہی یہ مشرک اللہ کے سوا دوسروں کو گو پکاریں لیکن رہیں گے محروم ہی دین دنیا کا کوئی فائدہ انہیں نہ پہنچے گا۔ ان کی پکار بے سود ہے۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۩ ﴿۱۵﴾

اللہ ہی کیلئے زمین وآسمان کی سب مخلوق خوشی اور ناخوشی سے سجدہ کرتی رہتی ہے اور ان کے سائے بھی صبح وشام ○

ہر چیز اللہ کے سامنے سجدہ ریز: اللہ تعالیٰ اپنی عظمت وسلطنت کو بیان فرما رہا ہے کہ ہر چیز اس کے سامنے پست ہے اور ہر ایک اس کی سرکار میں عاجزی کا اظہار کرتی ہے۔ مومن خوشی سے اور کافر بزور اس کے سامنے سجدہ میں ہے۔ ان کی پرچھائیں صبح شام اس کے سامنے جھکتی رہتی ہیں۔ اصال جمع ہے اصیل کی۔ اور آیت میں بھی اس کا بیان ہوا ہے۔ فرمان ہے ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ﴾[3] الخ، یعنی کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ تمام مخلوق اللہ کے سامنے دائیں بائیں جھک کر اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اور اپنی عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔

---

[1] تفسیر ابن جریر الطبری (۳٦٤/۷)

[2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۳٦٤/۷) تفسیر روح المعانی (۱۲۱/۷)]

[3] [سورۃ النحل: آیت ٤۸]

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ۬ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَ النُّوْرُ ۚ۬ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾

پوچھ کہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار کون ہے؟ کہہ دے اللہ' کہہ دے کہ کیا تم پھر بھی اس کے سوا اوروں کو حمایتی بنا رہے ہو؟ جو خود اپنی جان کے بھی بھلے برے کا اختیار نہیں رکھتے' کہہ دے کیا اندھا اور دیکھتا برابر ہو سکتا ہے' یا کیا اندھیریاں اور روشنی برابر ہو سکتی ہے' کیا جنہیں یہ شریک اللہ ٹھہرا رہے ہیں انہوں نے بھی اللہ کی طرح مخلوق پیدا کی ہے کہ ان کی نظر میں مخلوق مشتبہ ہوگئی ہو' کہہ دے کہ صرف اللہ ہی تمام چیزوں کا خالق ہے وہ اکیلا ہے اور زبردست غالب ہے ○

اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ یہ مشرکین بھی اس کے قائل ہیں کہ زمین و آسمان کا رب اور مدبر اللہ ہی ہے۔ اس کے باوجود دوسرے اولیاء کی عبادت کرتے ہیں حالانکہ وہ سب عاجز بندے ہیں۔ ان کے تو کیا خود اپنے بھی نفع نقصان کا انہیں کوئی اختیار نہیں پس یہ اور اللہ کے عابد یکساں نہیں ہو سکتے۔ یہ اندھیروں میں ہیں اور بندۂ رب نور میں ہے۔ جتنا فرق اندھے میں اور دیکھنے والے میں ہے' جتنا فرق اندھیروں اور روشنی میں ہے اتنا ہی فرق ان دونوں میں ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ کیا ان مشرکین کے مقرر کردہ شریک ان کے نزدیک کسی چیز کے خالق ہیں؟ کہ ان پر تمیز مشکل ہوگئی کہ کس چیز کا خالق اللہ ہے؟ اور کس چیز کے خالق ان کے معبود ہیں؟ حالانکہ ایسا نہیں اللہ کے مشابہ اس جیسا اس کے برابر کا اور اس کی مثل کا کوئی نہیں۔ وہ وزیر سے' شریک سے' اولاد سے' بیوی سے پاک ہے اور ان سب سے اس کی ذات بلند و بالا ہے۔ یہ تو مشرکین کی پوری بے وقوفی ہے کہ اپنے جھوٹے معبودوں کو اللہ کا پیدا کیا ہوا' اس کی مملوک سمجھتے ہوئے پھر بھی ان کی پوجا پاٹ میں لگے ہوئے ہیں۔ لبیک پکارتے ہوئے کہتے ہیں کہ یا اللہ ہم حاضر ہوئے تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ شریک کہ وہ خود تیری ملکیت میں ہے اور جس چیز کا وہ مالک ہے' وہ بھی دراصل تیری ہی ملکیت میں ہے۔ [1] قرآن نے اور جگہ ان کا مقولہ بیان فرمایا ہے کہ ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ [2] یعنی ہم تو ان کی عبادت صرف اس لالچ میں کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں۔ ان کے اس اعتقاد کی رگ گردن توڑتے ہوئے ارشاد ربانی ہوا کہ اس کے پاس کوئی بھی اس کی اجازت کے بغیر لب نہیں ہلا سکتا۔ آسمانوں کے فرشتے بھی شفاعت اس کی اجازت بغیر کر ہی نہیں سکتے۔ سورۂ مریم میں فرمایا زمین و آسمان کی تمام مخلوق اللہ کے سامنے غلام بن کر آنے والی ہے' سب اس کی نگاہ میں اور اس کی گنتی میں ہیں اور ہر ایک تنہا تنہا اس کے سامنے قیامت کے دن حاضری

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الحج: باب التلبیة وصفتها ووقتها (۱۱۸۵)]

[2] [سورۃ الزمر: آیت ۳]

دینے والا ہے۔ (1) پس جب کہ سب کے سب بندے غلام ہونے کی حیثیت میں یکساں ہیں' پھر ایک کا دوسرے کی عبادت کرنا بڑی حماقت اور کھلی بے انصافی نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر اس نے رسولوں کا سلسلہ شروع دنیا سے جاری رکھا ہے۔ ہر ایک نے لوگوں کو پہلا سبق یہ دیا کہ اللہ ایک ہی عبادت کے لائق ہے۔ اس کے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں لیکن انہوں نے نہ اپنے اقرار کا پاس کیا نہ رسولوں کی متفقہ تعلیم کا لحاظ کیا' مخالفت کی' رسولوں کو جھٹلایا تو کلمہ عذاب ان پر صادق آ گیا۔ یہ رب کا ظلم نہیں۔

أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۚ وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهُ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۚ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۖ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ ﴿١٧﴾

اسی نے آسمان سے پانی برسایا پھر اپنی اپنی سمائی کے مطابق نالے بہہ نکلے پھر پانی کے ریلے نے اوپر چڑھے جھاگ کو اٹھا لیا' اور اس چیز میں بھی جس کو آگ میں ڈال کر تپاتے ہیں زیور یا ساز و سامان کیلئے اسی طرح کے جھاگ ہیں' اسی طرح اللہ تعالیٰ حق و باطل کی مثال بیان فرماتا ہے' اب جھاگ تو ناکارہ ہو کر چلا جاتا ہے لیکن جو لوگوں کو نفع دینے والی چیز ہے وہ زمین میں ٹھہری رہتی ہے' اللہ تعالیٰ اسی طرح مثالیں بیان فرماتا ہے ○

باطل میں پائیداری نہیں: حق و باطل کے فرق' حق کی پائیداری اور باطل کی بے ثباتی کی یہ دو مثالیں بیان فرمائیں۔ ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ بادلوں سے مینہ برساتا ہے' چشموں' دریاؤں' نالیوں وغیرہ کے ذریعے برسات کا پانی بہنے لگتا ہے۔ کسی میں کم' کسی میں زیادہ' کوئی چھوٹی' کوئی بڑی۔ یہ دلوں کی مثال ہے اور ان کے تفاوت کی۔ کوئی آسمانی علم بہت زیادہ حاصل کر لیتا ہے کوئی کم۔ پھر پانی کی اس رو پر جھاگ تیرنے لگتا ہے۔ ایک مثال تو یہ ہوئی۔ دوسری مثال سونے چاندی کے لوہے تانبے کی ہے کہ اسے آگ میں تپایا جاتا ہے سونے چاندی زیور کیلئے لوہا تانبا برتن بھانڈے وغیرہ کیلئے۔ ان میں بھی جھاگ ہوتے ہیں تو جیسے ان دونوں چیزوں کے جھاگ مٹ جاتے ہیں' اسی طرح باطل جو کبھی حق پر چھا جاتا ہے اور حق نتھر آتا ہے جیسے پانی نتھر کر صاف ہو کر رہ جاتا ہے اور جیسے چاندی سونا وغیرہ تپا کر کھوٹ سے الگ کر لئے جاتے ہیں۔ اب سونے چاندی پانی وغیرہ سے تو دنیا نفع اٹھاتی رہتی ہے اور ان پر جو کھوٹ اور جھاگ آ گیا تھا' اس کا نام و نشان بھی نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے سمجھانے کے لئے کتنی صاف مثالیں بیان فرما رہا ہے۔ کہ سوچیں سمجھیں۔ جیسے فرمایا کہ ہم یہ مثالیں لوگوں کے سامنے بیان فرماتے ہیں لیکن اسے علماء خوب سمجھتے ہیں۔ (2) بعض سلف کی سمجھ میں جو کوئی مثال نہیں آتی تھی تو وہ رونے لگتے تھے کیونکہ انہیں نہ سمجھنا علم سے خالی لوگوں کا وصف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں پہلی مثال میں بیان ہے ان لوگوں کا جن

---

(1) [سورۃ مریم: آیت ۹۳، ۹۵] (2) [سورۃ العنکبوت: آیت ۴۳]

کے دل میں یقین کے ساتھ علم الٰہی کامل ہوتے ہیں اور بعض دل وہ بھی ہیں' جن میں شک باقی رہ جاتا ہے پس شک کے ساتھ علم بے سود ہوتا ہے۔ یقین پورا فائدہ دیتا ہے۔ ابد سے مراد شک ہے جو کمتر چیز ہے' یقین کارآمد چیز ہے' جو باقی رہنے والی ہے۔ جیسے زیور جو آگ میں تپایا جاتا ہے تو کھوٹ جل جاتا ہے اور کھری چیز رہ جاتی ہے' اسی طرح اللہ کے ہاں یقین مقبول ہے شک مردود ہے۔ پس جس طرح پانی رہ گیا اور پینے وغیرہ کے کام آیا اور جس طرح سونا چاندی اصلی رہ گیا اور اس کے ساز وسامان بنے' اسی طرح نیک اور خالص اعمال عامل کو نفع دیتے ہیں اور باقی رہتے ہیں۔ ہدایت وحق پر جو عامل رہے' وہ نفع پاتا ہے جیسے لوہے کی چھری بغیر تپائے بن نہیں سکتی۔ اسی طرح باطل' شک اور ریاکاری والے اعمال اللہ کے ہاں کارآمد نہیں ہو سکتے۔ قیامت کے دن باطل ضائع ہو جائے گا۔ اور اہل حق کو حق نفع دے گا۔ سورۂ بقرہ کے شروع میں منافقوں کی دو مثالیں اللہ رب العزت نے بیان فرمائیں۔ ایک پانی کی ایک آگ کی۔

سورۂ نور میں کافروں کی دو مثالیں بیان فرمائیں۔ ایک سراب یعنی ریت کی دوسری سمندر کی تہہ کے اندھیروں کی۔ ریت کا میدان موسم گرما میں دور سے بالکل لہریں لیتا ہوا دریا کا پانی معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن یہودیوں سے پوچھا جائے گا کہ تم کیا مانگتے ہو؟ کہیں گے پیاسے ہو رہے ہیں' پانی چاہئے تو ان سے کہا جائے گا پھر جاتے کیوں نہیں ہو؟ چنانچہ جہنم انہیں ایسی نظر آئے گی جیسے دنیا میں ریتلے میدان۔ [1] دوسری آیت میں فرمایا ﴿أَوْ كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ لُّجِّيٍّ﴾ [2] الخ' بخاری ومسلم میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ جس ہدایت وعلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اس کی مثال بارش کی طرح ہے جو زمین پر برسی۔ زمین کے ایک حصے نے تو پانی کو قبول کیا' گھاس چارہ بکثرت اگ آیا۔ بعض زمین جاذب تھی' اس نے پانی کو روک لیا پس اللہ نے اس سے بھی لوگوں کو نفع پہنچایا۔ پانی ان کے پینے کے' پلانے کے' کھیت کے کام آیا اور جو ٹکڑا زمین کا سنگلاخ اور سخت تھا نہ اس میں پانی ٹھہرا نہ وہاں کچھ پیداوار ہوئی۔ پس یہ اس کی مثال ہے جس نے دین میں سمجھ حاصل کی اور میری بعثت سے اللہ نے اسے فائدہ پہنچایا اس نے خود علم سیکھا دوسروں کو سکھایا اور مثال ہے اس کی جس نے اس کیلئے سر بھی نہ اٹھایا اور نہ اللہ کی وہ ہدایت قبول کی جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں۔ [3] پس وہ سنگلاخ زمین کے مثل ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے میری اور تمہاری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی جب آگ نے اپنے آس پاس کی چیزوں کو روشن کر دیں تو پتنگے اور پروانے وغیرہ کیڑے اس میں گر گر کر جان دینے لگے وہ انہیں ہر چند روکتا ہے لیکن پھر بھی وہ برابر گر رہے ہیں بالکل یہی مثال میری اور تمہاری ہے کہ میں تمہاری کمر پکڑ کر تمہیں روکتا ہوں اور کہہ رہا ہوں کہ آگ سے پرے ہٹو لیکن تم میری

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب معرفة الطریق الرؤیة (۱۸۳)]

[2] [سورة النور: آیت ٤٠]

[3] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب العلم : باب فضل من علم و علم (۷۹) صحیح مسلم : کتاب الفضائل : باب بیان مثل مابعث النبی من الهدی و العلم (۲۲۸۲) مسند احمد (۳۹۹/٤)]

نہیں سنتے‘ نہیں مانتے‘ مجھ سے چھوٹ چھوٹ کر آگ میں گرے چلے جاتے ہو۔ [1] پس حدیث میں بھی پانی اور آگ کی دونوں مثالیں آ چکی ہیں۔

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ۭ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ سُوْۗءُ الْحِسَابِ ڏ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ۧ

جن لوگوں نے اپنے رب کے حکم کی بجا آوری کی ان کیلئے بھلائی ہے اور جن لوگوں نے اس کی حکم برداری نہ کی اگر ان کے لیے زمین میں جو کچھ ہے سب کچھ ہو اور اسی کے ساتھ ویسا ہی اور بھی ہو جب بھی وہ سب کچھ اپنے بدلے میں دے دیں‘ یہی ہیں جن کے لیے حساب کی سختی ہے اور جن کا ٹھکانا جہنم ہے جو بہت بری جگہ ہے ○

نیکوں اور بدوں کا انجام: اللہ رسول کو ماننے والے‘ احکام کے پابند‘ خبروں پر یقین رکھنے والے تو نیک بدلہ پائیں گے۔ ذوالقرنین رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ ظلم کرنے والے کو ہم بھی سزا دیں گے اور اللہ کے ہاں بھی سخت عذاب دیا جائے گا اور ایماندار اور نیک اعمال لوگ بہترین بدلہ پائیں گے اور ہم بھی ان سے نرمی کی باتیں کریں گے۔ [2] اور آیت میں فرمان ربی ہے نیکوں کیلئے نیک بدلہ ہے اور زیادتی بھی۔ [3] پھر فرماتا ہے جو لوگ اللہ کی باتیں نہیں مانتے یہ قیامت کے دن ایسے عذابوں کو دیکھیں گے کہ اگر ان کے پاس ساری زمین بھر کر سونا ہو تو وہ اپنے فدیے میں دینے کیلئے تیار ہو جائیں بلکہ اس جتنا اور بھی۔ مگر قیامت کے روز فدیہ نہ ہوگا‘ نہ بدلہ‘ نہ عوض‘ نہ معاوضہ۔ ان سے سخت باز پرس ہوگی ایک ایک چھلکے اور ایک ایک دانے کا حساب لیا جائے گا۔ حساب میں پورے نہ اتریں گے تو عذاب ہوگا۔ جہنم ان کا ٹھکانا ہوگا جو بدترین جگہ ہوگی۔

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ۙ

کیا ایک وہ شخص جو یہ علم رکھتا ہو کہ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے جو اتارا گیا ہے وہ حق ہے اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو اندھا ہو‘ نصیحت تو وہی قبول کرتے ہیں جو عقلمند ہوں ○

نیک اور بد برابر نہیں: ارشاد ہوتا ہے کہ ایک وہ شخص جو اللہ کے کلام کو جو آپ کی جانب اترا سراسر حق مانتا ہو‘ سب پر ایمان رکھتا ہو‘ ایک کو دوسرے کی تصدیق کرنے والا اور موافقت کرنے والا جانتا ہو‘ سب خبروں کو سچ جانتا ہو‘ سب

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب قول اللہ تعالی وو ھبنا لداود سلیمان نعم العبد (٣٤٢٦) صحیح مسلم: کتاب الفضائل: باب شفقته علی امته (٢٢٨٤) ترمذی: کتاب الامثال: باب ماجاء فی مثل ابن آدم واجله وامله (٢٨٧٤) مسند احمد (٣١٢/٢)]

[2] [سورۃ الکھف: آیت ٨٧-٨٨] [3] [سورۃ یونس: آیت ٢٦]

حکموں کو مانتا ہو' سب برائیوں کو بدلتا ہو' آپ کی سچائی کا قائل ہو۔ اور دوسرا وہ شخص جو نابینا ہو' بھلائی کو سمجھتا ہی نہیں اور اگر سمجھ بھی لے تو مانتا نہ ہو' نہ سچا جانتا ہو' یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ جیسے فرمان ہے کہ دوزخی اور جنتی برابر نہیں جنتی کامیاب ہیں' [1] یہی فرمان یہاں ہے کہ یہ دونوں برابر نہیں۔ بات یہ ہے کہ بھلی سمجھ سمجھداروں کی ہی ہوتی ہے۔

الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾

جو اللہ کے عہد و پیمان کو پورا کرتے ہیں اور قول و قرار کو توڑتے نہیں ○ اللہ نے جن چیزوں کو جوڑنے کا حکم دیا ہے وہ اسے جوڑتے ہیں اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور حساب کی سختی کا کھٹکا رکھتے ہیں ○ اپنے رب کی رضا مندی کی طلب کی وجہ سے صبر کرتے رہتے ہیں اور نمازوں کو برابر قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے اسے چھپے' کھلے خرچ کرتے رہتے ہیں اور برائی کو بھی بھلائی سے ٹالتے رہتے ہیں ان ہی کیلئے عاقبت کا گھر ہے ○ ہمیشہ رہنے کے باغات جہاں یہ خود جائیں گے اور ان کے باپ داداؤں اور بیویوں اور اولادوں میں سے بھی جو نیک کار ہوں' ان کے پاس فرشتے ہر ہر دروازے سے آئیں گے ○ کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہوتی رہے صبر کے بدلے کیا ہی اچھا بدلہ ہے اس گھر کا ○

نیک لوگوں کے اچھے انجام کی روداد: ان بزرگوں کی نیک صفتیں بیان ہو رہی ہیں اور ان کے بھلے انجام کی خبر دی جا رہی ہے جو آخرت میں جنت کے مالک بنیں گے اور یہاں بھی جو نیک انجام ہیں۔ وہ منافقوں کی طرح نہیں ہوتے کہ عہد شکنی' غداری اور بے وفائی کریں۔ یہ منافق کی خصلت ہے کہ وعدہ توڑ دیں۔ جھگڑوں میں گالیاں بکیں' باتوں میں جھوٹ بولیں' امانت میں خیانت کریں۔ صلہ رحمی کا' رشتہ داروں سے سلوک کرنے کا' فقیر محتاج کو دینے کا' بھلی باتوں کے نباہنے کا' جو حکم الٰہی ہے یہ اس کے عامل ہیں۔ رب کا خوف دل میں رکھتے ہوئے فرمان الٰہی سمجھ کر نیکیاں کرتے ہیں' بدیاں چھوڑتے ہیں۔ آخرت کے حساب سے ڈرتے ہیں' اسی لئے برائیوں سے بچتے ہیں' نیکیوں کی رغبت کرتے ہیں۔ اعتدال کا راستہ نہیں چھوڑتے۔ ہر حال میں فرمان الٰہی کا لحاظ رکھتے ہیں۔ گو نفس حرام کاموں اور اللہ کی نافرمانیوں کی طرف جانا چاہے لیکن یہ اسے روک لیتے ہیں اور ثواب آخرت یاد دلا کر مرضی مولا رضائے رب کے طالب ہو کر نافرمانیوں سے باز رہتے ہیں۔ نماز کی پوری حفاظت کرتے ہیں۔ رکوع' سجدہ' قعدہ خشوع خضوع' شرعی طور پر بجا لاتے ہیں۔ جنہیں دینا اللہ نے فرمایا ہے

[1] [سورۃ الحشر: آیت ۲۰]

انہیں اللہ کی دی ہوئی چیزیں دیتے رہتے ہیں۔فقراء محتاج' مساکین اپنے ہوں یا غیر ہوں۔ان کی برکتوں سے محروم نہیں رہتے۔چھپے کھلے' دن رات' وقت بے وقت' برابر راہ للہ خرچ کرتے رہتے ہیں۔قباحت کو احسان سے' برائی کو بھلائی سے' دشمنی کو دوستی سے ٹال دیتے ہیں۔دوسرا سرکشی کرے یہ نرمی کرتے ہیں۔دوسرا سر چڑھے یہ سر جھکا دیتے ہیں۔دوسروں کے ظلم سہہ لیتے ہیں اور خود نیک سلوک کرتے ہیں۔تعلیم قرآن ہے ﴿اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ﴾ [1] الخ' بہت اچھے طریقے سے ٹال دو تو دشمن بھی گاڑھا دوست بن جائے گا۔صبر کرنے والے صاحب نصیب ہی اس مرتبے کو پاتے ہیں۔ایسے لوگوں کیلئے اچھا انجام ہے۔

جنت اور اس کے محلات: وہ اچھا انجام اور بہترین گھر جنت ہے جو ہمیشگی والی اور پائیدار ہے۔حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جنت کے ایک محل کا نام عدن ہے جس میں بروج اور بالا خانے ہیں جس کے پانچ ہزار دروازے ہیں' ہر دروازے پر پانچ ہزار فرشتے ہیں۔وہ محل مخصوص ہے نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کیلئے۔ ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ جنت کا شہر ہے جس میں انبیاء علیہم السلام ہوں گے شہداء ہوں گے اور ہدایت کے ائمہ ہوں گے۔ان کے آس پاس اور لوگ ہوں گے اور ان کے اردگرد اور جنتیں ہیں وہاں یہ اپنے چہیتوں کو بھی اپنے ساتھ دیکھیں گے۔ان کے بڑے باپ دادے' ان کے چھوٹے بیٹے پوتے' ان کے جوڑے جو بھی ایماندار اور نیکو کار تھے ان کے پاس ہوں گے اور راحتوں میں مسرور ہوں گے جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی۔یہاں تک کہ کسی کے عامل اس درجہ بلند تک پہنچنے کے قابل نہ بھی ہونگے تو اللہ تعالیٰ ان کے درجے بڑھا دے گا اور اعلیٰ منزل تک پہنچا دے گا جیسے ﴿وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَاتَّبَعَتۡهُمۡ ذُرِّیَّتُهُمۡ بِاِیۡمَانٍ اَلۡحَقۡنَا بِهِمۡ ذُرِّیَّتَهُمۡ﴾ [2] الخ' جن ایمانداروں کی اولاد ان کی پیروی ایمان میں کرتی ہے' ہم انہیں بھی ان کے ساتھ ملا دیتے ہیں ان کے پاس مبارک باد اور سلام کیلئے ہر ہر دروازے سے ہر وقت فرشتے آتے جاتے رہتے ہیں یہ بھی اللہ کا انعام ہے تا کہ یہ ہر وقت خوش رہیں اور بشارتیں سنتے رہیں۔نبیوں' صدیقوں' شہیدوں کا پڑوس' فرشتوں کا سلام اور جنت الفردوس مقام۔

مسند کی حدیث میں ہے جانتے بھی ہو کہ سب سے پہلے جنت میں کون جائیں گے؟ لوگوں نے کہا اللہ کو علم ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو' فرمایا سب سے پہلے جنتی مساکین' مہاجرین ہیں جو دنیا کی لذتوں سے دور تھے جو تکلیفوں میں مبتلا تھے جن کی امنگیں دلوں میں ہی رہ گئیں اور قضا آ گئی۔رحمت کے فرشتوں کو حکم الٰہی ہوگا کہ جاؤ انہیں مبارک باد دو فرشتے کہیں گے اللہ ہم تیرے آسمانوں کے رہنے والے تیری بہترین مخلوق۔کیا تو ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم جا کر انہیں سلام کریں اور انہیں مبارک باد پیش کریں؟ جناب باری جواب دے گا یہ میرے بندے ہیں جنہوں نے صرف میری عبادت کی میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا دنیوی راحتوں سے محروم رہے مصیبتوں میں مبتلا رہے کوئی مراد پوری ہونے نہ پائی اور یہ صابر و شاکر رہے اب تو فرشتے جلدی جلدی بصد شوق ان کی طرف دوڑیں گے ادھر ادھر کے ہر ایک دروازے سے گھسیں گے اور سلام کر کے مبارک

---

[1] [سورۃ فصلت: آیت ٣٤] [2] [سورۃ الطور: آیت ٢١]

باد پیش کریں گے۔ (۱) طبرانی میں ہے کہ سب سے پہلے جنت میں جانے والے تین قسم کے لوگ ہیں فقراء مہاجرین جو مصیبتوں میں مبتلا رہے جب انہیں جو حکم ملا بجالاتے رہے انہیں ضرورتیں بادشاہوں سے ہوتی تھیں لیکن مرتے دم تک پوری نہ ہوئیں۔ جنت کو بروز قیامت اللہ تعالیٰ اپنے سامنے بلائے گا وہ بنی سنوری اپنی تمام نعمتوں اور تازگیوں کے ساتھ حاضر ہوگی اس وقت ندا ہوگی کہ میرے وہ بندے جو میری راہ میں جہاد کرتے تھے میری راہ میں ستائے جاتے تھے میری راہ میں لڑتے بھڑتے تھے وہ کہاں ہیں۔ آؤ بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں چلے جاؤ۔ اس وقت فرشتے اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑیں گے اور عرض کریں گے کہ پروردگار ہم تو صبح شام تیری تسبیح وتقدیس میں لگے رہے یہ کون ہیں جنہیں ہم پر بھی تو نے فضیلت عطا فرمائی؟ اللہ رب العزت فرمائے گا یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے میری راہ میں جہاد کیا میری راہ میں تکلیفیں برداشت کیں۔ اب تو فرشتے جلدی کر کے ان کے پاس ہر ایک دروازے سے جا پہنچیں گے سلام کریں گے اور مبارک بادیاں پیش کریں گے کہ تمہیں تمہارے صبر کا بدلہ کتنا اچھا ملا۔ (۲) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

مومن جنت میں تخت پر با آرام نہایت شان سے تکیہ لگائے بیٹھا ہوا ہوگا خادموں کی قطاریں ادھر ادھر کھڑی ہوں گی جو دروازے والے خادم سے فرشتہ اجازت مانگے گا وہ دوسرے خادم سے کہے گا وہ یکے بعد دیگرے یہاں تک کہ مومن سے پوچھا جائے گا۔ مومن اجازت دے گا کہ اسے آنے دو یونہی ایک دوسرے کو پیغام پہنچائے گا اور آخری خادم فرشتے کو اجازت دے گا اور دروازہ کھول دے گا۔ وہ آئے گا اور چلا جائے گا۔ (۳) ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ہر سال کے آخر پر شہداء کی قبروں پر آتے اور کہتے ﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾ اور اسی طرح ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم بھی۔ (۴) (اس کی سند ٹھیک نہیں)

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ ۝۲۵

جو لوگ اللہ کے عہد کو اس کی مضبوطی کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم اللہ ہے انہیں توڑتے رہتے ہیں

---

(۱) [صحیح: مسند احمد (۲/۱٦۸) ابن ابی عاصم فی الاوائل (٥٧) عبد بن حمید فی المنتخب (۳٥۲) بیهقی فی البعث والنشور (٤١٤) مسند بزار (٣٦٦٥/٤) مجمع الزوائد (۲٥۹/۱۰)] امام ابن حبانؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے صحیح کہتے ہیں۔]

(۲) [صحیح: مسند احمد (۲/۱٦۸) ابو نعیم فی صفة الجنة (۸۱)]

(۳) [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۳۷۷)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں موجود ابو الحجاج کے حال کا کچھ پتہ نہیں۔]

(۴) [ضعیف و مرسل: تفسیر ابن حریر الطبری (۲۰۳٤٤)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے ضعیف کہتے ہیں۔]

بدنصیب نافرمانوں کا ذکر: مومنوں کی صفتیں اوپر بیان ہوئیں کہ وہ وعدے کے پورے، رشتوں ناتوں کے ملانے والے ہوتے ہیں۔ پھر ان کا اجر بیان ہوا کہ وہ جنتوں کے مالک بنیں گے۔ اب یہاں ان بدنصیبوں کا ذکر ہو رہا ہے جو ان کے خلاف خصائل رکھتے تھے نہ اللہ کے وعدوں کا لحاظ کرتے تھے نہ صلہ رحمی اور احکام الٰہی کی پابندی کا خیال رکھتے تھے یہ لعنتی گروہ ہے اور برے انجام والا ہے۔ حدیث میں ہے منافق کی تین نشانیاں ہیں باتوں میں جھوٹ بولنا، وعدوں کا خلاف کرنا، امانت میں خیانت کرنا۔ [1] ایک حدیث میں ہے جھگڑوں میں گالیاں بکنا [2] اس قسم کے لوگ رحمت الٰہی سے دور ہیں ان کا انجام برا ہے یہ جہنمی گروہ ہے۔ یہ چھ خصلتیں ہوئیں جو منافقین سے اپنے غلبہ کے وقت ظاہر ہوتی ہیں باتوں میں جھوٹ، وعدہ خلافی، امانت میں خیانت، اللہ کے عہد کو توڑ دینا، اللہ کے ملانے کے حکم کی چیزوں کو نہ ملانا۔ ملک میں فساد پھیلانا۔ اور یہ دبے ہوئے ہوتے ہیں تب بھی جھوٹ وعدہ خلافی اور خیانت کرتے ہیں۔

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۝ۧ ٢٦

اللہ جس کی روزی چاہتا ہے بڑھاتا ہے، اور گھٹاتا ہے، یہ تو دنیا کی زندگی ہی میں مست ہو گئے حالانکہ دنیا آخرت کے مقابلے میں نہایت حقیر پونجی ہے ○

رزق کا تعلق اللہ کے ساتھ: اللہ جس کی روزی میں کشادگی دینا چاہے قادر ہے، جسے تنگ روزی دینا چاہے قادر ہے، یہ سب کچھ حکمت وعدل سے ہو رہا ہے۔ کافروں کو دنیا پر ہی سہارا ہو گیا۔ یہ آخرت سے غافل ہو گئے سمجھنے لگے کہ یہاں رزق کی فراوانی حقیقی اور بھلی چیز ہے حالانکہ دراصل یہ مہلت ہے اور آہستہ پکڑ کی شروع ہے لیکن انہیں کوئی تمیز نہیں۔ مومنوں کو جو آخرت ملنے والی ہے اس کے مقابل تو یہ کوئی قابل ذکر چیز نہیں یہ نہایت ناپائیدار اور حقیر چیز ہے آخرت بہت بڑی اور بہتر چیز۔ لیکن عموماً لوگ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی کلمہ کی انگلی سے اشارہ کر کے فرمایا کہ اسے کوئی سمندر میں ڈبو لے اور دیکھے کہ اس میں کتنا پانی آتا ہے؟ جتنا یہ سمندر کے مقابلے پر ہے اتنی ہی دنیا آخرت کے مقابلے میں ہے۔ (مسلم) [3] ایک چھوٹے چھوٹے کانوں والی بکری کے مرے ہوئے بچے کو راستے میں پڑا ہوا دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا جیسا یہ ان لوگوں کے نزدیک ہے

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الایمان: باب علامة المنافق (٣٣) صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب خصال المنافق (٥٩) نسائی: کتاب الایمان: باب علامة المنافق (٥٠٣٦) ترمذی: کتاب الایمان: باب ماجآء فی علامة المنافق (٢٦٣١)]

[2] [صحیح: صحیح بخاری (٣٤) صحیح مسلم (٥٨) ابوداؤد (٤٦٨٨) ترمذی (٢٦٣٢)]

[3] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الجنة: باب فناء الدنیا و بیان الحشر (٢٨٥٨)]

جن کا یہ تھا اس سے بھی زیادہ بے کار اور نا چیز اللہ کے سامنے ساری دنیا ہے۔ [1]

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ؀ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ؀ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ؀

کافر کہتے ہیں کہ اس پر کوئی نشان کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ تو جواب دے کہ جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے کر دیتا ہے اور جو اس کی طرف جھکے اسے راستہ دکھا دیتا ہے ○ جو لوگ ایمان لائے ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں' یاد رکھو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے ○ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام کئے ان کیلئے خوش حالی ہے اور بہترین ٹھکانا ہے ○

مشرکوں کا اعتراض: مشرکین کا اعتراض بیان ہو رہا ہے کہ اگلے نبیوں کی طرح یہ ہمیں ہمارا کہا ہوا کوئی معجزہ کیوں نہیں دکھاتا؟ اس کی پوری بحث کئی بار گزر چکی کہ اللہ کو قدرت تو ہے لیکن اگر پھر بھی یہ ٹس سے مس نہ ہوئے تو انہیں نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ حدیث میں ہے کہ اللہ کی طرف سے نبی ﷺ پر وحی آئی کہ ان کی چاہت کے مطابق میں صفا پہاڑ کو سونے کا کر دیتا ہوں' زمین عرب میں میٹھے دریاؤں کی ریل پیل کر دیتا ہوں' پہاڑی زمین' زراعتی زمین سے بدل دیتا ہوں لیکن پھر بھی اگر یہ ایمان نہ لائے تو انہیں وہ سزا دوں گا جو کسی کو نہ ہوئی ہو۔ اگر چاہوں تو یہ کر دوں اور اگر چاہوں تو ان کیلئے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھلا رہنے دوں تو آپ نے دوسری صورت پسند فرمائی۔ [2] سچ ہے ہدایت' ضلالت اللہ کے ہاتھ ہے وہ کسی معجزے کے دیکھنے پر موقوف نہیں بے ایمانوں کیلئے نشانات اور ڈراوے سب بے سود ہیں جن پر کلمہ عذاب صادق ہو چکا ہے وہ تمام تر نشانات دیکھ کر بھی مان کر نہ دیں گے ہاں عذابوں کو دیکھ کر تو پورے ایماندار بن جائیں گے لیکن وہ محض بے کار چیز ہے فرماتا ہے ﴿وَلَوْ اَنَّنَا﴾ [3] الخ' یعنی اگر ہم ان پر فرشتے اتارتے اور ان سے مردے باتیں کرتے اور ہر چھپی چیز ان کے سامنے ظاہر کر دیتے تب بھی انہیں ایمان نصیب نہ ہوتا۔ ہاں اگر اللہ چاہے تو اور بات ہے لیکن ان میں سے اکثر جاہل ہیں۔ جو اللہ کی طرف جھکے اس سے مدد چاہے اس کی طرف عاجزی کرے وہ راہ یافتہ ہو جاتا ہے۔ جن کے دلوں میں ایمان جم گیا ہے جن کے دل اللہ کی طرف جھکتے ہیں' اس کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں' راضی خوشی ہو جاتے ہیں اور فی الواقع ذکر اللہ اطمینان دل کی چیز بھی ہے۔ ایمانداروں اور نیک کاروں کیلئے خوشی' نیک فالی اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الزھد : باب الدنیا سجن المؤمن (۲۹۵۷) مسند احمد (۳۲۹/۱)]

[2] [صحیح : مسند احمد (۲۴۲/۱)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۲۱۶٦)]

[3] [سورۃ الانعام: آیت ۱۱۱]

ان کا انجام اچھا ہے' یہ مستحق مبارک باد ہیں' یہ بھلائی سمیٹنے والے ہیں ان کا لوٹنا بہتر ہے' ان کا مال نیک ہے۔ مروی ہے کہ طوبیٰ سے مراد ملک حبش ہے اور نام ہے جنت کا اور اس سے مراد جنت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جنت کی پیدائش ہو چکی اس وقت جناب باری نے یہی فرمایا تھا۔ کہتے ہیں کہ جنت میں ایک درخت کا نام بھی طوبیٰ ہے کہ ساری جنت میں اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں' ہر گھر میں اس کی شاخ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے ہاتھ سے بویا ہے' لؤلؤ کے دانے سے پیدا کیا ہے اور بحکم الٰہی یہ بڑھا اور پھیلا ہے۔ اس کی جڑوں سے جنتی شہد' شراب' پانی اور دودھ کی نہریں جاری ہوتی ہیں۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے طوبیٰ جنت کا ایک درخت ہے سو سال کے راستے کا۔ اسی کے خوشوں سے جنتیوں کے لباس نکلتے ہیں۔ [1] مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس نے آپ کو دیکھ لیا اور آپ پر ایمان لایا اسے مبارک ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں اسے بھی مبارک ہو۔ اور اسے دوگنا مبارک ہو جس نے مجھے نہ دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔ ایک شخص نے پوچھا طوبیٰ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جنتی درخت ہے جو سو سال کی راہ تک پھیلا ہوا ہے' جنتیوں کے لباس اس کی شاخوں سے نکلتے ہیں۔ [2] بخاری مسلم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنت میں ایک درخت ہے کہ سوار ایک سو سال تک اس کے سائے میں چلتا رہے گا لیکن وہ ختم نہ ہوگا [3] اور روایت میں ہے کہ چال بھی تیز اور سواری بھی تیز چلنے والی۔ [4] بخاری شریف میں آیت ﴿ وِظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴾ کی تفسیر میں بھی یہی ہے۔ [5] اور حدیث میں ہے ستر سال یا سو سال۔ اس کا نام شجرۃ الخلد ہے۔ [6] سدرۃ المنتہیٰ کے ذکر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس کی ایک شاخ کے سائے تلے ایک سو سال تک سوار چلتا رہے گا اور سو سوار اس کی ایک ایک شاخ تلے ٹھہر سکتے ہیں۔ اس میں سونے کی ٹڈیاں ہیں' اس کے پھل بڑے بڑے مٹکوں کے برابر ہیں۔ [7] (ترمذی) آپ فرماتے ہیں ہر جنتی کو طوبیٰ کے پاس لے جائیں گے اور اسے

---

[1] [اسنادہ ضعیف وبعضہ صحیح: مسند احمد (۷۱/۳) مسند ابویعلی (۱۳۷۴) تفسیر ابن جریر الطبری (۲۰۳۹٤) صحیح ابن حبان (۷٤۱۳)] اس روایت کا پہلا حصہ شواہد کی بنا پر صحیح ہے جیسا کہ شیخ البانیؒ اور شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں۔[السلسلة الصحیحة (۱۲٤۱) الموسوعة الحدیثیة (۱۱٦۷۳)] جبکہ باقی حصہ ضعیف ہے۔ شیخ مصطفی السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس کی بھی یہی رائے ہے۔]

[2] [ایضا]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب صفة الجنة والنار (٦٥٥۲-٦٥٥۳) صحیح مسلم: کتاب الجنة: باب ان فی الجنة یسیرا لراکب (۲۸۲۷)]

[4] [صحیح: صحیح بخاری (٦٥٥۳) صحیح مسلم (۲۸۲۸)]

[5] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب قولہ وظل ممدود (٤۸۸۱) ترمذی (۳۲۹۳)]

[6] [صحیح دون الجملة: مسند احمد (٤٥٥/۲) مسند طیالسی (۲٠٤۷) عبد بن حمید (۱٤٥۷) دارمی (۲۸٤۲)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ روایت "شجرة الخلد" کے الفاظ کے علاوہ صحیح ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۹۸۷٠)]

[7] [ضعیف: ترمذی: کتاب صفة الجنة: باب ماجآء فی صفة ثمار اھل الجنة (٤٥٤۱)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی، المشکاة (٥٦٤٠)]

اختیار دیا جائے گا کہ جس شاخ کو چاہے پسند کرے۔ سفید، سرخ، زرد، سیاہ جو نہایت خوبصورت نرم اور اچھی ہوں گی۔ [1] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں طوبیٰ کو حکم ہوگا کہ میرے بندوں کے لئے بہترین چیزیں ٹپکا۔ تو اس میں سے گھوڑے اور اونٹ برسنے لگیں گے، سجے سجائے اور زین لگام وغیرہ کسے کسائے اور عمدہ بہترین لباس وغیرہ۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ ایک عجیب وغریب اثر وارد کیا ہے۔ رہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کا نام طوبیٰ ہے جس کے سائے تلے سوار سو سال تک چلتا رہے گا لیکن راستہ ختم نہ ہوگا۔ اس کی تروتازگی کھلے ہوئے چمن کی طرح ہے اس کے پتے بہترین اور عمدہ ہیں اس کے خوشے عنبرین ہیں اس کے کنکر یاقوت ہیں اس کی مٹی کافور ہے اس کا گارا مشک ہے۔ جس کی جڑ سے شراب، دودھ، اور شہد کی نہریں بہتی ہیں۔ اس کے نیچے جنتیوں کی مجلسیں ہوں گی، یہ بیٹھے ہوئے ہوں گے جو ان کے پاس فرشتے آئیں گے۔ جن کی زنجیریں سونے کی ہوں گی، جن پر یاقوت کے پالان ہوں گے جن پر سونا جڑاؤ ہوگا جن پر ریشمی جھولیں ہوں گی۔ وہ اونٹنیاں ان کے سامنے پیش کریں گے اور کہیں یہ سواریاں تمہیں بھجوائی گئی ہیں اور دربار الٰہی میں تمہارا بلاوا ہے، یہ ان پر سوار ہوں گے، وہ پرندوں کی پرواز سے بھی تیز رفتار ہوں گی۔ جنتی ایک دوسرے سے مل کر چلیں گے اونٹنیوں کے کان سے کان بھی نہ ملیں گے پوری فرمانبرداری کے ساتھ چلیں گی راستے میں جو درخت آئیں گے وہ خود بخود ہٹ جائیں گے کہ کسی کو اپنے ساتھی سے الگ نہ ہونا پڑے یونہی رحمٰن ورحیم کے پاس پہنچیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے چہرے سے پردے ہٹادے گا یہ اپنے رب کے چہرہ کو دیکھیں گے اور کہیں گے ﴿اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَحَقٌّ لَّكَ الْجَلَالُ وَالْإِكْرَامُ﴾ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ رب العزت فرمائے گا ﴿أَنَا السَّلَامُ وَمِنِّي السَّلَامُ﴾ تم پر میری رحمت ثابت ہو چکی اور محبت بھی۔ میرے ان بندوں کو مرحبا ہو جو بن دیکھے مجھ سے ڈرتے رہے میری فرماں برادری کرتے رہے جنتی کہیں گے باری تعالیٰ نہ تو ہم سے تیری عبادت کا حق ادا ہوا نہ تیری پوری قدردانی ہوئی ہمیں اجازت دے کہ تیرے سامنے سجدہ کریں اللہ فرمائے گا یہ محنت کی جگہ نہیں نہ عبادت کی یہ تو نعمتوں راحتوں اور مالا مال ہونے کی جگہ ہے۔ عبادتوں کی تکلیف جاتی رہی مزے لوٹنے کے دن آگئے جو چاہو مانگو، پاؤ گے۔ تم میں سے جو شخص جو مانگے میں اسے دوں گا۔ پس یہ مانگیں گے کم سے کم سوال والا کہے گا کہ اللہ تو نے دنیا میں جو پیدا کیا تھا جس میں تیرے بندے ہائے وائے کر رہے تھے۔ میں چاہتا ہوں کہ شروع دنیا سے ختم دنیا میں جتنا کچھ تھا مجھے عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے تو کچھ نہ مانگا اپنے مرتبے سے بہت کم چیز مانگی، اچھا ہم نے دی۔ میری بخشش اور دین میں کیا کمی ہے؟ پھر فرمائے گا جن چیزوں تک میرے بندوں کے خیالات کی رسائی بھی نہیں وہ انہیں دو چنانچہ دی جائیں گی یہاں تک کہ ان کی خواہشیں پوری ہو جائیں گی ان

---

[1] [ضعیف: ابن ابی الدنیا کما فی حادی الارواح لابن القیم (ص: ۲۹۱) الدر المنثور للسیوطی (۱۱۲/٤)] اس کی سند میں سعید بن یوسف شامی ضعیف ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔]

چیزوں میں جو انہیں یہاں ملیں گی تیز رو گھوڑے ہوں گے ہر چار پر یاقوتی تخت ہوگا ہر تخت پر سونے کا ایک ڈیرا ہوگا ہر ڈیرے میں جنتی فرش ہوگا جن پر بڑی بڑی آنکھوں والی دو دو حوریں ہوں گی جو دو دو حلے پہنے ہوئے ہوں گے جن میں جنت کے تمام رنگ ہوں گے اور تمام خوشبوئیں۔ ان خیموں کے باہر سے ان کے چہرے ایسے چمکتے ہوں گے گو یا وہ باہر بیٹھی ہیں ان کی پنڈلی کے اندر کا گودا باہر سے نظر آ رہا ہوگا جیسے سرخ یاقوت میں ڈورا پرو دیا ہو اور اوپر سے نظر آ رہا ہو۔ ہر ایک دوسری پر اپنی فضیلت ایسی جانتی ہوگی جیسی فضیلت سورج کی پتھر پر اس طرح جنتی کی نگاہ میں بھی دونوں ایسی ہی ہوں گی۔ یہ ان کے پاس جائے گا اور ان سے بوس و کنار میں مشغول ہو جائے گا۔ وہ دونوں اسے دیکھ کر کہیں گی واللہ! ہمارا تو خیال بھی نہ تھا کہ اللہ تم جیسا خاوند ہمیں دے گا۔ اب بحکم الٰہی اسی طرح صف بندی کے ساتھ سواریوں پر یہ واپس ہوں گے اور اپنی اپنی منزلوں میں پہنچیں گے۔ دیکھو تو سہی رب وہاب نے انہیں کیا کیا نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں؟ وہاں بلند درجہ لوگوں میں اونچے اونچے بالا خانوں میں جوڑے موتی کے بنے ہوئے ہوں گے جن کے دروازے سونے کے ہوں گے، جن کے منبر نور کے ہوں گے۔ جن کی چمک سورج کی چمک سے بالاتر ہوگی۔ اعلیٰ علیین میں ان کے محل ہوں گے یاقوت کے بنے ہوئے، نورانی جن کے نور سے آنکھوں کی روشنی جاتی رہے لیکن اللہ ان کی آنکھیں ایسی نہ کر دے گا۔ جو محلات یاقوت سرخ کے ہوں گے ان میں سبز ریشمی فرش ہوں گے ان کے فرش سرخ مخمل کے ہوں گے۔ جو زمرد اور سونے کے جڑاؤ کے ہوں گے، ان پر چھتیں لؤلؤ کی ہوں گی، ان کے برج مرجان کے ہوں گے۔ ان کے پہنچنے سے پہلے ہی رحمانی تحفے وہاں پہنچ چکے ہوں گے سفید یاقوتی گھوڑے غلمان لئے کھڑے ہوں گے جن کا سامان چاندی کا جڑاؤ ہوگا۔ ان کے تخت پر اعلیٰ ریشمی نرم و دبیز فرش بچھے ہوئے ہوں گے یہ ان سواریوں پر سوار ہو کر بے تکلف جنت میں جائیں گے دیکھیں گے کہ ان کے گھروں کے پاس نورانی منبروں پر فرشتے ان کے استقبال کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں وہ ان کا شاندار استقبال کریں گے، مبارک باد دیں گے، مصافحہ کریں گے، پھر یہ اپنے گھروں میں داخل ہوں گے۔ انعامات الٰہی وہاں موجود پائیں گے، اپنے محلات کے پاس دو جنتیں ہری بھری پائیں گے اور دو پھلی پھولی جن میں دو چشمے پوری روانی سے جاری ہوں گے اور ہر قسم کے جوڑ دار میوے ہوں گے اور خیموں میں پاکدامن بھولی بھالی پردہ نشین حوریں ہوں گی۔ جب یہ وہاں پہنچ کر راحت و آرام میں ہوں گے اس وقت اللہ رب العزت فرمائے گا میرے پیارے بندو! تم نے میرے وعدے سچے پائے؟ کیا تم میرے ثوابوں سے خوش ہو گئے؟ وہ کہیں گے اللہ ہم خوب خوش ہو گئے؟ بہت ہی راضی رضا مند ہیں دل سے راضی ہیں کلی کلی کھلی ہوئی ہے تو بھی ہم سے خوش رہ۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اگر میری رضا مندی نہ ہوتی تو میں اپنے اس مہمان خانے میں کیسے داخل ہونے دیتا؟ اپنا دیدار کیسے کراتا؟ میرے فرشتے تم سے مصافحہ کیوں کرتے؟ تم خوش رہو با آرام رہو تمہیں مبارک ہو تم پھلو پھولو اور سکھ چین اٹھاؤ میرے یہ انعامات گھٹنے اور ختم ہونے والے نہیں۔ اس وقت وہ کہیں گے اللہ ہی کی ذات سزاوار تعریف ہے جس نے ہم سے غم و رنج کو دور کر دیا اور ایسے مقام پر پہنچایا کہ جہاں ہمیں کوئی تکلیف، کوئی مشقت نہیں یہ اسی کا فضل ہے

وہ بڑا بخشنے والا اور قدرداں ہے۔ یہ سیاق غریب ہے اور یہ اثر عجیب ہے ہاں اس کے بعض شواہد بھی موجود ہیں۔ چنانچہ صحیحین میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے جو سب سے اخیر میں جنت میں جائے گا فرمائے گا کہ مانگ جو مانگتا ہے اور اللہ کریم دیتا جائے گا یہاں تک کہ اس کا سوال پورا ہو جائے گا۔ اب اس کے سامنے کوئی خواہش نہیں رہے گی تو اب اللہ تعالیٰ خود اسے یاد دلائے گا کہ یہ مانگ یہ مانگ یہ مانگے گا اور پائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ سب میں نے تجھے دیا اور اتنا ہی اور بھی دس مرتبہ عطا فرمایا۔ [1] صحیح مسلم کی قدسی حدیث میں ہے کہ اے میرے بندو! تمہارے اگلے پچھلے انسان جنات سب ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں اور مجھ سے دعائیں کریں اور مانگیں میں ہر ایک کے تمام سوالات پورے کروں گا لیکن میرے ملک میں اتنی بھی کمی نہیں آئے گی جتنی کسی سوئی کو سمندر میں ڈبونے سے سمندر کے پانی میں آئے۔ [2] خالد بن معدان کہتے ہیں جنت کے ایک درخت کا نام طوبیٰ ہے اس میں تھن ہیں جن سے جنتیوں کے بچے دودھ پیتے ہیں کچے گرے ہوئے بچے جنت کی نہروں میں ہیں قیامت کے قائم ہونے تک پھر چالیس سال کے بن کر اپنے ماں باپ کے ساتھ جنت میں رہیں گے۔

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاْ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ۭ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ۝۳۰

اسی طرح ہم نے تجھے اس امت میں بھیجا ہے جس سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں کہ تو انہیں ہماری طرف سے جو وحی تجھ پر اترے پڑھ سنائے یہ اللہ رحمٰن کے منکر ہیں تو کہہ دے کہ میرا پالنے والا تو وہی ہے اس کے سوا درحقیقت کوئی بھی لائق عبادت نہیں اسی کے اوپر میرا بھروسہ ہے اور اس کی جانب میرا رجوع ہے ○

نبی ﷺ کو تسلی: ارشاد ہوتا ہے کہ جیسے اس امت کی طرف ہم نے تجھے بھیجا کہ تو انہیں کلام الٰہی پڑھ کر سنائے اسی طرح تجھ سے پہلے اور رسولوں کو ان اگلی امتوں کی طرف بھیجا تھا انہوں نے بھی پیغام الٰہی اپنی اپنی امتوں کو پہنچایا مگر انہوں نے جھٹلایا اسی طرح تو بھی جھٹلایا گیا تو تجھے تنگ دل نہ ہونا چاہئے۔ ہاں جھٹلانے والوں کو ان کا انجام دیکھنا چاہئے جو ان سے پہلے تھے کہ عذاب الٰہی نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا پس تیری تکذیب تو ان کی تکذیب سے بھی ہمارے نزدیک زیادہ ناپسند ہے۔ اب یہ دیکھ لیں کہ ان پر کیسے عذاب برستے ہیں؟۔ یہی فرمان آیت ﴿تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَا﴾ [3] الخ، میں اور آیت ﴿وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ﴾ [4] میں ہے کہ دیکھ لے ہم نے

---

[1] [صحيح : صحيح بخاری : كتاب التوحيد : باب قول الله تعالى و جوه يومئذ ناظرة (٧٤٣٧) صحيح مسلم : كتاب الايمان (١٨٢) مسند احمد (٢/٢٧٥-٢٧٦)]

[2] [صحيح : صحيح مسلم : كتاب البر والصلة : باب تحريم الظلم (٢٥٧٧) مسند احمد (٥/١٦٠) الادب المفرد للبخاری (٤٩٠)]

[3] [النحل: ٦٣] [4] [الانعام: ٣٤]

اپنے والوں کی کس طرح امداد فرمائی ؟ اور انہیں کیسے غالب کیا؟ تیری قوم کو دیکھ کہ رحمٰن سے کفر کر رہی ہے۔ وہ اللہ کے اس وصف اور نام کو مانتی ہی نہیں۔ حدیبیہ کا صلح نامہ لکھتے وقت اس پر بضد ہو گئے کہ ہم ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ نہیں لکھنے دیں گے۔ ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن اور رحیم کیا ہے؟ پوری حدیث بخاری میں موجود ہے۔ قرآن میں ہے ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ﴾ [1] الخ‘ اللہ کہہ کر اسے پکارو یا یا رحمٰن کہہ کر جس نام سے پکارو وہ تمام بہترین ناموں والا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں اللہ کے نزدیک عبداللہ اور عبدالرحمٰن نہایت پیارے نام ہیں۔ [2] فرمایا جس سے تم کفر کر رہے ہو میں تو اسے مانتا ہوں وہی میرا پروردگار ہے میرے بھروسے اس کے ساتھ ہیں اسی کی جانب میری تمام تر توجہ اور رجوع اور دل کا میل ہے اس کے سوا کوئی ان باتوں کا مستحق نہیں۔

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ؏ (۳۱)

اگر بالفرض قرآن کے ساتھ پہاڑ چلا دیئے جاتے یا زمین ٹکڑے ٹکڑے کر دی جاتی یا مردوں سے باتیں کرادی جاتیں‘ پھر بھی انہیں ایمان نہ آتا‘ بات یہ ہے کہ سب کام اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ تو کیا ایمان والوں کو اس بات پر دلجمعی نہیں کہ اگر اللہ چاہے تو تمام لوگوں کو ہدایت دے دے‘ کفار کو تو ان کے کفر کے بدلے ہمیشہ ہی کوئی نہ کوئی سخت سزا پہنچتی رہے گی یا ان کے مکانوں کے ارد گرد گھومتی رہے گی تاوقتیکہ وعدہ الٰہی آ پہنچے اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا○

قرآن کریم کی بعض عظیم صفات: اللہ تعالیٰ اس پاک کتاب قرآن کریم کی تعریفیں بیان فرما رہا ہے کہ اگر سابقہ کتابوں میں کسی کتاب کے ساتھ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جانے والے اور زمین پھٹ جانے والی اور مردے جی اٹھنے والے ہوتے تو یہ قرآن جو تمام سابقہ کتابوں سے بڑھ چڑھ کر ہے ان سب سے زیادہ اس بات کا اہل تھا اس میں تو وہ معجز بیانی ہے کہ سارے جنات انسان مل کر بھی اس جیسی سورت نہ بنا کر لا سکے۔ یہ مشرکین اس کے بھی منکر ہیں تو معاملہ سپرد رب کرو۔ وہ مالک کل ہے‘ تمام کاموں کا مرجع وہی ہے‘ وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے‘ جو نہیں چاہتا ہرگز نہیں ہوتا۔ اس کے بھٹکائے ہوئے کی رہبری اور اس کے راہ دکھائے ہوئے کی گمراہی کسی کے بس میں نہیں۔ یہ یاد رہے کہ قرآن کا اطلاق اگلی الہامی کتابوں پر بھی ہوتا ہے اس لئے کہ وہ سب سے مشتق ہے۔ مسند میں ہے حضرت داؤد پر قرآن اس قدر آسان کر دیا گیا تھا کہ ان کے حکم سے سواری کسی جاتی اس کے تیار ہونے سے پہلے ہی وہ

---

[1] [الاسراء: ۱۱۰]

[2] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الآداب: باب النھی عن التکنی بابی القاسم (۲۱۳۲) ابوداؤد (۲۸۳۵) ترمذی (۲۸۳٤) ابن ماجه (۳۷۲۸)]

قرآن کو ختم کر لیتے' سوا اپنے ہاتھ کی کمائی کے اور کچھ نہ کھاتے تھے۔ (1) پس مراد یہاں قرآن سے زبور ہے۔ کیا ایماندار اب تک اس سے مایوس نہیں ہوئے کہ تمام مخلوق ایمان نہیں لائے گی۔ کیا وہ مشیت الٰہی کے خلاف کچھ کر سکتے ہیں۔ رب کی یہ منشا ہی نہیں اگر ہوتی تو روئے زمین کے لوگ مسلمان ہو جاتے۔ بھلا اس قرآن کے بعد کس معجزے کی ضرورت دنیا کو رہ گئی؟ اس سے بہتر' واضح' اس سے صاف' اس سے زیادہ دلوں میں گھر کرنے والا اور کون سا کلام ہوگا؟ اسے تو اگر بڑے سے بڑے پہاڑ پر اتارا جاتا تو وہ بھی خشیت الٰہی سے چکنا چور ہو جاتا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ہر نبی کو ایسی چیز ملی کہ لوگ اس پر ایمان لائیں۔ میری ایسی چیز اللہ کی یہ وحی ہے پس مجھے امید ہے کہ سب نبیوں سے زیادہ تابعداروں والا میں ہو جاؤں گا۔ (2) مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزے ان کے ساتھ ہی چلے گئے اور میرا یہ معجزہ جیتا جاگتا رہتی دنیا تک رہے گا' نہ اس کے عجائبات ختم ہوں نہ یہ کثرت تلاوت سے پرانا ہو نہ اس سے علماء کا پیٹ بھر جائے۔ یہ فصل ہے دل لگی نہیں۔ جو سرکش اسے چھوڑ دے گا اللہ اسے توڑ دے گا جو اس کے سوا اور میں ہدایت تلاش کرے گا اسے اللہ گمراہ کرے گا۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کافروں نے آنحضرت ﷺ سے کہا اگر آپ یہاں کے پہاڑ ہٹوا دیں اور یہاں کی زمین زراعت کے قابل ہو جائے اور جس طرح سلیمان علیہ السلام زمین کی کھدائی ہوا سے کراتے تھے آپ بھی کرا دیجئے یا جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر دیتے تھے آپ بھی کر دیجئے اس پر یہ آیت اتری (3) قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اگر کسی قرآن کے ساتھ یہ امور ظاہر ہوتے تو اس تمہارے قرآن کے ساتھ بھی ہوتے۔ (4) سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے لیکن وہ ایسا نہیں کرتا تا کہ تم سب کو آزما لے اپنے اختیار سے ایمان لاؤ یا نہ لاؤ۔ کیا ایمان والے نہیں جانتے؟ ((یَایْئَس)) کے بدلے دوسری جگہ ((یَتَبَیَّن)) بھی ہے ایمان داران کی ہدایت سے مایوس ہو چکے تھے۔ ہاں اللہ کے اختیارات میں کسی کا بس نہیں وہ اگر چاہے تمام مخلوق کو ہدایت پر کھڑا کر دے۔ یہ کفار برابر دیکھ رہے ہیں کہ ان کے جھٹلانے کی وجہ سے اللہ کے عذاب برابر برستے رہتے ہیں یا ان کے آس پاس آ جاتے ہیں پھر بھی یہ نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ جیسے فرمان ہے ﴿ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى ﴾ (5) الخ' یعنی ہم نے تمہارے آس پاس کی بہت سی بستیوں کو ان کی بدکرداریوں کی وجہ سے غارت و برباد کر دیا اور طرح طرح سے اپنی نشانیاں ظاہر فرمائیں کہ لوگ برائیوں سے باز رہیں۔ اور آیت میں ہے ﴿ اَفَلَمْ يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ

---

(1) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب احادیث الانبیاء : باب قول الله تعالی واتینا داؤد زبورا (۳۴۱۷) مسند احمد (۲/۳۱٤)]

(2) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب فضائل القرآن : باب کیف نزل الوحی و اول ما نزل (٤۹۸۱) صحیح مسلم : کتاب الایمان : باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمد (۱۵۲)]

(3) [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (۲۰۳۹۸)] اس کی سند میں عطیہ عوفی ضعیف ہے۔]

(4) [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۳۸۷)]

(5) [سورة الاحقاف: آیت ۲۷]

﴿نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا﴾ [1] کیا وہ نہیں دیکھ رہے کہ ہم زمین کو گھٹاتے چلے آ رہے ہیں کیا اب بھی اپنا ہی غلبہ مانتے چلے جائیں گے؟ ((تَحُلُّ)) کا فاعل ((قَارِعَةٌ)) ہے [2] یہی ظاہر اور مطابق روانی عبارت ہے لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قارعہ پہنچے یعنی چھوٹا سا لشکر اسلامی یا تو خود ان کے شہر کے قریب اتر پڑے یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تک کہ وعدہ ربانی آ پہنچے اس سے مراد فتح مکہ ہے۔ آپ سے ہی مروی ہے کہ قارعہ سے مراد آسمانی عذاب ہے اور آس پاس اترنے سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے لشکروں سمیت ان کی حدود میں پہنچ جانا ہے اور ان سے جہاد کرنا ہے۔ [3] مجاہد' قتادہ' عکرمہ ان سب کا قول ہے کہ یہاں وعدہ الٰہی سے مراد فتح مکہ ہے۔ لیکن حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ اللہ کا وعدہ اپنے رسولوں کی نصرت و امداد کا ہے وہ کبھی ٹلنے والا نہیں انہیں اور ان کے تابعداروں کو ضرور بلندی نصیب ہوگی۔ جیسے فرمان ہے ﴿فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ﴾ [4] یہ غلط گمان ہرگز نہ کرو کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرے۔ اللہ غالب ہے اور بدلہ لینے والا۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَيْفَ
كَانَ عِقَابِ ۝۳۲

یقیناً تجھ سے پہلے پیغمبروں کے ساتھ بھی مسخراپن کیا گیا تھا اور میں نے بھی کافروں کو ڈھیل دی تھی پھر انہیں پکڑ لیا تھا پس میرے عذاب کی کیسی کچھ تکلیف ہوئی؟ ○

پہلے پیغمبروں کا بھی مذاق اڑایا گیا: اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ آپ اپنی قوم کے غلط رویہ سے رنج و فکر نہ کریں آپ سے پہلے پیغمبروں کا بھی یونہی مذاق اڑایا گیا تھا میں نے ان کافروں کو بھی کچھ دیر تو ڈھیل دی تھی آخر بری طرح پکڑ لیا تھا اور نام و نشان تک مٹا دیا تھا۔ تجھے معلوم ہے کہ کس کیفیت سے میرے عذاب ان پر آئے؟ اور ان کا انجام کیسا کچھ ہوا؟ جیسے فرمان ہے بہت سی بستیاں ہیں جو ظلم کے باوجود ایک عرصہ سے دنیا میں مہلت لئے رہیں لیکن آخر میں اپنی بداعمالیوں کی پاداش میں عذابوں کا شکار ہوئیں۔ [5] بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو وہ حیران رہ جاتا ہے پھر آپ نے یہ آیت ﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ﴾ [6] الخ' کی تلاوت کی۔ [7]

---

[1] [سورة الانبياء: آيت ٤٤]
[2] تفسير ابن جرير الطبرى (٣٩١/٧)]
[3] [تفسير ابن جرير الطبرى (٣٩٠/٧)]
[4] [سورة ابراهيم: آيت ٤٧]
[5] [سورة الحج: آيت ٤٨]
[6] [سورة هود: آيت ١٠٢]
[7] [صحيح: صحيح بخارى: كتاب التفسير: باب و كذلك اخذ ربك اذا اخذ القرى (٤٦٨٦) صحيح مسلم: كتاب البر والصلة: باب تحريم الظلم (٢٥٨٣) ابن ماجه: كتاب الفتن: باب العقوبات (٤٠١٨) ترمذى: كتاب تفسير القرآن: باب ومن سورة هود (٣١١٠)]

اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَؕ قُلْ سَمُّوْهُمْؕ اَمْ تُنَبِّــٴُـوْنَهٗ بِمَا لَا یَعْلَمُ فِی الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِؕ بَلْ زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَ صُدُّوْا عَنِ السَّبِیْلِؕ وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝۳۳

آیا وہ اللہ کہ جو خبر لینے والا ہے ہر شخص کی اس کے کیے ہوئے اعمال پر ان لوگوں نے اللہ کے شریک ٹھہرائے ہیں کہہ ذرا ان کے نام تو لو کیا تم اللہ کی وہ باتیں بتاتے ہو جو وہ زمین میں جانتا ہی نہیں یا صرف اوپری اوپری باتیں بنا رہے ہو بات دراصل یہ ہے کہ کفر کرنے والوں کو ان کے مکر بھلے سجھائے گئے ہیں اور وہ صحیح راہ سے روک دیئے گئے ہیں جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کا راہ دکھانے والا کوئی نہیں ۝

ہر نفس کا نگہبان: اللہ تعالیٰ ہر انسان کے اعمال کا محافظ ہے ہر ایک کے اعمال کو جانتا ہے ہر نفس پر نگہبان ہے ہر عامل کے خیر و شر کے عمل سے باخبر ہے۔ کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں کوئی کام اس کی بے خبری میں نہیں۔ ہر حالت کا اسے علم ہے ہر عمل پر وہ موجود ہے ہر پتے کے جھڑنے کا اسے علم ہے ہر جاندار کی روزی اللہ کے ذمے ہے ہر ایک کے ٹھکانے کا اسے علم ہے ہر بات اس کی کتاب میں لکھی ہوئی ہے ظاہر و باطن ہر بات کو وہ جانتا ہے جہاں تم ہو وہاں اللہ تمہارے ساتھ ہے تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے ان صفتوں والا اللہ کیا تمہارے جھوٹے معبودوں جیسا ہے؟ جو نہ سنیں نہ دیکھیں نہ اپنے لئے کسی چیز کے مالک نہ کسی اور کے نفع نقصان کا انہیں اختیار۔ اس جواب کو حذف کر دیا کیونکہ دلالت کلام موجود ہے۔ اور وہ فرمان الٰہی ﴿وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ﴾ [1] ہے انہوں نے اللہ کے ساتھ اوروں کو شریک ٹھہرایا اور ان کی عبادت کرنے لگے تم ذرا ان کے نام تو بتاؤ ان کے حالات تو بیان کرو کہ دنیا جان لے کہ وہ محض بے حقیقت ہیں کیا تم زمین کی جن چیزوں کی خبر اللہ کو دے رہے ہو جنہیں وہ نہیں جانتا یعنی جس کا وجود ہی نہیں۔ اس لئے کہ اگر وجود ہوتا تو علم الٰہی سے باہر نہ ہوتا کیونکہ اس پر کوئی مخفی سے مخفی چیز بھی حقیقتاً مخفی نہیں یا صرف انکل پچو باتیں بنا رہے ہو؟ فضول گپ مار رہے ہو تم نے آپ ان کے نام گھڑ لئے تم نے ہی انہیں نفع و نقصان کا مالک قرار دیا اور تم نے ہی ان کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔ یہی تمہارے بڑے کرتے رہے۔ نہ تو تمہارے ہاتھ میں کوئی ربانی دلیل ہے نہ اور کوئی ٹھوس دلیل۔ یہ تو صرف وہم پرستی اور خواہش پروری ہے۔ ہدایت اللہ کی طرف سے نازل ہو چکی ہے۔ کفار کا مکر انہیں بھلے رنگ میں دکھائی دے رہا ہے وہ اپنے کفر پر اور اپنے شر پر ہی ناز کر رہے ہیں دن رات اسی میں مشغول ہیں اور اسی کی طرف اوروں کو بلا رہے ہیں جیسے فرمایا ﴿وَقَیَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ﴾ [2] الخ ان کے شیطانوں نے ان کی بے ڈھنگیاں ان کے سامنے دلکش بنا دی ہیں یہ راہ اللہ سے طریقہ ہدیٰ سے روک دیئے گئے ہیں ایک قراءت اس کی ((صَدُّوْا)) بھی ہے یعنی انہوں نے اسے اچھا جان کر پھر اوروں کو بھی اس میں پھانسنا شروع کر دیا اور راہ رسول سے لوگوں کو روکنے لگے رب کے گمراہ کیے ہوئے

---

[1] [سورۃ الانعام: آیت ۱۰۰] [2] [فصلت: ۲۵]

لوگوں کو کون راہ دکھا سکے؟ جیسے فرمایا ﴿ وَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ﴾ [1] جسے اللہ فتنے میں ڈالنا چاہے تو اس کیلئے اللہ کے ہاں کچھ بھی تو اختیار نہیں۔ اور آیت میں ہے کہ گو تو ان کی ہدایت کا لالچی ہو لیکن اللہ ان گمراہوں کو راہ دکھانا نہیں چاہتا پھر کون ہے جو ان کی مدد کرے۔ [2]

لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۝ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ اُكُلُهَا دَاۗىِٕمٌ وَّظِلُّهَا ۭ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ڰ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ۝

ان کیلئے دنیا کی زندگی میں بھی عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی زیادہ سخت ہے انہیں غضب اللہ سے بچانے والا کوئی بھی نہیں ○ اسی جنت کی صفت جس کا وعدہ پرہیزگاروں کو دیا گیا ہے یہ ہے کہ اس کے نیچے سے نہریں لہریں لے رہی ہیں اس کے میوے ہمیشگی والے ہیں اور اس کے سائے بھی یہ ہے انجام کار پرہیزگاروں کا اور کافروں کا انجام دوزخ ہے ○

جب موت مانگنے پر بھی نہ ملے گی: کفار کی سزا اور نیک کاروں کی جزا کا ذکر ہو رہا ہے کافروں کا کفر و شرک بیان فرما کر ان کی سزا بیان فرمائی کہ وہ مومنوں کے ہاتھوں قتل و غارت ہوں گے اس کے ساتھ ہی آخرت کے سخت تر عذابوں میں گرفتار ہوں گے جو اس دنیا کی سزا سے درجہا بدتر ہیں ملاعنہ کرنے والے میاں بیوی سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے بہت ہی ہلکا ہے۔ [3] یہاں کا عذاب فانی وہاں کا باقی اور اس آگ کا عذاب جو یہاں کی آگ سے ستر حصے زیادہ تیز ہے پھر قید وہ جو تصور میں بھی نہ آ سکے۔ جیسے فرمان ہے ﴿ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗ اَحَدٌ ﴾ [4] الخ، آج اس عذاب جیسے نہ کسی کے عذاب نہ اس جیسی کسی کی قید و بند۔ فرمان ہے ﴿ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ﴾ [5] الخ، قیامت کے منکروں کے لئے ہم نے آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے دور سے ہی انہیں دیکھتے ہی شور و غل شروع کر دے گی وہاں کے تنگ و تاریک مکانات میں جب یہ جکڑے ہوئے ڈالے جائیں گے تو ہائے وائے کرتے ہوئے موت مانگنے لگیں گے۔ ایک ہی موت کیا مانگتے ہو بہت سی موتیں مانگو۔ اب بتاؤ کہ یہ ٹھیک ہے یا جنت خلد ٹھیک ہے جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے کیا گیا ہے کہ وہ ان کا بدلہ ہے اور ان کا ہمیشہ رہنے کا ٹھکانا۔ پھر نیکوں کا انجام بیان فرماتا ہے کہ ان سے جن جنتوں کا وعدہ ہے اس کی ایک صفت تو یہ ہے کہ اس کے چاروں طرف نہریں جاری ہیں جہاں چاہیں پانی لے جائیں پانی نہ بگڑنے والا پھر دودھ کی نہریں ہیں اور دودھ بھی ایسا جس کا مزہ کبھی نہ بگڑے اور شراب کی نہریں ہیں جس میں صرف لذت ہی لذت ہے۔ نہ بدمزگی نہ بے ہودہ نشہ اور صاف شہد کی نہریں ہیں اور ہر قسم کے

---

[1] [المائدہ: ٤١]　[2] [النحل: ٣٧]

[3] **[صحیح** : صحیح مسلم : کتاب اللعان (١٤٩٣) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن (٣١٧٨۔ ١٢٠٢) مسند احمد (٢/١٩، ٤٢)]

[4] [سورۃ الفجر: آیت ٢٥، ٢٦]　[5] [سورۃ الفرقان: آیت ١١، ١٥]

پھل ہمیشگی والے اس کے کھانے پینے کی چیزیں کبھی فنا ہونے والی نہیں۔ جب آنحضرت ﷺ نے کسوف کی نماز پڑھی تھی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ حضور ﷺ ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے کسی چیز کے گویا لینے کا ارادہ کیا تھا ہم نے دیکھا کہ آپ پچھلے پاؤں پیچھے کو ہٹنے لگے۔ آپ نے فرمایا ہاں میں نے جنت کو دیکھا تھا اور چاہا تھا کہ ایک خوشہ توڑلوں اگر لے لیتا تو رہتی دنیا تک وہ رہتا اور تم کھاتے رہتے۔ ① ابویعلی میں ہے کہ ایک دن ظہر کی نماز میں ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ ناگاہ آگے بڑھے اور ہم بھی بڑھے پھر ہم نے دیکھا کہ آپ نے گویا کوئی چیز لینے کا ارادہ کیا پھر آپ پیچھے ہٹ آئے۔ نماز کے خاتمہ کے بعد حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آج تو ہم نے آپ کو ایسا کام کرتے ہوئے دیکھا کہ آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا آپ نے فرمایا ہاں میرے سامنے جنت پیش کی گئی جو تروتازگی سے مہک رہی تھی میں نے چاہا کہ اس میں سے ایک خوشہ انگور کا توڑلاؤں لیکن میرے اور اس کے درمیان آڑ کر دی گئی اگر میں اسے توڑلاتا تو تمام دنیا اسے کھاتی رہتی اور پھر بھی ذرا سا کم نہ ہوتا۔ ② ایک دیہاتی نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ کیا جنت میں انگور ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں اس نے کہا کتنے بڑے خوشے ہوں گے؟ فرمایا اتنے بڑے کہ اگر کوئی کالا کوا مہینہ بھر اڑتا رہے تو بھی اس خوشے سے آگے نہ نکل سکے۔ ③ اور حدیث میں ہے کہ جنتی جب کوئی پھل توڑیں گے اسی وقت اس کی جگہ دوسرا لگ جائے گا۔ ④ حضور ﷺ فرماتے ہیں جنتی خوب کھائیں پئیں گے لیکن نہ تھوک آئے گی نہ ناک آئے گی نہ پیشاب نہ پاخانہ، مشک جیسی خوشبو والا پسینہ آئے گا اور اسی سے کھانا ہضم ہو جائے گا۔ جیسے سانس بے تکلف چلتا ہے اس طرح تسبیح وتقدیس الہام کی جائے گی۔ ⑤ (مسلم وغیرہ)

ایک اہل کتاب نے حضور ﷺ سے کہا کہ آپ فرماتے ہیں جنتی کھائیں پئیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں

---

① [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الکسوف : باب صلاۃ الکسوف جماعۃ (۱۰۵۲) صحیح مسلم : کتاب الکسوف : باب ماعرض علی النبی فی صلاۃ الکسوف (۹۰۷) مسند احمد (۱/۲۹۸)]

② [ضعیف : مسند احمد (۳/۳۵۲) عبد بن حمید فی المنتخب (۱۰۳۶) مجمع الزوائد (۲/۹۰) مستدرک حاکم (۴/۶۰۴)] شیخ شعیب ارناؤوط اسے ضعیف کہتے ہیں۔[الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۴۸۰۰)]

③ [اسنادہ قابل للتحسین : مسند احمد (۴/۱۸۳، ۱۸۴) طبرانی کبیر (۸۲۰۸) مجمع الزوائد (۱۸۷۲۷) تفسیر ابن جریر الطبری (۱۶/۲۰۳۹۳)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند قابل تحسین ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۱۷۶۴۲)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس روایت کو صحیح کہتے ہیں۔]

④ [ضعیف : طبرانی کبیر (۱۴۴۹) مسند بزار (۳۵۳۰) مجمع الزوائد (۱۰/۴۱۴)] شیخ البانی ؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔[ضعیف الجامع الصغیر (۱۴۴۶)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔]

⑤ [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الجنۃ : باب فی صفات الجنۃ واھلھا (۲۸۳۵) ابوداؤد : کتاب السنۃ : باب فی الشفاعۃ (۴۷۴۱) مسند احمد (۳/۳۱۶)]

اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ ہر شخص کو کھانے پینے، جماع اور شہوت کی اتنی قوت دی جائے گی جتنی یہاں سو آدمیوں کو مل کر ہو۔ اس نے کہا اچھا تو جو کھائے گا پیئے گا اسے پیشاب پاخانے کی بھی حاجت لگے گی پھر جنت میں گندگی کیسی؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ پسینے کے راستے سب ہضم ہو جائے گا اور وہ پسینہ مشک بو ہو گا۔ [1] (مسند نسائی) فرماتے ہیں کہ جس پرندے کی طرف کھانے کے ارادے سے جنتی نظر ڈالے گا وہ اسی وقت بھنا بھنایا اس کے سامنے گر پڑے گا [2] بعض روایتوں میں ہے کہ پھر وہ اسی طرح بحکم الٰہی زندہ ہو کر اڑ جائے گا' قرآن میں ہے وہاں بکثرت میوے ہوں گے کہ نہ کٹیں نہ ٹوٹیں نہ ختم ہوں نہ گھٹیں سائے جھکے ہوئے شاخیں نچیں۔ سائے بھی دائمی ہوں گے جیسے فرمان ہے ایماندار نیک کردار بہتی نہروں والی جنتوں میں جائیں گے وہاں ان کے لیے پاک بیویاں ہوں گی اور بہترین لمبے چوڑے سائے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں جنت کے ایک درخت کے سائے تلے تیز سواری والا سو سال تک دوڑتا ہوا جائے لیکن پھر بھی اس کا سایہ ختم نہ ہوگا۔ [3] قرآن میں ہے سائے ہیں پھیلے اور بڑھے ہوئے۔ عموماً قرآن کریم میں جنت اور دوزخ کا ذکر ایک ساتھ آتا ہے تاکہ لوگوں کو جنت کا شوق اور دوزخ سے ڈر لگے یہاں بھی جنت کا اور وہاں کی چند نعمتوں کا ذکر فرما کر فرمایا کہ یہ ہے انجام پرہیزگار اور تقویٰ شعار کا اور کافروں کا انجام جہنم ہے جیسے فرمان ہے کہ جہنمی اور جنتی برابر نہیں جنتی با مراد ہیں۔ خطیب دمشق حضرت بلال بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اے بندگان رب! کیا تمہارے کسی عمل کی قبولیت کا یا کسی گناہ کی معافی کا کوئی پروانہ تم میں سے کسی کو ملا؟ کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم بے کار پیدا کیے گئے ہو؟ اور تم اللہ کے بس میں آنے والے نہیں ہو؟ واللہ! اگر اطاعت ربانی کا بدلہ دنیا میں ہی ملتا تو تم تمام نیکیوں پر جم جاتے۔ کیا تم دنیا پر ہی فریفتہ ہو گئے ہو؟ کیا اس کے پیچھے مر مٹو گے؟ کیا تمہیں جنت کی رغبت نہیں جس کے پھل اور جس کے سائے ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ (ابن ابی حاتم)

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ
قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ﴿۳۶﴾
وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ
الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾ ع

جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ تو جو کچھ تجھ پر اتارا جاتا ہے اس سے خوش ہوتے ہیں اور دوسرے فرقے اس کی بعض باتوں

[1] [صحیح: النسائی فی السنن الکبری (١١٤٧٨) النسائی فی التفسیر (١١٤٧٨/٦) الزهد لابن المبارك (١٤٥٩) ابن ابی شیبة (٧٣/٨) مسند احمد (٣٦٧/٤)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اسے صحیح کہتے ہیں۔]

[2] [ضعیف: مسند بزار (٣٥٣٢) بیهقی فی البعث (٣١٨) مجمع الزوائد (١٨٧٣٤)] اس کی سند میں حمید بن عطار اوی ضعیف ہے۔]

[3] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الرقاق: باب صفة الجنة والنار (٦٥٥٣) صحیح مسلم: کتاب الجنة: باب ان فی الجنة شجرة یسیر الراکب (٢٨٢٨)]

کے منکر ہیں، تو اعلان کر دے کہ مجھے تو صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ ہی کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ شریک نہ کروں، میں اسی کی طرف بلا رہا ہوں اور اسی کی جانب رجوع کرتا ہوں ○ اسی طرح ہم نے اس قرآن کو عربی زبان کا فرمان اتارا ہے، اگر تو نے ان کی خواہشوں کی پیروی کر لی اس کے بعد کہ تیرے پاس علم آ چکا ہے تو نہ تو اللہ کے عذابوں سے تجھے کوئی حمایتی ملے گا اور نہ بچانے والا ○

سابقہ الہامی کتب پر عامل نزولِ قرآن سے بھی خوش: جو لوگ اس سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں اور وہ اس کے عامل ہیں وہ تو تجھ پر اس قرآن کے اترنے سے شاداں و فرحاں ہو رہے ہیں کیونکہ خود ان کی کتابوں میں اس کی بشارت اور اس کی صداقت موجود ہے۔ جیسے آیت ﴿الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ﴾ [1] الخ، میں ہے کہ کتابوں کو اچھی طور سے پڑھنے والے اس آخری کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ اور آیت میں ہے کہ تم مانو یا نہ مانو اگلی کتابوں والے تو اس کے سچے تابعدار بن جاتے ہیں کیونکہ ان کتابوں میں آنحضرت ﷺ کی رسالت کی خبر ہے اور وہ اس وعدے کو پورا دیکھ کر خوشی سے مان لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کے وعدے غلط نکلیں اس کے فرمان صحیح ثابت نہ ہوں۔ پس وہ شاداں ہوتے ہوئے اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ ہاں ان جماعتوں میں ایسے بھی ہیں جو اس کی بعض باتوں کو نہیں مانتے۔ غرض بعض اہل کتاب مسلمان ہیں بعض نہیں۔ تو اے نبی ﷺ! اعلان کر دے کہ مجھے صرف اللہ واحد کی عبادت کا حکم ملا ہوا ہے کہ دوسرے کی شرکت کے بغیر صرف اسی کی عبادت اس کی ہی توحید کے ساتھ کروں یہی حکم مجھ سے پہلے کے تمام نبیوں اور رسولوں کو ملا تھا، اسی راہ کی طرف، اسی الٰہی عبادت کی طرف میں دنیا کو دعوت دیتا ہوں۔ اسی اللہ کی طرف سب کو بلاتا ہوں اور اسی اللہ کی طرف لوٹنا ہے۔ جس طرح ہم نے تم سے پہلے نبی بھیجے ان پر اپنی کتابیں نازل فرمائیں اسی طرح یہ قرآن جو محکم اور مضبوط ہے عربی زبان میں جو تیری اور تیری قوم کی زبان ہے اس قرآن کو ہم نے تجھ پر نازل فرمایا۔ یہ بھی تجھ پر خاص احسان ہے کہ اس واضح اظہار مفصل اور محکم کتاب کے ساتھ تجھے ہم نے نوازا کہ نہ اس کے آگے سے باطل آ سکے نہ اس کے پیچھے سے آ کر اس میں مل سکے یہ حکیم و حمید اللہ کی طرف سے اتری ہے۔ اے نبی ﷺ تیرے پاس الہامی علم آسمانی وحی آ چکی ہے اب بھی اگر تو نے ان کی خواہش کی ماتحتی کی تو یاد رکھ کہ اللہ کے عذابوں سے تجھ کو کوئی بھی نہ بچا سکے گا۔ نہ کوئی تیری حمایت پر کھڑا ہو گا۔ سنت نبویہ اور طریقہ محمدیہ کے علم کے بعد جو گمراہی والوں کے راستوں کو اختیار کریں ان علماء کیلئے اس آیت میں زبردست وعید ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۭ وَمَا كَانَ
لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ
وَيُثْبِتُ ښ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾

---

[1] [سورۃ البقرہ: آیت ۱۲۱]

ہم تجھ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں اور ہم نے ان سب کو بیوی بچوں والا بنایا تھا' کسی رسول سے نہیں ہو سکتا کہ کوئی نشانی بغیر اللہ کی اجازت کے لے آئے' ہر مقررہ وعدے کی ایک لکھت ہے ○ اللہ جو چاہے نابود کر دے اور جو چاہے ثابت رکھے لوح محفوظ اسی کے پاس ہے ○

پہلے پیغمبر بھی بیویوں اور اولادوں والے: ارشاد ہے کہ جیسے آپ باوجود انسان ہونے کے رسول اللہ ہیں۔ ایسے ہی آپ سے پہلے کے تمام رسول بھی انسان ہی تھے' کھانا کھاتے تھے' بازاروں میں چلتے پھرتے تھے بیوی' بچوں والے تھے۔ اور آیت میں ہے کہ اے اشرف الرسل! آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ ﴿اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ﴾ [1] میں بھی تم جیسا ہی ایک انسان ہوں میری طرف وحی الٰہی کی جاتی ہے۔ بخاری مسلم کی حدیث میں ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نفلی روزے رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا راتوں کو تہجد بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں گوشت بھی کھاتا ہوں اور عورتوں سے بھی ملتا ہوں جو شخص میرے طریقے سے منہ موڑ لے وہ میرا نہیں۔ [2] مسند احمد میں آپ کا فرمان ہے کہ چار چیزیں تمام انبیاء علیہم السلام کا طریقہ رہیں خوشبو لگانا' نکاح کرنا' مسواک کرنا اور مہندی' [3] پھر فرماتا ہے کہ معجزے ظاہر کرنا کسی نبی کے بس کی بات نہیں۔ یہ اللہ عزوجل کے قبضے میں چیز ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے' جو ارادہ کرتا ہے حکم دیتا ہے' ہر ایک بات مقررہ وقت اور معلوم مدت کتاب میں لکھی ہوئی ہے' ہر شے کی ایک مقدار معین ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ زمین وآسمان کی تمام چیزوں کا اللہ کو علم ہے سب کچھ کتاب میں لکھا موجود ہے یہ تو اللہ پر بہت آسان ہے۔ ہر کتاب کی جو آسمان سے اتری ہے اس کی ایک اجل ہے اور ایک مدت مقرر ہے ان میں سے جسے چاہتا ہے منسوخ کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے باقی رکھتا ہے پس اس قرآن سے جو اس نے اپنے رسول صلوات اللہ وسلامہ علیہ پر نازل فرمایا ہے تمام اگلی کتابیں منسوخ ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے مٹائے جو چاہے باقی رکھے سال بھر کے امور مقرر کر دیئے لیکن اختیار سے باہر نہیں جو چاہا باقی رکھا جو چاہا بدل دیا۔ سوائے شقاوت' سعادت' حیات وممات کے۔ کہ ان سے فراغت حاصل کر لی گئی ہے ان میں تغیر نہیں ہوتا۔ منصور کہتے ہیں میں نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے پوچھا کہ ہم میں سے کسی کا یہ دعا کرنا کیسا ہے کہ الٰہی اگر میرا نام نیکوں میں ہے تو باقی رکھ اور اگر بدوں میں ہے تو اسے ہٹا دے اور نیکوں میں کر دے۔ آپ نے فرمایا یہ تو اچھی دعا ہے سال بھر کے بعد پھر ملاقات ہوئی یا کچھ زیادہ عرصہ گزر گیا تھا تو میں نے پھر ان سے یہی بات

---

[1] [سورۃ الکھف: آیت ۱۱۰]

[2] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب النکاح: باب الترغیب فی النکاح (۵۰۶۳) صحیح مسلم: کتاب النکاح: باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه الیه (۱۴۰۱)]

[3] [**ضعیف**: ترمذی: کتاب النکاح: باب ماجآء فی فضل التزوج والحث علیه (۱۰۸۰) مسند احمد (۵/۴۲۱) عبد بن حمید فی المنتخب (۳۲۰)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی، المشکاۃ (۳۸۲) ارواء الغلیل (۷۵)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں حجاج بن ارطاۃ راوی ضعیف ہے۔]

دریافت کی آپ نے ﴿إِنَّا أَنزَلْنَٰهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَٰرَكَةٍ﴾ [1] سے دو آیتوں کی تلاوت کی اور فرمایا لیلۃ القدر میں سال بھر کی روزیاں، تکلیفیں، مقرر ہو جاتی ہیں۔ پھر جو اللہ چاہے مقدم موخر کرتا ہے، ہاں سعادت، شقاوت، کی کتاب نہیں بدلتی۔ حضرت شقیق بن سلمہ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے اے اللہ اگر تو نے ہمیں بدبختوں میں لکھا ہے تو اسے مٹا دے اور ہماری گنتی نیکوں میں لکھ لے اور اگر تو نے ہمیں نیک لوگوں میں لکھا ہے تو اسے باقی رکھ تو جو چاہے مٹا دے جو چاہے باقی رکھ دے اصل کتاب تیرے ہی پاس ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے روتے روتے یہ دعا پڑھا کرتے تھے اے اللہ! اگر تو نے مجھ پر برائی اور گناہ لکھ رکھے ہیں تو انہیں مٹا دے تو جسے چاہے مٹاتا ہے اور باقی رکھتا ہے ام الکتاب تیرے پاس ہی ہے تو اسے سعادت اور رحمت کر دے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی یہی دعا کیا کرتے تھے۔ کعب رحمہ اللہ نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر ایک آیت کتاب اللہ میں نہ ہوتی تو میں قیامت تک جو امور ہونے والے ہیں سب آپ کو بتا دیتا پوچھا کہ وہ کون سی آیت ہے؟ آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ [2] ان تمام اقوال کا مطلب یہ ہے کہ تقدیر کی الٹ پلٹ اللہ کے اختیار کی چیز ہے۔ چنانچہ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ بعض گناہوں کی وجہ سے انسان اپنی روزی سے محروم کر دیا جاتا ہے اور تقدیر کو دعا کے سوا کوئی چیز نہیں بدل سکتی اور عمر کی زیادتی کرنے والی بجز نیکی کے کوئی چیز نہیں۔ نسائی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ [3] اور صحیح حدیث میں ہے کہ صلہ رحمی عمر بڑھاتی ہے۔ [4] اور حدیث میں ہے کہ دعا اور قضا دونوں کی مڈبھیڑ آسمان وزمین کے درمیان ہوتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے پاس لوح محفوظ ہے جو پانچ سو سال کے راستے کی چیز ہے سفید موتی کی ہے یاقوت کے دو پٹھوں کے درمیان۔ تریسٹھ بار اللہ اس پر توجہ فرماتا ہے۔ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے جو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے ام الکتاب اسی کے پاس ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رات کی تین ساعتیں باقی رہنے پر دفتر کھولا جاتا ہے پہلی ساعت میں اس دفتر پر نظر ڈالی جاتی ہے جسے اس کے سوا کوئی اور نہیں دیکھتا پس جو چاہتا ہے مٹاتا ہے جو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے۔ [5] کلبی فرماتے ہیں روزی کو بڑھانا گھٹانا عمر کو بڑھانا گھٹانا اس سے مراد ہے ان سے پوچھا گیا کہ آپ سے یہ بات کس نے بیان کی؟ فرمایا ابوصالح نے ان سے حضرت جابر بن عبداللہ بن رئاب نے ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ پھر ان سے

---

[1] [سورة الدخان: آیت ٣،٤]

[2] **[ضعیف و کذب** : تفسیر ابن جریر الطبری (٤٠١/٧)] اس کی سند میں ابوحمزہ راوی متروک ہے۔]

[3] **[حسن دون الجملة** : ابن ماجہ: کتاب الفتن : باب الصبر علی البلاء (٤٠٢٢) طبرانی کبیر (١٤٤٢) مستدرك حاكم (٤٩٣/١) ابن ابی شیبة (٤٤١/١٠)] شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت ان الفاظ ﴿ وان الرجل ليحرم الرزق بالذنب يصيبه ﴾ کے علاوہ حسن ہے۔ [صحیح ابن ماجہ]

[4] **[صحیح** : صحیح بخاری : کتاب الادب : باب من بسط له فی الرزق لصلة الرحم (٥٩٨٦) صحیح مسلم : کتاب البر والصلة : باب صلة الرحم وتحریم قطیعتها (٢٥٥٧)]

[5] **[ضعیف** : تفسیر ابن جریر الطبری (٢٠٥٠٢)] اس کی سند میں زیاد بن محمد راوی ضعیف ہے۔]

اس آیت کی بابت سوال ہوا تو جواب دیا کہ جمعرات کے دن سب باتیں لکھی جاتی ہیں ان میں سے جو باتیں جزا سزا سے خالی ہوں نکال دی جاتی ہیں جیسے تیرا یہ قول کہ میں نے کھایا میں نے پیا میں آیا میں گیا وغیرہ جو سچی باتیں ہیں اور ثواب عذاب کی چیزیں نہیں اور باقی جو ثواب عذاب کی چیزیں ہیں وہ رکھ لی جاتی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ دو کتابیں ہیں ایک میں کمی زیادتی ہوتی ہے اور اللہ کے پاس ہے اصل کتاب وہی ہے۔ [1] فرماتے ہیں مراد اس سے وہ شخص ہے جو ایک زمانہ تک تو اللہ کی اطاعت میں لگا رہتا ہے پھر معصیت میں لگ جاتا ہے اور اسی پر مرتا ہے پس اس کی نیکی محو ہو جاتی ہے اور جس کیلئے ثابت رہتی ہے۔ یہ وہ ہے جو اس وقت تو نافرمانیوں میں مشغول ہے لیکن اللہ کی طرف سے اس کیلئے فرمانبرداری پہلے سے مقرر ہو چکی ہے۔ پس آخری وقت وہ خیر پر لگ جاتا ہے اور طاعت الٰہی میں مرتا ہے۔ یہ ہے جس کیلئے ثابت رہتی ہے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جسے چاہے بخشے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے جو چاہتا ہے منسوخ کرتا ہے جو چاہتا ہے تبدیل نہیں کرتا ناسخ کا اختیار اسی کے پاس ہے اور ادل بدل بھی۔ بقول قتادہ رحمہ اللہ یہ آیت مثل آیت ﴿مَا نَنسَخْ﴾ [2] الخ، کے ہے یعنی جو چاہے منسوخ کر دے جو چاہے باقی اور جاری رکھے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب اس سے پہلے کی آیت اتری کہ کوئی رسول بغیر اللہ کے فرمان کے کوئی معجزہ نہیں دکھا سکتا تو قریش کے کافروں نے کہا پھر تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالکل بے بس ہیں کام سے تو فراغت حاصل ہو چکی ہے۔ پس انہیں ڈرانے کیلئے یہ آیت اتری کہ ہم جو چاہیں تجدید کر دیں ہر رمضان میں تجدید ہوتی ہے پھر اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے روزی بھی تکلیف بھی دیتا ہے اور تقسیم بھی۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس کی اجل آ جائے چل بستا ہے جس کی نہ آئی ہو رہ جاتا ہے یہاں تک کہ اپنے دن پورے کر لے۔ ابن جریر رحمہ اللہ اسی قول کو پسند فرماتے ہیں۔ حلال حرام اس کے پاس ہے کتاب کا خلاصہ اور جڑ اسی کے ہاتھ ہے کتاب خود رب العالمین کے پاس ہی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کعب سے ام الکتاب کی بابت دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ اللہ نے مخلوق کو اور مخلوق کے اعمال کو جان لیا۔ پھر کہا کہ کتاب کی صورت میں ہو جائے ہو گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ام الکتاب سے مراد ذکر ہے۔

وَإِن مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۝ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا ۚ وَاللَّهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ ۚ وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ (41)

ان سے کئے ہوئے وعدوں میں سے کوئی اگر ہم تجھے دکھا دیں یا تجھے ہم فوت کر لیں۔ تو تجھ پر تو صرف پہنچا دینا ہی ہے حساب تو ہمارے ذمہ ہے ۝ کیا وہ نہیں دیکھتے؟ کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آ رہے ہیں، اللہ حکم کرتا ہے کوئی اس کے احکام پیچھے ڈالنے والا نہیں، وہ جلد حساب لینے والا ہے ۝

---

[1] [ضعیف: تفسیر ابن جریر الطبری (۲۰۴۸۷)] اس کی سند میں محمد بن سائب کلبی راوی متروک ہے۔]

[2] [سورۃ البقرہ: آیت ۱۰۶]

پیغمبر کا کام صرف پیغام پہنچانا: تیرے دشمنوں پر جو ہمارے عذاب آنے والے ہیں وہ ہم تیری زندگی میں لائیں تو اور تیرے انتقال کے بعد لائیں تو تجھے کیا؟ تیرا کام تو صرف ہمارے پیغام پہنچا دینا ہے وہ تو کر چکا۔ ان کا حساب ان کا بدلہ ہمارے ہاتھ ہے۔ تو صرف انہیں نصیحت کر دے تو ان پر کوئی داروغہ اور نگہبان نہیں۔ جو منہ پھیرے گا اور کفر کرے گا اسے اللہ ہی بڑی سزاؤں میں داخل کر دے گا ان کا لوٹنا تو ہماری طرف ہی ہے اور ان کا حساب بھی ہمارے ذمے ہے۔ [1] کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو تیرے قبضے میں دیتے آ رہے ہیں؟ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ آباد اور عالی شان محل کھنڈر اور ویرانے بنتے جا رہے ہیں؟ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ مسلمان کافروں کو دباتے چلے آ رہے ہیں" کیا وہ نہیں دیکھتے کہ برکتیں اٹھتی جا رہی ہیں خرابیاں آتی جا رہی ہیں؟ لوگ مرتے جا رہے ہیں زمین اجڑتی جا رہی ہے؟ خود زمین ہی اگر تنگ ہوتی جاتی تو انسان کو چھپڑ ڈالنا بھی محال ہو جاتا مقصد انسان کا اور درختوں کا کم ہوتے رہنا ہے۔ مراد اس سے زمین کی تنگی نہیں بلکہ لوگوں کی موت ہے علماء فقہا اور بھلے لوگوں کی موت بھی زمین کی بربادی ہے۔ عرب شاعر کہتا ہے۔

اَلْاَرْضُ تَحْیَا اِذَا مَا عَاشَ عَالِمُهَا   مَتٰی یَمُتْ عَالِمٌ مِّنْهَا یَمُتْ طَرَفٌ

کَالْاَرْضِ تَحْیَا اِذَا مَا الْغَیْثُ حَلَّ بِهَا   وَاِنْ اَبٰی عَادَ فِیْ اَکْنَافِهَا التَّلَفُ

یعنی جہاں کہیں جو عالم دین ہے وہاں کی زمین کی زندگی اسی سے ہے۔ اس کی موت اس زمین کی ویرانی اور خرابی ہے۔ جیسے کہ بارش جس زمین پر برسے لہلہانے لگتی ہے اور اگر نہ برسے تو سوکھنے اور بنجر ہونے لگتی ہے۔ اس آیت میں مراد اسلام کا شرک پر غالب آنا ہے' ایک کے بعد ایک بستی کو تابع کرنا ہے۔ جیسے فرمایا ﴿ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰی ﴾ [2] الخ' یہی قول امام ابن جریر رحمہ اللہ کا بھی پسندیدہ قول ہے۔

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ۭ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۭ
وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٤٢﴾

ان سے پہلے لوگوں نے بھی اپنی مکاری میں کمی نہ کی تھی لیکن تمام تدبیریں اللہ ہی کی ہیں' جو شخص جو کچھ کر رہا ہے اللہ کے علم میں ہے' کافروں کو ابھی معلوم ہو جائے گا کہ اس جہان کی جزا کس کیلئے ہے؟ ○

کفار کے مکر و فریب: اگلے کافروں نے بھی اپنے نبیوں کے ساتھ مکر کیا' انہیں نکالنا چاہا' اللہ نے ان کے مکر کا بدلہ لیا۔ انجام کار پرہیزگاروں کا ہی بھلا ہوا۔ اس سے پہلے آپ کے زمانے کے کافروں کی کارستانی بیان ہو چکی ہے کہ وہ آپ کو قید کرنے یا قتل کرنے یا دیس نکالا دینے کا مشورہ کر رہے تھے وہ گھات میں تھے اور اللہ ان کی گھات میں تھا۔ بھلا اللہ سے زیادہ اچھی تدبیر کس کی ہو سکتی ہے؟ [3] ان کے مکر پر ہم نے بھی یہی کیا اور یہ بے خبر رہے۔ دیکھ لے کہ ان کے مکر کا انجام کیا ہوا؟ یہی کہ ہم نے انہیں غارت کر دیا اور ان کی ساری قوم کو برباد کر دیا

---

[1] [سورة الغاشية: آيت ٢١، ٢٦]   [2] [الاحقاف: ٢٧]

[3] [الانفال: ٣٠]

ان کے ظلم کی شہادت دینے والے ان کی غیر آباد بستیوں کے کھنڈرات ابھی موجود ہیں۔ (1) ہر ایک کے ہر ایک عمل سے اللہ تعالیٰ باخبر ہے پوشیدہ عمل' دل کے خوف اس پر ظاہر ہیں عامل کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا اَلْكُفَّارُ کی دوسری قراءت اَلْكَافِرُ بھی ہے۔ ان کافروں کو ابھی معلوم ہو جائے گا کہ انجام کار کس کا اچھا رہتا ہے' ان کا یا مسلمانوں کا؟ الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ حق والوں کو ہی غالب رکھا ہے انجام کے اعتبار سے یہی اچھے رہتے ہیں دنیا آخرت انہی کی سنورتی ہے۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا ۚ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِندَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ ﴿٤٣﴾ ع

یہ کافر کہتے ہیں کہ تو اللہ کا رسول نہیں' تو جواب دے کہ مجھ میں اور تم میں اللہ گواہی دینے والا بس ہے اور وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے O

منکرین رسالت: کافر تجھے جھٹلا رہے ہیں' تیری رسالت کے منکر ہیں۔ تو غم نہ کر کہہ دیا کر کہ اللہ کی شہادت کافی ہے۔ تیری نبوت کا وہ خود گواہ ہے' میری تبلیغ پر' تمہاری تکذیب پر وہ شاہد ہے۔ میری سچائی' تمہاری تکذیب کو وہ دیکھ رہا ہے۔ علم کتاب جس کے پاس ہے اس سے مراد عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ قول حضرت مجاہد رحمہ اللہ وغیرہ کا ہے لیکن بہت غریب قول ہے اس لئے کہ یہ آیت مکہ شریف میں اتری ہے اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تو ہجرت کے بعد مدینے میں مسلمان ہوئے ہیں۔ اس سے زیادہ ظاہر ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہود و نصاریٰ کے حق گو عالم مراد ہیں ہاں ان میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بھی ہیں' حضرت سلمان اور حضرت تمیم داری وغیرہ رضی اللہ عنہم بھی۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے ایک روایت مروی ہے کہ اس سے مراد خود اللہ تعالیٰ ہے۔ حضرت سعید رحمہ اللہ اس سے انکاری تھے کہ اس سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام لئے جائیں کیونکہ یہ آیت مکیہ ہے اور آیت مِن عِندِ اللہ پڑھتے تھے۔ یہی قراءت مجاہد اور حسن بصری سے بھی مروی ہے۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی قراءت ہے لیکن وہ حدیث ثابت نہیں۔ (2) صحیح بات یہی ہے کہ یہ اسم جنس ہے ہر وہ عالم جو اگلی کتاب کا عالم ہے اس میں داخل ہے ان کی کتابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت اور آپ کی بشارت موجود تھی۔ ان کے نبیوں نے آپ کی بابت پیش گوئی کر دی تھی۔ جیسے فرمان رب ذی شان ہے ﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ (3) یعنی میری رحمت نے تمام نبیوں کو گھیر رکھا ہے میں اسے ان لوگوں کے نام لکھ دوں گا جو متقی ہیں' زکوۃ ادا کرنے والے ہیں' ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں' رسولوں کی اطاعت کرنے والے ہیں' جس کا ذکر اپنی کتاب تورات و انجیل میں موجود پاتے ہیں اور آیت میں ہے کہ کیا یہ بات بھی ان کیلئے کافی نہیں کہ اس کے حق ہونے کا علم علماء بنی اسرائیل کو بھی ہے۔ ایک

(1) [النمل: ٥٠، ٥٢]

(2) [**ضعیف**: مسند ابویعلی (٥٥٧٤) مجمع الزوائد (١٥٥/٧)] اس کی سند میں سلیمان بن ارقم راوی متروک ہے۔]

(3) [سورۃ الاعراف: آیت ١٥٦، ١٥٧]

بہت ہی غریب حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے علمائے یہود سے کہا میرا ارادہ ہے کہ اپنے باپ ابراہیم و اسماعیل کی مسجد میں جا کر عید منائیں مکے پہنچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہیں تھے یہ لوگ حج سے لوٹے تو آپ سے ملاقات ہوئی اس وقت آپ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے اور لوگ بھی آپ کے پاس تھے یہ بھی مع اپنے ساتھیوں کے کھڑے ہوگئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھ کر پوچھا کہ آپ ہی عبداللہ بن سلام ہیں کہا ہاں فرمایا قریب آؤ جب قریب گئے تو آپ نے فرمایا کیا تم میرا ذکر تورات میں نہیں پاتے؟ انہوں نے کہا آپ اللہ کے اوصاف میرے سامنے بیان فرمایئے اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے سامنے کھڑے ہوگئے اور حکم دیا کہو ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ [1] آپ نے پوری سورت پڑھ سنائی۔ ابن سلام نے اسی وقت کلمہ پڑھ لیا' مسلمان ہوگئے' مدینے واپس چلے آئے لیکن اپنے اسلام کو چھپائے رہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینے پہنچے اس وقت آپ کھجور کے ایک درخت پر چڑھے ہوئے کھجوریں اتار رہے تھے جو آپ کو خبر پہنچی اسی وقت درخت سے کود پڑے ماں کہنے لگیں کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی آجاتے تو تم درخت سے نہ کودتے۔ کیا بات ہے؟ جواب دیا کہ اماں جی! حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے بھی زیادہ خوشی مجھے ختم المرسلین کی یہاں تشریف آوری سے ہوئی ہے۔ [2] الحمدللہ سورۂ رعد کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورہ ابراھیم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
الٓرٰ ۣ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ڏ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى
صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَوَيْلٌ
لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِۨ ۙ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَي الْاٰخِرَةِ
وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ۝

اللہ مہربان رحم کرنے والے کے نام سے

یہ عالی شان کتاب ہم نے تیری طرف اتاری ہے کہ تو لوگوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف لے آئے ان کے پروردگار کے حکم سے زبردست اور تعریفوں والے اللہ کی راہ کی طرف ○ جس اللہ کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے' منکروں کے لئے تو سخت عذاب کی خرابی ہے ○ جو آخرت کے مقابلے میں دنیوی زندگی کو پسند رکھتے ہیں اور راہ اللہ سے روکتے رہتے ہیں اور اس میں ٹیڑھ پن پیدا کرنا چاہتے ہیں' یہی لوگ پرلے درجے کی گمراہی میں ہیں ○

---

[1] [سورۃ اخلاص]

[2] [**ضعیف وباطل** : ابو نعیم فی الدلائل (۲٤٦)] اس میں انقطاع ہے۔]

حروف مقطعہ جو سورتوں کے شروع میں آتے ہیں ان کا بیان پہلے گزر چکا ہے اے نبی ﷺ یہ عظیم الشان کتاب ہم نے تیری طرف اتاری ہے۔ یہ کتاب تمام کتابوں سے اعلیٰ رسول تمام رسولوں سے افضل و بالا۔ جہاں اتری وہ جگہ دنیا کی تمام جگہوں سے بہترین اور عمدہ۔ اس کتاب کا پہلا وصف یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے تو لوگوں کو اندھیروں سے اجالے میں لے جا سکتا ہے۔ تیرا پہلا کام یہ ہے کہ گمراہیوں کو ہدایت سے، برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دے ایمانداروں کا حمایتی خود اللہ ہے وہ انہیں اندھیروں سے اجالے میں لاتا ہے اور کافروں کے ساتھی اللہ کے سوا اور ہیں جو انہیں نور سے ہٹا کر تاریکیوں میں پھانس دیتے ہیں [1] اللہ اپنے غلام پر اپنی روشن اور واضح نشانیاں اتارتا ہے کہ وہ تمہیں تاریکیوں سے ہٹا کر نور کی جانب پہنچا دے۔ [2] اصل ہادی اللہ ہی ہے رسولوں کے ہاتھوں جن کی ہدایت منظور ہوتی ہے وہ راہ پا لیتے ہیں اور غیر مغلوب پر غالب و زبردست ہر چیز پر بادشاہ بن جاتے ہیں اور ہر حال میں تعریفوں والے اللہ کی راہ کی رہبری ہو جاتی ہے۔ اللّٰهِ کی دوسری قراءت اللّٰهُ بھی ہے پہلی قراءت بطور صفت کے ہے اور دوسری بطور نئے جملے کے جیسے آیت ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨ الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ [3] الخ، میں۔ جو کافر تیرے مخالف ہیں تجھے نہیں مانتے انہیں قیامت کے دن سخت عذاب ہوں گے۔ یہ لوگ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں دنیا کے لئے پوری کوشش کرتے ہیں اور آخرت کو بھولے بیٹھے ہیں رسولوں کی تابعداری سے دوسروں کو بھی روکتے ہیں راہ حق جو سیدھی اور صاف ہے اسے ترچھی کرنا چاہتے ہیں یہ اسی جہالت ضلالت میں رہیں گے لیکن اللہ کی راہ نہ ٹیڑھی ہوئی نہ ہو گی۔ پھر ایسی حالت میں ان کی صلاحیت کی کیا امید؟

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ
وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

ہم نے ہر ہر نبی کو اس کی قومی زبان میں ہی بھیجا ہے تا کہ ان کے سامنے وضاحت سے بیان کر دے اب اللہ جسے چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے راہ دکھائے وہ غلبہ والا اور حکمت والا ہے ○

قوم کی زبان میں پیغمبر کی بعثت: یہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی انتہائی درجے کی مہربانی ہے کہ ہر نبی کو اس کی قومی زبان میں ہی بھیجا تا کہ سمجھنے سمجھانے کی آسانی رہے۔ مسند میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس کی امت کی زبان میں ہی بھیجا ہے۔ [4] حق ان پر کھل تو جاتا ہی ہے پھر ہدایت ضلالت اللہ کی طرف سے

---

[1] [البقرۃ: ۲۵۷]   [2] [الحدید: ۹]   [3] [الاعراف: ۱۵۸]

[4] [اسنادہ ضعیف ومنقطع : مسند احمد (۱۵۸/۵)] امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ مجاہد نے ابوذر سے نہیں سنا۔ [مجمع الزوائد (۱۱۰۹۵)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کا متن صحیح ہے کیونکہ قرآن میں یہ چیز موجود ہے البتہ اس کی سند میں مجاہد کا ابوذر سے سماع ثابت نہیں۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۱۴۱۰)] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو منقطع وضعیف کہتے ہیں۔]

ہے اس کے چاہے کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا۔ وہ غالب ہے اس کا ہر کام حکمت سے ہے گمراہ وہی ہوتے ہیں جو اس کے مستحق ہوں اور ہدایت پر وہی آتے ہیں جو اس کے مستحق ہوں۔ چونکہ ہر نبی صرف اپنی اپنی قوم ہی کی طرف بھیجا جاتا رہا اس لئے اسے اس کی قومی زبان میں ہی کتاب اللہ ملتی تھی اور اس کی اپنی زبان بھی وہی ہوتی تھی۔ آنحضرت محمد بن عبداللہ ﷺ کی رسالت عام تھی ساری دنیا کی قوموں کی طرف آپ رسول اللہ تھے جیسے خود حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ مجھے پانچ چیزیں خصوصیت سے دی گئی ہیں جو کسی نبی کو عطا نہیں ہوئیں مہینے بھر کی راہ کی دوری پر صرف رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے میرے لئے ساری زمین مسجد اور پاکیزہ قرار دی گئی ہے مجھ پر مال غنیمت حلال کئے گئے ہیں جو مجھ سے پہلے کسی پر حلال نہیں تھے مجھے شفاعت سونپی گئی ہے ہر نبی صرف اپنی قوم ہی کی طرف آتا تھا اور میں تمام عام لوگوں کی طرف رسول اللہ ﷺ بنایا گیا ہوں۔ [1] قرآن یہی فرماتا ہے کہ اے نبی ﷺ اعلان کردو کہ میں تم سب کی جانب اللہ کا رسول ہوں۔ [2]

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَکَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۙ وَذَکِّرْھُمْ
بِاَیّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ ۝

یاد کر جب کہ ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ تو اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی میں نکال اور انہیں اللہ کے احسانات یاد دلا اس میں نشانیاں ہیں ہر ایک صبر شکر کرنے والے کے لئے ○

موسیٰ علیہ السلام کو نو نشانیوں کی عطا ئیگی: جیسے ہم نے تجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اور تجھ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے کہ تو لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آئے۔ اسی طرح ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا تھا بہت سی نشانیاں بھی دی تھیں جن کا بیان آیت ﴿وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍ﴾ [3] الخ، میں ہے۔ انہیں بھی یہی حکم تھا کہ لوگوں کو نیکیوں کی دعوت دے انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں اور جہالت وضلالت سے ہٹا کر علم وہدایت کی طرف لے آ۔ انہیں اللہ کے احسانات یاد دلا۔ اللہ نے انہیں فرعون جیسے ظالم وجابر بادشاہ کی غلامی سے آزاد کیا ان کے لئے دریا کو کھڑا کر دیا ان پر ابر کا سایہ کر دیا ان پر من وسلوی اتارا اور بھی بہت سی نعمتیں عطا فرمائیں۔ مسند احمد کی مرفوع حدیث میں مروی ((اَیَّامِ اللّٰہِ)) کی تفسیر اللہ کی نعمتوں سے مروی ہے۔ [4] لیکن ابن جریر رحمہ اللہ میں یہ روایت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہی سے موقوفاً بھی آئی ہے اور یہی زیادہ ٹھیک

---

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب التیمم (۳۳۵) صحیح مسلم: کتاب المساجد: باب المساجد و مواضع الصلاۃ (۵۲۱)]

[2] [سورۃ الاعراف: آیت ۱۵۸] [3] [سورۃ بنی اسرائیل: آیت ۱۰۱]

[4] [حدیث صحیح واسنادہ ضعیف: مسند احمد (۵/۱۲۲) تفسیر ابن جریر الطبری (۲۰۵۷۹) مسلم (۱۷۲)، (۲۳۸۰)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے البتہ یہ سند ضعیف ہے۔ [الموسوعۃ الحدیثیۃ (۲۱۱۲۸)]

ہے۔ہم نے اپنے بندوں بنی اسرائیل کے ساتھ جو احسان کئے فرعون سے نجات دلوانا' اس کے ذلیل عذابوں سے چھڑوانا' اس میں ہر صابر و شاکر کے لئے عبرت ہے۔ جو مصیبت میں صبر کے اور راحت میں شکر کے خوگر ہیں۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اچھا بندہ وہ ہے جو سختی کے وقت صبر کرے اور نرمی کے وقت شکر کرے۔ (1) صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مومن کا تمام کام عجیب ہے اسے مصیبت پہنچے تو صبر کرتا ہے وہی اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے اور اگر اسے راحت و آرام ملے شکر کرتا ہے اس کا انجام بھی اس کیلئے بہتر ہوتا ہے۔ (2)

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ
يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ
بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝ۧ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَىِٕنْ
كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ
جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝

جس وقت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کے وہ احسانات یاد کرو جو اس نے تم پر کئے ہیں جب کہ اس نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمہیں برے دکھ پہنچاتے تھے تمہارے لڑکوں کو قتل کرتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے' اس میں تمہارے رب کی طرف سے تم پر بہت بڑی آزمائش تھی ○ جب تمہارے پروردگار نے تمہیں آگاہ کر دیا کہ اگر تم شکر گزاری کرو گے تو بے شک میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے ○ موسیٰ نے کہا کہ اگر تم سب اور روئے زمین کے تمام انسان اللہ کی ناشکری کریں تو بھی اللہ بے نیاز اور تعریفوں والا ہے ○

بنی اسرائیل کو انعامات کی یاد دہانی: فرمان الٰہی کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو اللہ کی نعمتیں یاد دلا رہے ہیں۔ مثلاً قوم فرعون سے انہیں نجات دلوانا جو انہیں بے وقعت کر کے ان پر طرح طرح کے مظالم ڈھا رہے تھے یہاں تک کہ تمام نرینہ اولاد قتل کر ڈالتے تھے صرف لڑکیوں کو زندہ چھوڑتے تھے۔ یہ نعمت اتنی بڑی ہے کہ تم اس کی شکر گزاری کی طاقت نہیں رکھتے۔ یہ مطلب بھی اس جملہ کا ہو سکتا ہے کہ فرعونی ایذا در اصل تمہاری ایک بہت بڑی آزمائش تھی اور یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں معنی مراد ہوں' واللہ اعلم۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ (3) یعنی ہم نے انہیں بھلائی برائی سے آزمالیا کہ وہ لوٹ آئیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں آگاہ کر دیا۔ اور یہ معنی بھی ممکن ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی اپنی عزت و جلالت اور کبریائی کی۔ جیسے آیت ﴿وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ﴾ (4) الخ' میں۔ پس اللہ تعالیٰ کا حتمی وعدہ ہوا اور اس کا اعلان

---

(1) [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۴۱۸)]

(2) [**صحیح**: صحیح مسلم: کتاب الزهد: باب المؤمن من امره كله خير (۲۹۹۹)]

(3) [سورة الاعراف: آیت ۱۶۸] (4) [سورة الاعراف: آیت ۱۶۷]

بھی کہ شکر گزاروں کی نعمتیں اور بڑھ جائیں گی اور ناشکروں کی نعمتوں کے منکروں اور ان کے چھپانے والوں کی نعمتیں چھن جائیں گی اور انہیں سخت سزا ہوگی۔ حدیث میں ہے بندہ بوجہ گناہ کے اللہ کی روزی سے محروم ہو جاتا ہے۔ (1) مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک سائل گزرا؟ آپ نے اسے کھجور دی۔ وہ بڑا بگڑا اور کھجور نہ لی۔ پھر دوسرا سائل گزرا آپ نے اسے بھی وہی کھجور دی اس نے اسے بخوشی لے لیا اور کہنے لگا کہ اللہ کے رسول کا عطیہ ہے۔ آپ نے اسے بیس درہم دینے کا حکم فرمایا۔ اور روایت میں ہے کہ آپ نے لونڈی سے فرمایا اسے لے جاؤ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس چالیس درہم ہیں وہ دلوا دو۔ (2) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ تم سب اور روئے زمین کی تمام مخلوق بھی ناشکری کرنے لگے تو اللہ کا کیا بگاڑے گی؟ وہ بندوں سے اور ان کی ناشکری سے بے نیاز اور بے پرواہ ہے۔ تعریفوں کا مالک اور قابل وہی ہے۔ چنانچہ فرمان ہے ﴿إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ﴾ (3) تم اگر کفر کرو تو اللہ تم سے غنی ہے اور آیت میں ہے ﴿فَكَفَرُوا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللَّهُ﴾ (4) الخ، انہوں نے کفر کیا منہ موڑ لیا تو اللہ نے ان سے مطلقاً بے نیازی برتی۔ صحیح مسلم شریف میں قدسی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو! اگر تمہارے اول آخر انسان جن سب مل کر بہترین تقوے والے دل کے شخص جیسے بن جائیں تو اس سے میرا ملک ذرا سا بھی بڑھ نہ جائے گا اور اگر تمہارے سب اگلے پچھلے انسان جنات بدترین دل کے بن جائیں تو اس وجہ سے میرے ملک میں سے ایک ذرہ بھی نہ گھٹے گا۔ اے میرے بندو! تمہارے اگلے پچھلے انسان جن سب ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں اور مجھ سے مانگیں اور میں ہر ایک کا سوال پورا کر دوں تو بھی میرے پاس کے خزانوں میں اتنی ہی کمی آئے گی جتنی سمندر میں سوئی ڈالنے سے ہو۔ (5) پس ہمارا رب پاک ہے بلند ہے غنی ہے اور حمید ہے۔

مع

أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُودَ ۛ وَالَّذِينَ مِنْ
بَعْدِهِمْ ۛ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ ۚ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرَدُّوا أَيْدِيَهُمْ
فِي أَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوا إِنَّا كَفَرْنَا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ وَإِنَّا لَفِي شَكٍّ مِمَّا تَدْعُونَنَا
إِلَيْهِ مُرِيبٍ ۝

الخلاقة

---

(1) [حسن دون الجملة : ابن ماجه: كتاب الفتن : باب الصبر على البلاء (٤٠٢٢) طبرانی کبیر (١٤٤٢) مستدرك حاكم (٤٩٣/١) ابن ابی شيبة (٤٤١/١٠)] شیخ البانی فرماتے ہیں کہ یہ روایت ان الفاظ ﴿ وان الرجل ليحرم الرزق بالذنب يصيبه ﴾ کے علاوہ حسن ہے۔ [صحيح ابن ماجه]

(2) [ضعیف : مسند احمد (١٥٥/٣)] شیخ شعیب ارناؤوط اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ [الموسوعة الحديثية (١٢٥٧٤)]

(3) [سورۃ الزمر: آیت ٧] (4) [سورۃ التغابن: آیت ٦]

(5) [صحيح : صحيح مسلم : كتاب البر والصلة : باب تحريم الظلم (٢٥٧٧)]

کیا تمہارے پاس تم سے پہلے لوگوں کی خبریں نہیں آئیں؟ یعنی قوم نوح اور عاد وثمود کی' اور ان کے بعد والوں کی؟ جنہیں بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا' ان کے پاس ان کے رسول معجزے لائے لیکن وہ اپنے ہاتھ اپنے منہ میں پھیر لے گئے اور صاف کہہ دیا کہ جو کچھ تمہیں دے کر بھیجا گیا ہے ہم اس کے منکر ہیں اور جس چیز کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو ہمیں تو اس میں بہت بھاری شبہ ہے ہم اس سے خاطر جمع نہیں ○

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا باقی وعظ بیان ہو رہا ہے کہ آپ نے اپنی قوم کو اللہ کی وہ نعمتیں یاد لاتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو تم سے پہلے کے لوگوں پر رسولوں کے جھٹلانے کی وجہ سے کیسے سخت عذاب آئے؟ اور کس طرح وہ غارت کئے گئے؟ یہ قول تو ہے امام ابن جریر رحمہ اللہ کا لیکن ذرا غور طلب ہے۔ بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ وعظ تو ختم ہو چکا اب یہ نیا بیان قرآن ہے۔ کہا گیا ہے کہ عادیوں اور ثمودیوں کے واقعات تورات شریف میں تھے ہی نہیں تو اگر یہ بات بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہی مانی جائے تو ظاہر ہے کہ ان کے قصے یہودیوں کے سامنے بیان ہو چکے تھے اور یہ دونوں واقعات بھی تورات میں تھے۔ واللہ اعلم۔ فی الجملہ ان لوگوں کے اور ان جیسے اور بھی بہت سے لوگوں کے واقعات قرآن کریم میں ہمارے سامنے بیان ہو چکے ہیں کہ ان کے پاس اللہ کے پیغمبر اللہ کی آیتیں اور اللہ کے دیئے ہوئے معجزے لے کر پہنچے ان کی گنتی کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں نسب نامہ کے بیان کرنے والے غلط گو ہیں بہت سی امتیں ایسی بھی گزری ہیں جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ معد بن عدنان کے بعد کا نسب نامہ صحیح طور پر کوئی نہیں جانتا۔ وہ اپنے ہاتھ ان کے منہ تک لوٹا لئے گئے کے ایک تو معنی یہ ہیں کہ رسولوں کے منہ بند کرنے لگے۔ ایک معنی یہ بھی ہیں کہ وہ اپنے ہاتھ اپنے منہ پر رکھنے لگے کہ محض جھوٹ ہے جو رسول کہتے ہیں۔ ایک معنی یہ ہیں کہ جواب سے لاچار ہو کر انگلیاں منہ پر رکھ لیں۔ ایک معنی یہ بھی ہیں کہ اپنے منہ سے انہیں جھٹلانے لگے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں پر فی معنی میں ''بے'' کے ہو جیسے بعض عرب کہتے ہیں ((اَدْخَلَكَ اللّٰهُ بِالْجَنَّةِ يَعْنِي فِي الْجَنَّةِ)) شعر میں بھی یہ محاورہ مستعمل ہے۔ اور بقول مجاہد رحمہ اللہ اس کے بعد کا جملہ اسی کی تفسیر ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے مارے غصے کے اپنی انگلیاں اپنے منہ میں ڈال لیں۔ چنانچہ اور آیت میں منافقین کے بارے میں ہے کہ ﴿وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ﴾ [1] یہ لوگ خلوت میں تمہاری جلن سے اپنی انگلیاں چباتے رہتے ہیں۔ یہ بھی ہے کہ کلام اللہ سن کر تعجب سے اپنے ہاتھ اپنے منہ پر رکھ دیتے ہیں اور کہہ گزرتے ہیں کہ ہم تو تمہاری رسالت کے منکر ہیں ہم تمہیں سچا نہیں جانتے بلکہ سخت شبہ میں ہیں۔

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ

---

[1] [سورۃ ال عمران: آیت ۱۱۹]

اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۰﴾ قَالَتْ لَهُمْ
رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا
كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾
وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ
وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾ ع ۱۴

ان کے رسولوں نے انہیں کہا کہ کیا حق تعالیٰ کے بارے میں تمہیں شک ہے؟ جو آسمان وزمین کا بنانے والا ہے وہ تو تمہیں اس لئے بلا رہا ہے کہ تمہارے تمام گناہ معاف فرمائے اور ایک مقررہ وقت تک تمہیں مہلت فرمائے، وہ کہنے لگے تم تو ہم جیسے ہی انسان ہو تم چاہتے ہو کہ ہمیں ان معبودوں کی عبادت سے روک دو جن کی عبادت ہمارے باپ دادے کرتے رہے اچھا تو ہمارے سامنے کوئی کھلی سند پیش کرو ○ ان کے پیغمبروں نے ان سے کہا یہ تو سچ ہے کہ ہم تم جیسے ہی انسان ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنا فضل کرتا ہے، بے حکم اللہ ہماری مجال نہیں کہ ہم کوئی معجزہ تمہیں لا دکھائیں، ایمانداروں کو صرف اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے ○ آخر کیا وجہ ہے کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ رکھیں اسی نے ہمیں راہیں سمجھائی ہیں، واللہ جو ایذائیں تم ہمیں دو گے ہم ان پر صبر کریں گے، توکل کرنے والوں کو یہی لائق ہے کہ اللہ ہی پر توکل کریں ○

کفار اور انبیاء علیہم السلام کی گفتگو: رسولوں کی اور ان کی قوم کے کافروں کی بات چیت بیان ہو رہی ہے۔ قوم نے اللہ کی عبادت میں شک وشبہ کا اظہار کیا اس پر رسولوں نے کہا اللہ کے بارے میں شک؟ یعنی اس کے وجود میں شک کیسا؟ فطرت اس کی شاہد عدل ہے انسان کی بنیاد میں اس کا اقرار موجود ہے۔ عقل سلیم اس کے ماننے پر مجبور ہے۔ اچھا اگر دلیل کے بغیر اطمینان نہیں تو دیکھ لو کہ یہ آسمان وزمین کیسے پیدا ہو گئے؟ موجود کیلئے موجد ہونا ضروری ہے۔ انہیں بغیر نمونہ پیدا کرنے والا وہی وحدہ لاشریک لہ ہے اس عالم کی تخلیق تو مطیع ومخلوق ہونا بالکل ظاہر ہے اس سے کیا اتنی موٹی بات بھی کچھ سمجھ نہیں آتی؟ کہ اس کا صانع اس کا خالق ہے اور وہی اللہ ہے جو ہر چیز کا خالق مالک اور معبود برحق ہے۔ یا کیا تمہیں اس کی الوہیت اور اس کی وحدانیت میں شک ہے؟ جب تمام موجودات کا خالق اور موجد وہی ہے تو ہر عبادت میں تنہا وہی کیوں نہ ہو؟ چونکہ اکثر امتیں خالق کے وجود کی قائل تھیں پھر اوروں کی عبادت انہیں واسطہ اور وسیلہ جان کر اللہ سے نزدیک کرنے والے اور نفع دینے والے سمجھ کر کرتی تھیں اس لئے رسول اللہ انہیں ان کی عبادتوں سے یہ سمجھا کر روکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف بلا رہا ہے کہ آخرت میں تمہارے گناہ معاف فرما دے اور جو وقت مقدر ہے اس تک تمہیں اچھائی سے پہنچا دے ہر ایک فضیلت والے کو وہ اس کی فضیلت عنایت فرمائے گا۔ اب امتوں نے پہلے مقام کی تسلیم کرنے کے بعد جواب دیا کہ تمہاری رسالت ہم کیسے مان لیں، تم میں انسانیت تو ہم جیسی ہے اچھا اگر سچے ہو تو زبردست معجزہ پیش کرو جو انسانی طاقت سے باہر ہو۔ اس کے جواب میں پیغمبران رب نے فرمایا کہ یہ تو بالکل مسلم ہے کہ ہم تم جیسے ہی انسان ہیں۔ لیکن رسالت

ونبوت اللہ کا عطیہ ہے وہ جسے چاہے دے۔ انسانیت رسالت کے منافی نہیں۔ اور جو چیز تم ہمارے ہاتھوں سے دیکھنا چاہتے ہو اس کی نسبت بھی سن لو کہ وہ ہمارے بس کی بات نہیں ہاں ہم اللہ سے طلب کریں گے اگر ہماری دعا مقبول ہوئی تو بے شک ہم دکھا دیں گے مومنوں کو تو ہر کام میں اللہ ہی پر توکل ہے۔ اور خصوصیت کے ساتھ ہمیں اس پر زیادہ توکل اور بھروسہ ہے اس لئے بھی کہ اس نے تمام راہوں میں سے بہترین راہ دکھائی۔ تم جتنا چاہو دکھ دو لیکن انشاء اللہ دامن توکل ہمارے ہاتھ سے چھوٹنے کا نہیں۔ متوکلین کے گروہ کے لئے اللہ کا توکل کافی وافی ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ
فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۙ﴿۱۳﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ
ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ
عَنِيْدٍ ۙ﴿۱۵﴾ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ۙ﴿۱۶﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ
يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ
عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾

کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تمہیں دیس بدر کردیں گے یا تم پھر سے ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ' تو ان کے پروردگار نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ان ظالموں کو ہی غارت کردیں گے ○ اور ان کے بعد ہم خود تمہیں اس زمین میں بسائیں گے یہ ہے ان کے لئے جو میرے سامنے کھڑے ہونے کا ڈر رکھیں اور میرے وعدے سے خوفزدہ رہیں ○ آخر فیصلے کو طلب کرنے لگے تو سرکش ضدی لوگ نامراد ہو گئے ○ اس کے سامنے دوزخ ہے جہاں وہ پیپ کا پانی پلایا جائے گا ○ جسے بمشکل گھونٹ گھونٹ پئے گا پھر بھی اسے گلے سے اتار نہ سکے گا ہر جگہ سے موت آتی دکھائی دے گی لیکن وہ مرنے والا نہیں' پھر اس کے پیچھے بھی سخت عذاب ہے ○

پیغمبروں کو جلاوطن کرنے کی دھمکی: کافر جب تنگ ہوئے' کوئی حجت باقی نہ رہی تو نبیوں کو دھمکانے لگے اور دیس نکالے سے ڈرانے لگے۔ قوم شعیب نے بھی اپنے نبی اور مومنوں سے یہی کہا تھا کہ ہم تمہیں اپنی بستی سے نکال دیں گے۔ لوطیوں نے بھی یہی کہا تھا کہ آل لوط کو اپنے شہر سے نکال دو۔ مشرکین قریش نے بھی یہی منصوبہ باندھا تھا۔ اور یہ بھی کہا تھا قید کرلو یا قتل کردو یا ملک سے باہر نکال دو۔ وہ اگرچہ مکر کرتے تھے لیکن اللہ ان کے داؤ میں تھا۔ [1] اپنے نبی کو سلامتی کے ساتھ مکے سے لے گیا اور مدینے والوں کو آپ کا انصار و مددگار بنا دیا وہ آپ کے لشکروں میں شامل ہو کر آپ کے جھنڈے تلے کافروں سے لڑے اور بتدریج اللہ تعالٰی نے آپ کو ترقیاں دیں یہاں تک کہ بالآخر آپ نے مکہ بھی فتح کر لیا اب تو دشمنان دین کے منصوبے خاک میں شامل ہو گئے ان کی امیدوں پر اوس پڑ گئی ان کی آرزوئیں پامال ہو گئیں۔ اللہ کا دین لوگوں کے دلوں میں مضبوط ہو گیا' جماعتوں کی

---

[1] [سورہ الانفال: آیت ۳۰]

جماعتیں دین میں داخل ہونے لگیں' تمام روئے زمین کے ادیان پر دین اسلام چھا گیا' کلمہ حق بلند و بالا ہو گیا اور تھوڑے سے زمانے میں مشرق سے مغرب تک اشاعت اسلام ہو گئی فالحمدللہ۔ یہاں فرمان ہے کہ ادھر کفار نے نبیوں کو دھمکایا ادھر اللہ نے ان سے سچا وعدہ فرمایا کہ یہی ہلاک ہوں گے اور زمین کے مالک تم بنو گے۔ جیسے فرمان ہے کہ ہمارا کلمہ ہمارے رسولوں کے بارے میں سبقت کر چکا ہے کہ وہی کامیاب ہوں گے اور ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا [1] اور آیت میں ہے ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ﴾ [2] الخ' اللہ لکھ چکا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ہی غالب آئیں گے' اللہ قوت والا' عزت والا ہے۔ اور آیت میں ارشاد ہے کہ ذکر کے بعد زبور میں بھی یہی تحریر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے یہی فرمایا تھا کہ تم اللہ سے مدد طلب کرو' صبر و برداشت کرو' زمین اللہ ہی کی ہے۔ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے وارث بنائے انجام کار پرہیزگاروں کا ہی ہے۔ اور جگہ ارشاد ہے ﴿وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ﴾ [3] الخ' ضعیف اور کمزور لوگوں کو ہم نے زمین کی مشرق و مغرب کا وارث بنا دیا جہاں ہماری برکتیں تھیں بنی اسرائیل کے صبر کی وجہ سے ہمارا ان سے جو بہترین وعدہ تھا وہ پورا ہو گیا ان کے دشمن فرعون اور فرعونی اور ان کی تمام تیاریاں سب یکمشت خاک میں مل گئیں۔ نبیوں سے فرمادیا گیا کہ یہ زمین تمہارے قبضے میں آئے گی یہ وعدے ان کے لئے ہیں جو قیامت کے دن میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے رہیں اور میرے ڈراوے اور عذاب سے خوف کھاتے رہیں۔ جیسے فرمان باری ہے ﴿فَاَمَّا مَنْ طَغٰى﴾ [4] الخ' یعنی جس نے سرکشی کی اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور آیت میں ہے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف جس نے کیا اسے دوہری جنتیں ہیں۔ [5]

رسولوں نے اپنے رب سے مدد و فتح و فیصلہ طلب کیا یا یہ کہ ان کی قوم نے اسے طلب کیا جیسے قریش مکہ نے کہا تھا کہ الٰہی اگر یہ حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا اور کوئی دردناک عذاب ہمیں کر۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ادھر سے کفار کا مطالبہ ہوا ادھر سے رسولوں نے بھی اللہ سے دعا کی جیسے بدر والے دن ہوا تھا کہ ایک طرف رسول اللہ ﷺ دعا مانگ رہے تھے دوسری جانب سرداران کفر بھی یہی کہہ رہے تھے کہ الٰہی آج سچے کو غالب کر یہی ہوا بھی۔ مشرکین سے کلام اللہ میں اور جگہ فرمایا گیا ہے کہ تم فتح طلب کیا کرتے تھے لو اب وہ آ گئی اب بھی اگر باز آ جاؤ تو تمہارے حق میں بہتر ہے الخ نقصان یافتہ وہ ہیں جو متکبر ہوں اپنے تئیں کچھ گنتے ہوں حق سے عناد رکھتے ہوں قیامت کے روز فرمان ہوگا کہ ہر ایک کافر سرکش اور بھلائی سے روکنے والے کو جہنم میں داخل کرو جو اللہ کے ساتھ دوسروں کی پوجا کرتا تھا اسے سخت عذاب میں لے جاؤ۔ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن جہنم کو لایا جائے گا وہ تمام مخلوق کو ندا کر کے کہے گی کہ میں ہر ایک سرکش ضدی کیلئے مقرر کی گئی ہوں۔ [6] الخ' اس وقت ان بدلوگوں

---

[1] [الصافات: ۱۷۱، ۱۷۳] [2] [مجادلہ: ۲۱] [3] [الاعراف: ۱۳۷]

[4] [سورۃ النازعات: ۳۷] [5] [الرحمن: ۴۶]

[6] [صحیح: ترمذی: کتاب صفۃ الجنۃ: باب ماجآء فی صفۃ النار (۲۵۷۴) مسند احمد (۳/۴۰)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ترمذی، السلسلۃ الصحیحۃ (۵۱۲)]

کا کیا ہی برا حال ہوگا جب کہ انبیاء علیہم السلام تک اللہ کے سامنے گڑگڑا رہے ہوں گے۔ ((وَرَاء)) یہاں پر معنی ((اَمَام)) سامنے کے ہیں جیسے آیت ﴿ وَكَانَ وَرَآءَهُم مَّلِكٌ ﴾ [1] میں ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت ہی ﴿ وَكَانَ اَمَامَهُمْ مَلِكٌ ﴾ ہے۔ غرض سامنے سے جہنم اس کی تاک میں ہوگی جس میں جا کر نکلنا ناممکن ہوگا قیامت کے دن تک تو صبح و شام پیش ہوتی رہی اب وہی ٹھکانہ بن گئی پھر وہاں اس کیلئے پانی کے بدلے آگ جیسا پیپ ہے اور حد سے زیادہ ٹھنڈا اور بدبودار وہ پانی ہے جو جہنمیوں کے زخموں سے رستا ہے۔ جیسے فرمایا ﴿ هٰذَا فَلْيَذُوقُوهُ حَمِيمٌ وَغَسَّاقٌ ﴾ [2] الخ، پس ایک گرمی میں حد سے گزرا ہوا ایک سردی میں حد سے گزرا ہوا۔ ((صَدِيد)) کہتے ہیں پیپ اور خون کو جو دوزخیوں کے گوشت سے اور ان کی کھالوں سے بہا ہوا ہوگا۔ اسی کو ((طِيْنَةُ الْخَبَالِ)) بھی کہا جاتا ہے۔ [3] مسند احمد میں ہے کہ جب اس کے پاس لایا جائے گا تو اسے سخت تکلیف ہوگی، منہ کے پاس پہنچتے ہی سارے جسم کی کھال جھلس کر اس میں گر پڑے گی۔ ایک گھونٹ لیتے ہی پیٹ کی آنتیں پاخانے کے راستے باہر نکل پڑیں گی۔ اللہ کا فرمان ہے کہ وہ کھولتا ہوا گرم پانی پلائے جائیں گے جو ان کی آنتیں کاٹ دے اور فرمان ہے فریاد کرنے پر ان کی فریاد رسی پگھلے ہوئے تانبے جیسے گرم پانی سے کی جائے گی جو چہرہ جھلسا دے، الخ۔ [4] جبراً گھونٹ گھونٹ کر کے اتارے گا، فرشتے لوہے کے گرز مار مار کر پلائیں گے۔ بدمزگی، بدبو، حرارت، گرمی کی تیزی یا سردی کی تیزی کی وجہ سے گلے سے اترنا محال ہوگا۔ بدن میں، اعضاء میں، جوڑ جوڑ میں وہ درد اور تکلیف ہوگی کہ موت کا مزہ آئے لیکن موت آئے گی نہیں۔ رگ رگ پر عذاب ہوگا لیکن جان نہیں نکلتی۔ ایک ایک رواں ناقابل برداشت مصیبت میں جکڑا ہوا ہے لیکن روح بدن سے جدا نہیں ہو سکتی۔ آگے پیچھے، بائیں دائیں سے موت آ رہی ہے لیکن آتی نہیں۔ طرح طرح کے عذاب دوزخ کی آگ گھیرے ہوئے ہے مگر موت بلائے سے بھی نہیں آتی۔ نہ موت آئے نہ عذاب جائے۔ ہر سزا ایسی ہے کہ موت کیلئے کافی سے زیادہ ہے لیکن وہاں تو موت کو موت آ گئی ہے تا کہ سزا دوام والی ہوتی رہے۔ ان تمام باتوں کے ساتھ پھر سخت تر مصیبت ناک الم افزا عذاب اور ہیں۔ جیسے زقوم کے درخت کے بارے میں فرمایا کہ وہ جہنم کی جڑ سے نکلتا ہے جس کے شگوفے شیطانوں کے سروں جیسے ہیں وہ اسے کھائیں گے اور پیٹ بھر کر کھائیں گے پھر کھولتا ہوا تیز گرم پانی پیٹ میں جا کر اس سے ملے گا ان کا لوٹنا جہنم کی طرف ہے۔ الغرض کبھی زقوم کھانے کا، کبھی حمیم پینے کا، کبھی آگ میں جلنے کا اور کبھی صدید پینے کا عذاب انہیں ہوتا رہے گا۔ اللہ کی پناہ۔ فرمان رب عالیشان ہے ﴿ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ

---

[1] [سورۃ الکھف: آیت ۷۹] [2] [سورۃ صٓ: آیت ۵۷]

[3] [ضعیف : مسند احمد (۶/۴۶۰) طبرانی کبیر (۲۴/۱۶۸)] اس کی سند میں شہر بن حوشب راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (۵/۶۹)]

[4] [ضعیف : ترمذی : کتاب صفۃ جھنم : باب ماجاء فی صفۃ شراب اھل النار (۲۵۸۳) تفسیر ابن جریر الطبری (۲۰۶۳۲) مسند احمد (۵/۲۶۵) مستدرک حاکم (۲/۳۵۱)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی، المشکاۃ (۵۶۸۰)] اس کی سند میں عبداللہ بن بسر راوی ضعیف ہے۔]

﴿الَّتِیْ یُکَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ﴾ [1] الخ' یہی وہ جہنم ہے جسے کافر جھٹلاتے رہے۔ آج جہنم کے اوپر ابلے ہوئے تیز گرم پانی کے درمیان چکر کھاتے پھریں گے۔ اور آیت میں ہے کہ زقوم کا درخت گنہگاروں کی غذا ہے جو پگھلے ہوئے تانبے جیسا ہوگا' پیٹ میں جا کر ابلے گا اور ایسے جوش مارے گا جیسے گرم پانی کھول رہا ہو۔ اسے پکڑو اور اوپر سے بیچ جہنم میں ڈال دو پھر اس کے سر پر گرم پانی کے تریڑے کا عذاب بہاؤ مزہ چکھ تو اپنے خیال میں بڑا عزیز تھا اور اکرام والا تھا یہی ہے جس سے تم ہمیشہ شک وشبہ کرتے رہے۔ سورۂ واقعہ میں فرمایا کہ وہ لوگ جن کے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جائیں گے یہ بائیں ہاتھ والے کیسے بدلوگ ہیں گرم ہوا اور گرم پانی میں پڑے ہوئے ہوں گے اور دھوئیں کے سائے میں جو نہ ٹھنڈا نہ باعزت دوسری آیت میں ہے سرکش کیلئے جہنم کا برا ٹھکانا ہے جس میں وہ داخل ہوں گے اور وہ رہائش کی بدترین جگہ ہے اس مصیبت کے ساتھ تیز گرم پانی اور پیپ لہو اور اسی کے ہم شکل اور بھی قسم قسم کے عذاب ہوں گے جو دوزخیوں کو بھگتنے پڑیں گے جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہوگا نہ کہ اللہ کا ظلم۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ کَرَمَادِ ۨ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ یَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا یَقْدِرُوْنَ مِمَّا کَسَبُوْا عَلٰی شَیْءٍ ؕ ذٰلِکَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ ﴿۱۸﴾

ان لوگوں کی مثال جنہوں نے اپنے پالنے والے سے کفر کیا ان کے اعمال مثل اس راکھ کے ہیں جس پر تیز ہوا آندھی والے دن چلے' جو بھی انہوں نے کیا اس میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہوں گے' یہی دور کی گمراہی ہے ○

اعمال راکھ کی مانند: کافر جو اللہ کے ساتھ دوسروں کی عبادت کے خوگر تھے پیغمبروں کی نہیں مانتے تھے جن کے اعمال ایسے تھے جیسے بنیاد بغیر کی عمارت ہو جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ سخت ضرورت کے وقت خالی ہاتھ کھڑے رہ گئے۔ پس فرمان ہے کہ ان کافروں کی یعنی ان کے اعمال کی مثال۔ قیامت کے دن جب کہ یہ پورے محتاج ہوں گے سمجھ رہے ہوں گے کہ اب ابھی ہماری بھلائیوں کا بدلہ ہمیں ملے گا لیکن کچھ نہ پائیں گے' مایوس رہ جائیں گے' حسرت سے منہ تکنے لگیں گے جیسے تیز آندھی والے دن ہوا راکھ کو اڑا کر ذرہ ذرہ ادھر ادھر بکھیر دے اسی طرح ان کے اعمال محض اکارت ہو گئے۔ جیسے اس بکھری ہوئی اور اڑی ہوئی راکھ کا جمع کرنا محال ایسے ہی ان کے بے سود اعمال کا بدلہ محال۔ وہ تو وہاں ہوں گے ہی نہیں ان کے آنے سے پہلے ہی ((هَبَآءً مَّنْثُوْرًا)) [2] ہو گئے۔ فرمان رب ہے ﴿مَثَلُ مَا یُنْفِقُوْنَ فِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا کَمَثَلِ رِیْحٍ﴾ [3] الخ' یہ کفار جو کچھ اس حیات دنیا میں خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس آگ کے گولے جیسی ہے جو ظالموں کی کھیتی جھلسا دے۔ اللہ ظالم نہیں لیکن وہ اپنے اوپر خود ظلم کرتے رہتے ہیں۔ اور آیت میں ہے کہ ایمان والو! اپنے صدقے خیرات احسان رکھ کر اور ایذا دے کر برباد نہ کرو جیسے وہ جو ریاکاری کیلئے خرچ کرتا

---

[1] [سورة الرحمن: آیت ۴۳، ۴۴] [2] [الفرقان: ۲۳]

[3] [آل عمران: ۱۱۷]

ہو اور اللہ پر، قیامت پر ایمان نہ رکھتا ہو اس کی مثال اس چٹان کی طرح ہے جس پر مٹی تھی لیکن بارش کے پانی نے اسے دھو دیا اب وہ بالکل صاف ہوگیا یہ لوگ اپنی کمائی میں سے کسی چیز پر قادر نہیں اللہ تعالیٰ کافروں کی رہبری نہیں فرماتا۔ (۱) اس آیت میں ارشاد ہوا کہ یہ دور کی گمراہی ہے ان کی کوشش ان کے کام بے پایہ اور بے ثبات ہیں سخت حاجت مندی کے وقت ثواب گم پائیں گے یہی انتہائی بدقسمتی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۹﴾ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۲۰﴾

کیا تو نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو اور زمین کو بہترین تدبیر کے ساتھ پیدا کیا ہے، اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور نئی مخلوق لائے ○ اللہ پر یہ کام کچھ بھی مشکل نہیں ○

دوبارہ پیدائش: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ قیامت کے دن کی دوبارہ پیدائش پر میں قادر ہوں۔ جب میں نے آسمان و زمین کی پیدائش کر دی تو انسان کی پیدائش مجھ پر کیا مشکل ہے۔ آسمان کی اونچائی کشادگی بڑائی پھر اس میں ٹھہرے ہوئے اور چلتے پھرتے ستارے۔ اور یہ زمین پہاڑوں اور جنگلوں، درختوں اور حیوانوں والی سب اللہ ہی کی بنائی ہوئی ہے جو ان کی پیدائش سے عاجز نہ آیا وہ کیا مردوں کے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ بے شک قادر ہے۔ سورۂ یاسین میں فرمایا کہ کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا پھر وہ جھگڑالو بن بیٹھا۔ ہمارے سامنے بیان کرنے لگا اپنی پیدائش بھول گیا اور کہنے لگا ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ کہہ دے کہ وہی اللہ جس نے انہیں اول بار پیدا کیا وہ ہر چیز کی پیدائش کو بخوبی جانتا ہے اس نے سبز درخت سے تمہارے لئے آگ بنائی ہے کہ تم اسے جلاتے ہو۔ کیا آسمان و زمین کا خالق ان جیسوں کی پیدائش پر قادر نہیں؟ بے شک ہے، وہی بڑا خالق ہے اور بہت بڑا علیم ہے اس کے ارادے کے بعد اس کا صرف اتنا ہی حکم بس ہے کہ ہو جا اسی وقت وہ ہو جاتا ہے وہ اللہ پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور جس کی طرف تمہارا سب کا لوٹنا ہے۔ (۲) اس کے قبضے میں ہے کہ اگر چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور نئی مخلوق تمہارے قائم مقام یہاں آباد کر دے اس پر یہ بھی بھاری نہیں تم اس کے امر کا خلاف کرو گے تو یہی ہوگا اگر تم منہ موڑ لو گے تو وہ تمہارے بدلے اور قوم لائے گا جو تمہاری طرح نہ ہوگی۔ (۳) اور آیت میں ہے اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم کو لائے گا جو اس کی پسندیدہ ہوگی اور اس سے محبت رکھنے والی ہوگی۔ (۴) اور جگہ ہے اگر وہ چاہے تمہیں برباد کر دے اور دوسرے لائے اللہ اس پر قادر ہے۔ (۵)

---

(۱) [البقرة: ۲٦٤]
(۲) [سورة يٰسين: آيت ۷۷، ۸۳]
(۳) [سورة محمد: آيت ۳۸]
(۴) [سورة المائده: آيت ٥٤]
(۵) [سورة النسآء: آيت ۱۳۳]

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۭ سَوَاۗءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ؀ۧ

سب کے سب اللہ کے سامنے روبرو کھڑے ہوں گے اس وقت کمزور لوگ برائی والوں سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے تابعدار تھے تو کیا تم اللہ کے عذابوں میں سے کچھ عذاب ہم سے دور کر سکنے والے ہو؟ وہ جواب دیں گے کہ اگر اللہ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم بھی ضرور تمہاری راہنمائی کرتے !اب تو ہم پر بے قراری کرنا اور صبر کرنا دونوں ہی برابر ہے' ہمارے لئے کوئی چھٹکارا نہیں ○

تمام مخلوقات اللہ کے سامنے: صاف چٹیل میدان میں ساری مخلوق نیک و بد اللہ کے سامنے موجود ہوگی۔اس وقت جو لوگ ماتحت تھے ان سے کہیں گے جو سردار اور بڑے تھے۔اور جو انہیں اللہ کی عبادت اور رسول کی اطاعت سے روکتے تھے۔کہ ہم تمہارے تابع فرمان تھے جو حکم تم دیتے تھے ہم بجالاتے تھے۔جو تم فرماتے تھے ہم مانتے تھے پس جیسے کہ تم ہم سے وعدے کرتے تھے اور ہمیں تمنائیں دلاتے تھے کیا آج اللہ کے عذابوں کو ہم سے ہٹاؤ گے؟ اس وقت یہ پیشوا اور سردار کہیں گے ہم تو خود راہ راست پر نہ تھے تمہاری رہبری کیسے کرتے ؟ہم پر اللہ کا کلمہ سبقت کر گیا' عذاب کے مستحق ہم سب ہو گئے اب نہ ہائے وائے اور نہ بے قراری نفع دے اور نہ صبرو برداشت ۔عذاب کے بچاؤ کی تمام صورتیں ناپید ہیں۔حضرت عبدالرحمٰن بن زید فرماتے ہیں کہ دوزخی لوگ کہیں گے کہ دیکھو یہ مسلمان اللہ کے سامنے روتے تھے اس وجہ سے وہ جنت میں پہنچے' آؤ ہم بھی اللہ کے سامنے روئیں گڑگڑائیں۔ خوب روئیں پیٹیں گے' چیخیں چلائیں گے لیکن بے سود رہے گا تو کہیں گے جنتیوں کے جنت میں جانے کی ایک وجہ صبر کرنا تھی۔آؤ ہم بھی خاموشی اور صبر اختیار کریں اب ایسا صبر کریں گے کہ ایسا صبر کبھی دیکھا نہیں گیا لیکن یہ بھی لاحاصل رہے گا اس وقت کہیں گے ہائے صبر بھی بے سود اور بے قراری بھی بے نفع۔ظاہر تو یہ ہے کہ پیشواؤں اور تابعداروں کی یہ بات چیت جہنم میں جانے کے بعد ہوگی جیسے آیت ﴿ وَاِذْ يَتَحَاۗجُّوْنَ فِي النَّارِ ﴾ [1] الخ' جب کہ وہ جہنم میں جھگڑیں گے اس وقت ضعیف لوگ تکبر والوں سے کہیں گے ہم تمہارے ماتحت تھے تو کیا آگ کے کسی حصہ سے تم ہمیں نجات دلا سکو گے؟ ہم تو سب جہنم میں موجود ہیں اللہ کے فیصلے بندوں میں ہو چکے ہیں اور آیت میں ہے ﴿ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ ﴾ [2] اللہ فرمائے گا ان لوگوں میں شامل ہو جاؤ جو انسان جنات تم سے پہلے جہنم میں پہنچ چکے ہیں جو گروہ جائے گا وہ دوسرے کو لعنت کرتا جائے گا۔جب سب جمع ہو جائیں گے تو پچھلے پہلوں کی نسبت جناب باری میں عرض کریں گے کہ پروردگار ان لوگوں نے ہمیں تو بہکا دیا۔انہیں دوہرا عذاب کر۔ جواب ملے گا کہ ہر ایک کو دوہرا ہے لیکن تم نہیں جانتے۔اور اگلے پچھلوں سے کہیں گے کہ تمہیں ہم پر فضیلت نہیں

---

[1] [سورة غافر: آیت ٤٧] [2] [سورة الاعراف: آیت ٣٨]

تھی اپنے کئے ہوئے کاموں کے بدلے کا عذاب چکھو۔ اور آیت میں ہے کہ وہ کہیں گے ﴿رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَ نَا﴾ [1] الخ' اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے پیشواؤں اور بڑوں کی اطاعت کی جنہوں نے ہمیں راستے سے بھٹکا دیا اے ہمارے پالنہار تو انہیں دوہرا عذاب کر اور بڑی لعنت کر یہ لوگ محشر میں بھی جھگڑیں گے فرمان ہے ﴿اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ [2] الخ' کاش کہ تو دیکھتا جب کہ ظالم لوگ اللہ کے سامنے کھڑے ہوئے ایک دوسرے سے لڑ جھگڑ رہے ہوں گے تابعدار لوگ اپنے بڑوں سے کہتے ہوں گے کہ کیا ہدایت آ جانے کے بعد ہم نے تمہیں اس سے روک دیا؟ نہیں بلکہ تم تو آپ گنہگار بدکار تھے۔ یہ کمزور لوگ پھر ان زور آوروں سے کہیں گے کہ تمہارے رات دن کے داؤ گھات اور ہمیں یہ حکم دینا کہ ہم اللہ سے کفر کریں اس کے شریک ٹھہرائیں اب سب لوگ پوشیدہ طور پر اپنی اپنی جگہ نادم ہو جائیں گے جب کہ عذابوں کو سامنے دیکھ لیں گے ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے انہیں ان کے اعمال کا بدلہ ضرور ملے گا۔

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ
فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا
تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ
اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ
تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾

جب کہ کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا تو شیطان کہے گا کہ اللہ نے تو تمہیں سچا وعدہ دیا تھا اور میں نے جو تم سے وعدے کئے تھے ان کا خلاف کیا' میرا تم پر کوئی دباؤ تو تھا ہی نہیں ہاں میں نے تمہیں پکارا اور تم نے میری مان لی' پس تم مجھے الزام نہ لگاؤ بلکہ خود اپنے آپ کو ملامت کرو' نہ میں تمہارا فریاد رس اور نہ تم میری فریاد کو پہنچنے والے' میں تو سرے سے مانتا ہی نہیں کہ تم مجھے اس سے پہلے شریک اللہ مانتے رہے' یقیناً ظالموں کیلئے دردناک عذاب ہے ○ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ جنتوں میں داخل کئے جائیں گے جن کے نیچے چشمے جاری ہیں جہاں انہیں ہیشگی ہو گی اپنے رب کے حکم سے' جہاں ان کا تحفہ سلام ہی سلام ہو گا ○

شیطان انسان کا دشمن اکبر: اللہ تعالیٰ جب بندوں کی قضا سے فارغ ہو گا' مومن جنت میں اور کافر دوزخ میں پہنچ جائیں گے' اس وقت ابلیس ملعون جہنم میں کھڑا ہو کر ان سے کہے گا کہ اللہ کے وعدے سچے اور برحق تھے' رسولوں کی تابعداری میں ہی نجات اور سلامتی تھی' میرے وعدے تو دھوکے تھے میں تو تمہیں غلط راہ پر ڈالنے کے لئے سبز باغ دکھایا کرتا تھا۔ میری باتیں بے دلیل تھیں میرا کلام بے حجت تھا۔ میرا کوئی زور غلبہ تم پر نہ تھا تم تو خواہ مخواہ میری ایک

[1] [سورۃ الاحزاب: آیت ۶۷۔۶۸]   [2] [سورۃ سبا: آیت ۳۱، ۳۳]

آواز پر دوڑ پڑے۔ میں نے کہا تم نے مان لیا رسولوں کے سچے وعدے ان کی بادلیل آواز ان کی کامل حجت والی دلیلیں تم نے ترک کر دیں۔ ان کی مخالفت اور میری موافقت کی۔ جس کا نتیجہ آج اپنی آنکھوں سے تم نے دیکھ لیا یہ تمہارے اپنے کرتوتوں کا بدلہ ہے مجھے ملامت نہ کرنا بلکہ اپنے نفس کو ہی الزام دینا' گناہ تمہارا اپنا ہے تم نے دلیلیں چھوڑیں تم نے میری بات مانی آج میں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا نہ تمہیں بچا سکوں نہ نفع پہنچا سکوں۔ میں تو تمہارے شرک کے باعث تمہارا منکر ہوں میں صاف کہتا ہوں کہ میں شریک الٰہی نہیں جیسے فرمان الٰہی ہے ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ﴾ [1] الخ' اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے؟ جو اللہ کے سوا اوروں کو پکارے جو قیامت تک اس کی پکار کو قبول نہ کر سکیں بلکہ اس کے پکارنے سے محض غافل ہوں اور محشر کے دن ان کے دشمن اور ان کی عبادت کے منکر بن جائیں۔ اور آیت میں ہے ﴿كَلَّا سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ﴾ [2] الخ' یقیناً وہ لوگ ان کی عبادتوں سے منکر ہو جائیں گے اور ان کے دشمن بن جائیں گے یہ ظالم لوگ ہیں اس لئے کہ حق سے منہ پھیر لیا باطل کے پیروکار بن گئے ایسے ظالموں کیلئے المناک عذاب ہیں۔ پس ظاہر ہے کہ ابلیس کا یہ کلام دوزخیوں سے دوزخ میں داخل ہونے کے بعد کا ہوگا۔ تاکہ وہ حسرت وافسوس میں اور بڑھ جائیں۔ لیکن ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جب اگلوں پچھلوں کو اللہ تعالیٰ جمع کرے گا اور ان میں فیصلے کر دے گا فیصلوں کے وقت عام گھبراہٹ ہوگی۔ مومن کہیں گے ہم میں فیصلے ہو رہے ہیں' اب ہماری سفارش کیلئے کون کھڑا ہوگا؟ پس حضرت آدم' حضرت نوح' حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ' حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے پاس جائیں گے۔ حضرت عیسیٰ کہیں گے نبی ﷺ کے پاس پہنچو چنانچہ وہ میرے پاس آئیں گے۔ مجھے کھڑا ہونے کی اللہ تبارک وتعالیٰ اجازت دے گا اسی وقت میری مجلس سے پاکیزہ تیز اور عمدہ خوشبو پھیلے گی کہ اس سے بہتر اور عمدہ خوشبو کبھی کسی نے نہ سونگھی ہوگی میں چل کر رب العالمین کے پاس آؤں گا میرے سر کے بالوں سے لے کر میرے پیر کے انگوٹھے تک نورانی ہو جائے گا۔ اب میں سفارش کروں گا اور جناب حق تبارک وتعالیٰ قبول فرمائے گا یہ دیکھ کر کافر لوگ کہیں گے کہ چلو بھئی ہم بھی کسی کو شفارشی بنا کر لے چلیں اور اس کیلئے ہمارے پاس سوائے ابلیس کے اور کون ہے؟ اسی نے ہم کو بہکایا تھا۔ چلو اسی سے عرض معروض کریں۔ آئیں گے ابلیس سے کہیں گے کہ مومنوں نے تو شفیع پالیا اب تو ہماری طرف سے شفیع بن جا۔ اس لئے کہ ہمیں گمراہ بھی تو نے ہی کیا ہے یہ سن کر یہ ملعون کھڑا ہوگا۔ اس کی مجلس سے ایسی گندی بدبو پھیلے گی کہ اس سے پہلے کسی ناک میں ایسی بدبو نہ پہنچی ہو۔ پھر وہ کہے گا جس کا بیان اس آیت میں ہے۔ محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب جہنمی اپنا صبر اور بے صبری یکساں بتلائیں گے اس وقت ابلیس ان سے کہے گا اس وقت وہ اپنی جانوں سے بھی بے زار ہو جائیں گے ندا آئے گی کہ تمہاری اس وقت کی اس بے زاری سے بھی زیادہ بے زاری اللہ کی تم سے اس وقت تھی جب کہ تمہیں

---

[1] [سورة الاحقاف : آیت ٥، ٦]

[2] [سورة مریم : آیت ٨٢]

ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا اور تم کفر کرتے تھے۔ عامر شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تمام لوگوں کے سامنے اس دن دو شخص خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ تم اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو معبود بنا لینا یہ آیتیں ﴿هَـٰذَا يَوْمُ يَنفَعُ الصَّادِقِينَ﴾ [1] الخ، تک اسی بیان میں ہیں اور ابلیس کھڑا ہو کر کہے گا۔ ﴿مَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُم مِّن سُلْطَانٍ﴾ الخ۔ برے لوگوں کے انجام کا اور ان کے درد وغم اور ابلیس کے جواب کا ذکر فرما کر اب نیک لوگوں کا انجام بیان ہو رہا ہے کہ ایمان دار نیک اعمال لوگ جنتوں میں جائیں گے جہاں چاہیں جائیں آئیں، چلیں پھریں، کھائیں پئیں، ہمیشہ ہمیش کیلئے وہیں رہیں یہاں نہ آزردہ ہوں، نہ دل بھرے، نہ طبیعت بھرے، نہ مارے جائیں، نہ نکالے جائیں، نہ نعمتیں کم ہوں۔ وہاں ان کا تحفہ سلام ہی سلام ہوگا جیسے فرمان ہے ﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا﴾ [2] الخ، یعنی جب جنتی جنت میں جائیں گے اور اس کے دروازے ان کیلئے کھولے جائیں گے اور وہاں کے داروغے انہیں سلام کہیں گے، الخ اور آیت میں ہے ہر دروازے سے ان کے پاس فرشتے آئیں گے اور سلام علیکم کہیں گے۔ اور آیت میں ہے کہ وہاں تحیۃ اور سلام سنائے جائیں گے۔ [3] اور آیت میں ہے ﴿دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ﴾ [4] ان کی پکار وہاں اللہ کی پاکیزگی کا بیان ہوگا اور ان کا تحیۃ وہاں سلام ہوگا۔ اور ان کی آخری آواز اللہ رب العزت کی حمد ہوگی۔

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ
وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ﴿٢٤﴾ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا ۗ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ
لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٥﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ
مِن فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِن قَرَارٍ ﴿٢٦﴾

کیا تو نہیں دیکھا کہ اللہ نے پاکیزہ بات کی مثال کس طرح بیان فرمائی مثل ایک پاکیزہ درخت کے جسکی جڑ مضبوط ہے اور جسکی ٹہنیاں آسمان میں ہیں ○ جو اپنے رب کے حکم سے ہر وقت اپنے پھل لاتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ لوگوں کے سامنے مثالیں بیان فرما رہا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ○ اور ناپاک بات کی مثال گندے درخت جیسی ہے جو زمین کے کچھ ہی اوپر سے اکھاڑ لیا گیا اسے کچھ مضبوطی تو ہے ہی نہیں ○

کلمہ طیبہ کا مفہوم: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کلمہ طیبہ سے مراد ﴿لَا إِلَـٰهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی شہادت ہے۔ پاکیزہ درخت کی طرح کا مومن ہے اس کی جڑ مضبوط ہے۔ یعنی مومن کے دل میں ﴿لَا إِلَـٰهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ جما ہوا ہے اس کی شاخ آسمان میں ہے۔ یعنی اس توحید کے کلمہ کی وجہ سے اس کے اعمال آسمان کی طرف اٹھائے جاتے

[1] [سورة المائدہ: آیت ۱۱۶، ۱۱۹]
[2] [سورة الزمر: آیت ۷۳]
[3] [سورة الفرقان: آیت ۷۵]
[4] [سورة یونس: آیت ۱۰]

ہیں اور بھی بہت سے مفسرین سے یہی مروی ہے۔ [1] کہ مراد اس سے مومن کے اعمال ہیں اور اس کے پاک اقوال اور نیک کام۔ مومن مثل کھجور کے درخت کے ہے۔ ہر وقت ہر صبح ہر شام اس کے اعمال آسمان پر چڑھتے رہتے ہیں۔ [2] رسول اللہ ﷺ کے پاس کھجور کا ایک خوشہ لایا گیا۔ تو آپ نے اسی آیت کا پہلا حصہ تلاوت فرمایا کہ پاک درخت سے مراد کھجور کا درخت ہے۔ [3] صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ جو آپ نے فرمایا مجھے بتلاؤ وہ کون سا درخت ہے جو مسلمان کے مشابہ ہے۔ جس کے پتے نہیں جھڑتے نہ جاڑوں میں نہ گرمیوں میں جو اپنا پھل ہر موسم میں لاتا رہتا ہے؟۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میرے دل میں آیا کہ کہہ دوں وہ درخت کھجور کا ہے۔ لیکن میں نے دیکھا کہ مجلس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور وہ خاموش ہیں تو میں بھی چپ ہو رہا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ درخت کھجور کا ہے۔ جب یہاں سے اٹھ کر چلے تو میں نے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ ذکر کیا آپ نے فرمایا پیارے بچے اگر تم یہ جواب دے دیتے تو مجھے تو تمام چیزوں کے مل جانے سے بھی زیادہ محبوب تھا۔ [4] حضرت مجاہد رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں مدینہ شریف تک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ رہا لیکن سوائے ایک حدیث کے اور کوئی روایت انہیں رسول اللہ ﷺ سے کرتے ہوئے نہیں سنا اس میں ہے کہ یہ سوال آپ نے اس وقت کیا۔ جب آپ کے سامنے کھجور کے درخت کے بیچ کا گودا لایا گیا تھا۔ میں اس لئے خاموش رہا کہ میں اس مجلس میں کم عمر تھا۔ [5] اور روایت میں ہے کہ جواب دینے والوں کا خیال اس وقت جنگلی درختوں کی طرف چلا گیا۔ [6]

ابن ابی حاتم میں ہے کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا حضور ﷺ مالدار لوگ درجات میں بہت بڑھ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ یاد رکھو اگر تمام دنیا کی چیزیں لے کر انبار لگا دو تو بھی وہ آسمان تک نہیں پہنچ سکتے ہیں۔ تجھے ایسا عمل بتلاؤں جس کی جڑ مضبوط اور جس کی شاخیں آسمان میں ہیں اس نے پوچھا وہ کیا؟ فرمایا ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ ہر فرض نماز کے بعد دس بار کہہ لیا کرو جس کی اصل مضبوط اور جس کی فرع آسمان میں ہے۔ [7] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں وہ پاکیزہ درخت جنت میں ہے۔ ہر وقت پھل لائے یعنی صبح شام یا ہر ماہ میں یا ہر دو ماہ میں یا ہر ششماہی میں یا ہر ساتویں مہینے یا ہر سال۔ لیکن الفاظ کا ظاہر مطلب

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۴۳۹)] [2] [تفسیر ابن جریر الطبری (۷/۴۳۹)]

[3] [ضعیف مرفوعا : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب و من سورة ابراهیم (۳۱۱۹)] شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت مرفوعا ضعیف ہے۔[ضعیف ترمذی]

[4] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب التفسیر : باب قوله کشجرة طیبة اصلها ثابت (۴۶۹۸) صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب مثل النخلة (۲۸۱۱)]

[5] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب العمل : باب الفهم فی العلم (۷۲)، (۲۲۰۹) صحیح مسلم (ایضا) مسند احمد (۲/۱۲)]

[6] [صحیح : صحیح بخاری : کتاب العلم : باب الحیاء العلم (۱۳۱) مسند احمد (۲/۶۱)]

[7] [مرسل : تفسیر ابن ابی حاتم]

تو یہ ہے کہ مومن کی مثال اس درخت جیسی ہے جس کے پھل ہروقت جاڑے گرمی میں دن رات میں اترتے رہتے ہیں اسی طرح مومن کے نیک اعمال دن رات کے ہروقت چڑھتے رہتے ہیں اس کے رب کے حکم سے یعنی کامل، اچھے، بہت اور عمدہ۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کی عبرت ان کی سوچ سمجھ اور ان کی نصیحت کیلئے مثالیں واضح فرماتا ہے۔ پھر برے کلمہ کی یعنی کافر کی مثال بیان فرمائی۔ جس کی کوئی اصل نہیں، جو مضبوط نہیں، اس کی مثال اندرائن کے درخت سے دی۔ جسے حنظل اور شریان کہتے ہیں۔ ایک موقوف روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی آیا ہے اور یہی روایت مرفوعاً بھی آئی ہے۔ (1) اس درخت کی جڑ زمین کی تہہ میں نہیں ہوتی جھٹکا مارا اور اکھڑ آیا۔ اسی طرح سے کفر بے جڑ اور بے شاخ ہے، کافر کا نہ کوئی نیک عمل چڑھے نہ مقبول ہو۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ
اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ ۝ؔ27

ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پکی بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی ہاں ناانصاف لوگوں کو اللہ بہکا دیتا ہے اللہ جو چاہے کر گزرے ○

صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مسلمان سے جب اس کی قبر میں سوال ہوتا ہے تو وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ ہیں یہی مراد اس آیت کی ہے۔ (2)

مسند احمد میں ہے (3) کہ ایک انصاری کے جنازے میں ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے قبرستان پہنچے ابھی تک قبر تیار نہ تھی۔ آپ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے آس پاس ایسے بیٹھ گئے گویا ہمارے سروں پر پرند ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں جو تنکا تھا اس سے آپ زمین پر لکیریں نکال رہے تھے جو سر اٹھا کر دو تین مرتبہ فرمایا کہ عذاب قبر سے اللہ کی پناہ چاہو بندہ جب دنیا کی آخری اور آخرت کی پہلی گھڑی میں ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے نورانی چہرے والے فرشتے آتے ہیں۔ گویا کہ ان کے چہرے سورج کے ہیں ان کے ساتھ جنتی کفن اور جنتی خوشبو ہوتی ہے اس کے پاس جہاں تک اس کی نگاہ کام کرے وہاں تک بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آ کر اس کے سرہانے

---

(1) [ضعیف مرفوعا : ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب و من سورۃ ابراهيم (۳۱۱۹) تفسير ابن جرير الطبری (۲۰۹۲۸)] شیخ البانیؒ نے اسے مرفوعا ضعیف کہا ہے۔[ضعیف ترمذی]

(2) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الجنائز : باب ماجاء فی عذاب القبر (۱۳۶۹) صحیح مسلم : کتاب الجنة : باب عرض مقعد الميت من الجنة (۲۸۱۷) ابوداؤد : کتاب السنة : باب فی المسألة فی القبر وعذاب القبر (۴۷۵۰) ابن ماجه : کتاب الزهد : باب ذکر القبر والبلی (۴۲۶۹) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب و من سورۃ ابراهيم (۳۱۲۰)]

(3) [صحیح : مسند احمد (۲۸۷/۴)] شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔[الموسوعة الحديثية (۱۸۵۳۴)]

بیٹھ جاتے ہیں اور فرماتے ہیں اے پاک روح اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی رضا مندی میں چل وہ اس آسانی سے نکل آتی ہے جیسے کسی مشک سے پانی کا قطرہ ٹپک آیا ہو ایک آنکھ جھپکنے کے برابر کی دیر ہی میں وہ فرشتے اسے اس کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے فوراً لے لیتے ہیں اور جنتی کفن اور خوشبو میں رکھ لیتے ہیں۔خود اس روح میں سے بھی مشک سے بھی عمدہ خوشبو نکلتی ہے کہ روئے زمین پر ایسی عمدہ خوشبو نہ سونگھی گئی ہو۔وہ اسے لے کر آسمانوں کی طرف چڑھتے ہیں۔فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں کہ یہ پاک روح کس کی ہے؟ یہ اس کا جو بہترین نام دنیا میں مشہور تھا۔وہ بتلاتے ہیں اور اس کے باپ کا نام۔آسمان دنیا تک پہنچ کر دروازے کھلواتے ہیں آسمان کا دروازہ کھل جاتا ہے۔اور وہاں کے فرشتے اسے دوسرے آسمان تک۔اسی طرح ساتویں آسمان پر وہ پہنچتا ہے۔اللہ عزوجل فرماتا ہے میرے بندے کو کتاب علیین میں لکھ لو اور اسے زمین کی طرف لوٹا دو۔میں نے اسی سے اسے پیدا کیا ہے اور اسی سے دوبارہ نکالوں گا۔پس اس کی روح اسی کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسے اٹھا بٹھاتے ہیں اور سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے اللہ تعالیٰ۔پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ اسلام۔پھر سوال ہوتا ہے کہ وہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ یہ کہتا ہے وہ رسول تھے؟ فرشتے پوچھتے ہیں تجھے کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہتا ہے میں نے کتاب اللہ پڑھی اس پر ایمان لایا اسے سچا مانا۔اسی وقت آسمان سے ایک منادی ندا دیتا ہے۔کہ میرا بندہ سچا ہے۔اس کیلئے جنتی فرش بچھا دو اور جنتی لباس پہنا دو اور جنت کی طرف کا دروازہ کھول دو پس جنت کی روح پرور خوشبو دار ہواؤں کی لپٹیں اسے آنے لگتی ہیں اس کی قبر بقدر درازگی نظر کے وسیع کردی جاتی ہے۔اس کے پاس ایک شخص خوبصورت نورانی چہرے والا عمدہ کپڑوں والا اچھی خوشبو والا آتا ہے اور اس سے کہتا ہے۔آپ خوش ہو جائیے اسی دن کا وعدہ آپ دیئے جاتے تھے۔یہ اس سے پوچھتا ہے کہ آپ کون ہیں؟ آپ کے چہرے سے بھلائی ہی بھلائی نظر آتی ہے۔وہ جواب دیتا ہے۔کہ میں تیرا نیک عمل ہوں۔اس وقت مسلمان آرزو کرتا ہے کہ یا اللہ قیامت جلد قائم ہو جائے تو میں اپنے اہل وعیال اور ملک و مال کی طرف لوٹ جاؤں۔

اور کافر بندہ جب دنیا کی آخری ساعت اور آخرت کی اول ساعت میں ہوتا ہے اس کے پاس سیاہ چہرے کے آسمانی فرشتے آتے ہیں اور ان کے ساتھ جہنمی ٹاٹ ہوتا ہے جہاں تک نگاہ پہنچے وہاں بیٹھ جاتے ہیں پھر حضرت ملک الموت علیہ السلام آکر اس کے سرہانے بیٹھ کر فرماتے ہیں اے خبیث روح اللہ تعالیٰ کے غضب وقہر کی طرف چل۔اس کی روح جسم میں چھپتی پھرتی ہے جسے بہت سختی کے ساتھ نکالا جاتا ہے۔اسی وقت ایک آنکھ جھپکنے جتنی دیر میں اسے فرشتے ان کے ہاتھوں سے لے لیتے ہیں اور اس جہنمی بورے میں لپیٹ لیتے ہیں اس میں سے ایسی بدبو نکلتی ہے کہ روئے زمین پر اس سے زیادہ بدبو نہیں پائی گئی اب یہ اسے لے کر اوپر کو چڑھتے ہیں۔فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں یہ خبیث روح کس کی ہے؟ وہ اس کا بدترین نام جو دنیا میں تھا بتلاتے ہیں اور اس کے باپ کا نام بھی۔آسمان دنیا تک پہنچ کر دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں لیکن کھولا نہیں

جا تا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے آیت ﴿لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ﴾ [1] الخ، کی تلاوت فرمائی کہ نہ ان کیلئے آسمان کے دروازے کھلیں نہ وہ جنت میں جا سکیں یہاں تک کہ سوئی کے ناکے میں سے اونٹ گزر جائے۔ اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ اس کی کتاب سجین میں لکھ لو جو سب سے نیچے کی زمین میں ہے پس اس کی روح وہیں پھینک دی جاتی ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت ﴿وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ﴾ [2] الخ کی تلاوت فرمائی یعنی اللہ کے ساتھ جو شرک کرے گویا کہ وہ آسمان سے گر پڑا۔ یا تو اسے پرندا چک لے جائیں گے یا آندھی اسے کسی دور کے گڑھے میں پھینک مارے گی۔ پھر اس کی روح اسی میں لوٹائی جاتی ہے اس کے پاس دو فرشتے پہنچتے ہیں جو اسے اٹھا بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ ہائے ہائے مجھے نہیں معلوم۔ پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے اس کا بھی علم نہیں۔ پھر پوچھتے ہیں وہ کون تھا جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے معلوم نہیں اسی وقت آسمان سے ایک منادی کی ندا آتی ہے کہ میرا بندہ جھوٹا ہے اس کیلئے جہنم کی آگ کا فرش کر دو اور دوزخ کی جانب کا دروازہ کھول دو وہیں سے اسے دوزخی ہوا اور دوزخ کا جھونکا پہنچتا رہتا ہے اور اس کی قبر اس پر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔ بڑی بری اور ڈراؤنی صورت والا برے میلے کچیلے خراب کپڑوں والا بڑی بدبو والا ایک شخص اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے اب غمناک ہو جاؤ۔ اسی دن کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ یہ پوچھتا ہے تو کون ہے؟ تیرے چہرے سے برائی برستی ہے۔ وہ کہتا ہے میں تیرے بداعمال کا مجسمہ ہوں تو یہ دعا کرتا ہے کہ یا اللہ قیامت قائم نہ ہو۔ [3] (ابوداؤد نسائی ابن ماجہ وغیرہ)

مسند احمد میں ہے کہ نیک بندے کی روح نکلنے کے وقت آسمان و زمین کے درمیان کے فرشتے اور آسمانوں کے فرشتے سب اس پر رحمت بھیجتے ہیں اور آسمانوں کے دروازے اس کے لئے کھل جاتے ہیں ہر دروازے کے فرشتوں کی دعا ہوتی ہے کہ اس کی پاک اور نیک روح ان کے دروازے سے چڑھائی جائے الخ اور برے شخص کے بارے میں اس میں ہے کہ اس کی قبر میں ایک اندھا بہرا گونگا مقرر ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں ایک گرز ہوتا ہے کہ اگر وہ کسی بڑے پہاڑ پر مار دیا جائے تو وہ مٹی بن جائے۔ اس سے وہ اسے مارتا ہے یہ مٹی ہو جاتا ہے اسے اللہ عزوجل پھر لوٹاتا ہے۔ جیسا تھا ویسا ہی ہو جاتا ہے وہ اسے پھر وہی گرز مارتا ہے یہ ایسا چیختا ہے کہ اس کی چیخ سوائے انسانوں اور جن کے ہر کوئی سنتا ہے۔ [4]

عذاب قبر برحق ہے: حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسی آیت سے قبر کے عذاب کا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت عبداللہ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں مراد اس سے قبر کے سوالوں کے جواب میں مومن کو استقامت کا ملنا ہے۔ مسند

---

[1] [سورۃ الاعراف: آیت ٤٠] [2] [سورۃ الحج: آیت ٣١]

[3] [صحیح: ابوداؤد: کتاب السنۃ: باب فی المسألۃ فی القبر وعذاب القبر (٤٧٥٣) نسائی: کتاب الجنائز: باب الوقوف للجنائز (٢٠٠٠) ابن ماجہ: کتاب الجنائز: باب ماجاء فی الجلوس فی المقابر (١٥٤٨) مسند احمد (٢٨٧/٤)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح ابوداود]

[4] [صحیح: مسند احمد (٢٩٥/٤)] شیخ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحیح الترغیب (٢١٩/٣)]

احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے لوگ منہ پھیرتے ہیں ابھی ان کی واپسی کی چال کی جوتیوں کی آہٹ اس کے کانوں میں ہی ہے جو دو فرشتے اس کے پاس پہنچ کر اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ اس شخص کے بارے میں تو کیا کہتا ہے مومن جواب دیتا ہے کہ میری گواہی ہے کہ وہ اللہ کے بندے اوراس کے رسول ہیں تو اسے کہا جاتا ہے کہ دیکھ جہنم میں تیرا یہ ٹھکانا تھا۔لیکن اب اسے بدل کر اللہ نے جنت کی یہ جگہ تجھے عنایت فرمائی۔فرماتے ہیں کہ اسے دونوں جگہ نظر آتی ہیں۔حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ اس کی قبر ستر گز چوڑی کر دی جاتی ہے اور قیامت تک سرسبزی سے بھری رہتی ہے۔ (۱) مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اس امت کی آزمائش ان کی قبروں میں ہوتی ہے۔اس میں یہ بھی ہے کہ مومن اس وقت آرزو کرتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو میں اپنے لوگوں کو یہ خوشخبری سنادوں وہ کہتے ہیں ٹھہر جاؤ اس میں یہ بھی ہے کہ منافق کو بھی اس کی دونوں جگہیں دکھادی جاتی ہیں۔فرماتے ہیں کہ ہر شخص جس پر مرا ہے اسی پر اٹھایا جاتا ہے۔مومن اپنے ایمان پر منافق اپنے نفاق پر۔ (۲) مسند احمد کی روایت میں ہے کہ فرشتہ جو آتا ہے اس کے ہاتھ میں لوہے کا ہتھوڑا ہوتا ہے مومن اللہ کی معبودیت اور توحید کی اور محمد ﷺ کی عبدیت اور رسالت کی گواہی دیتا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ اپنا جنت کا مکان دیکھ کر اس میں جانا چاہتا ہے۔لیکن اسے کہا جاتا ہے ابھی یہیں آرام کرو۔اس کے آخر میں ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یارسول اللہ ﷺ جب ایک فرشتے کو ہاتھ میں گرز لئے دیکھیں گے تو حواس کیسے قائم رہیں گے؟ تو آپ نے یہی آیت پڑھی۔ (۳) یعنی اللہ کی طرف سے انہیں ثابت قدمی ملتی ہے۔اور حدیث میں ہے کہ روح نکلنے کے وقت مومن سے کہا جاتا ہے کہ اے اطمینان والی روح جو پاک جسم میں تھی۔نکل تعریفوں والی ہو کر اور خوش ہو جا۔راحت و آرام اور پھل پھول اور رحیم و کریم اللہ کی رحمت کے ساتھ۔اس میں ہے کہ آسمان کے فرشتے اس روح کو مرحبا کہتے ہیں اور یہی خوشخبری سناتے ہیں۔اس میں ہے کہ برے انسان کی روح کو کہا جاتا ہے کہ اے خبیث روح! جو خبیث جسم میں تھی نکل بری بن کر اور تیار ہو جا آگ جیسا پانی پینے کیلئے اور لہو پیپ کھانے کیلئے اور اسی جیسے اور بے شمار عذابوں کیلئے۔اس میں ہے کہ آسمان کے فرشتے اس کیلئے دروازہ نہیں کھولتے اور کہتے ہیں بری ہو کر مذمت کے ساتھ لوٹ جا تیرے لئے دروازے نہیں کھلیں گے۔ (۴) اور روایت میں ہے کہ آسمانی فرشتے نیک روح کے لئے کہتے ہیں اللہ تجھ پر رحمت کرے اور اس

---

(۱) [صحیح : صحیح بخاری : كتاب الجنائز : باب الميت يسمع خفق النعال (۱۳۳۸) صحیح مسلم : كتاب الجنة : باب عرض مقعد الميت من الجنة والنار عليه (۲۸۷۰) مسند احمد (۱۲٦/۳)]

(۲) [ضعیف : مسند احمد (۳٤٦/۳)] یہ روایت ابن لہیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔]

(۳) [حسن : مسند احمد (۳/۳) تفسیر ابن جریر الطبری (۲۱٤/۱۳) مسند بزار (۸۷۲) مجمع الزوائد (٤۷/۳)] امام ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔شیخ شعیب ارناؤوط فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔[الموسوعة الحديثية (۱۱۰۰۰)] شیخ مصطفی السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

(۴) [صحیح : ابن ماجه: كتاب الزهد : باب ذكر الموت والاستعداد له (٤۲٦۲) مسند احمد (۱٤۰/۲) نسائی فی السنن الكبرى (۱۱٤٤۲)] شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔[صحيح ابن ماجه ، المشكاة (۱٦۲۷) التعليق الرغيب (۱۸۷/٤)]

جسم پر بھی جس میں تو تھی۔ یہاں تک کہ اسے اللہ عزوجل کے پاس پہنچاتے ہیں وہاں سے ارشاد ہوتا ہے کہ اسے آخری مدت تک کے لئے لے جاؤ۔ اس میں ہے کہ کافر کی روح کی بدبو کا بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے اپنی چادر مبارک اپنے ناک پر رکھ لی (1) اور روایت میں ہے کہ رحمت کے فرشتے مومن کی روح کیلئے جنتی سفید ریشم لے کر اترتے ہیں۔ ایک ایک دوسرے کے ہاتھ سے اس روح کو لینا چاہتا ہے۔ جب یہ پہلے کے مومنوں کے ارواح سے ملتی ہے۔ تو جیسے کوئی نیا آدمی سفر سے آئے اور اس کے گھر والے خوش ہوتے ہیں اس سے زیادہ یہ روحیں اس روح سے مل کر راضی ہوتی ہیں پھر پوچھتی ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے؟ لیکن ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ ابھی سوال و جواب نہ کرو ذرا آرام تو کر لینے دو۔ یہ تو غم سے ابھی ہی چھوٹی ہے۔ لیکن وہ جواب دیتی ہے کہ وہ تو مر گیا کیا تمہارے پاس نہیں پہنچا وہ کہتے ہیں چھوڑو اس کے ذکر کو وہ اپنی اماں ہاویہ میں گیا۔ (2) اور روایت میں ہے کہ کافر کی روح کو جب زمین کے دروازے کے پاس لاتے ہیں تو وہاں کے داروغہ فرشتے اس کی بدبو سے گھبراتے ہیں آخر اسے سب سے نیچے کی زمین میں پہنچاتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مومنوں کی روحیں جابیہ میں اور کافروں کی روحیں برھوت نامی حضر موت کے قید خانے میں جمع رہتی ہیں۔ (3) اس کی قبر تنگ ہو جاتی ہے۔ ترمذی میں ہے کہ میت کے قبر میں رکھے جانے کے بعد اس کے پاس دو سیاہ فام کیری آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں ایک منکر دوسرا نکیر اس کے جواب کو سن کر وہ کہتے ہیں کہ ہمیں علم تھا تم ایسے ہی جواب دو گے پھر اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے اور نورانی بنا دی جاتی ہے۔ اور کہا جاتا ہے سو جا۔ یہ کہتا ہے کہ میں تو اپنے گھر والوں سے کہوں گا۔ لیکن وہ دونوں کہتے ہیں کہ دلہن کی سی بے فکری کی نیند سو جا۔ جسے اس کے اہل وعیال میں سے وہی جگاتا ہے جو اسے سب سے پیارا ہو۔ یہاں تک کہ اللہ خود اسے اس خواب گاہ سے جگائے۔ منافق جواب میں کہتا ہے کہ لوگ جو کچھ کہتے تھے میں بھی کہتا رہا لیکن جانتا نہیں۔ وہ کہتے ہیں ہم تو جانتے ہی تھے کہ تیرا یہ جواب ہوگا۔ اسی وقت زمین کو حکم دیا جاتا ہے کہ سمٹ جا۔ وہ سمٹتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ادھر ادھر گھس جاتی ہیں پھر اسے عذاب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت کو قائم کرے اور اسے اس کی قبر سے اٹھائے۔ (4)

---

(1) [صحیح: صحیح مسلم: كتاب الجنة: باب عرض مقعد الميت من الجنة والنار عليه (٢٨٧٢)]

(2) [صحیح: مستدرك حاكم (١/٣٥٣) صحيح ابن حبان (٣٠١٤) نسائی: كتاب الجنائز (١٨٣٤)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

(3) [صحیح: صحيح ابن حبان (٣٠١٣) مستدرك حاكم (٣٥٣/١)] امام حاکمؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔]

(4) [صحیح: ترمذی: كتاب الجنائز: باب ماجاء في عذاب القبر (١٠٧١) ابن ابی عاصم (٨٦٤) بيهقي في اثبات القبر (٥٦) صحيح ابن حبان (٣١١٧)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن کہا ہے۔ امام ابن حبانؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحيح ترمذي، السلسلة الصحيحة (١٣٩١)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند قوی ہے۔]

اور حدیث میں ہے کہ مومن کے جواب پر کہا جاتا ہے کہ اسی پر تو جیا اسی پر تیری موت ہوئی اور اسی پر تو اٹھایا جائے گا۔ [1] ابن جریر میں فرمان رسول کریم ﷺ ہے۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میت تمہاری جوتیوں کی آہٹ سنتی ہے جب کہ تم اسے دفنا کر واپس لوٹتے ہو اگر وہ ایمان پر مرا ہے تو نماز اس کے سرہانے ہوتی ہے زکوۃ دائیں جانب ہوتی ہے روزہ بائیں طرف ہوتا ہے۔ نیکیاں مثلاً صدقہ خیرات، صلہ رحمی لوگوں سے بھلائی احسان وغیرہ اس کے پیروں کی طرف ہوتے ہیں جب اس کے سر کی طرف سے کوئی آتا ہے تو نماز کہتی ہے یہاں سے جانے کی جگہ نہیں۔ دائیں طرف زکوۃ روکتی ہے۔ بائیں طرف سے روزہ۔ پیروں کی طرف سے اور نیکیاں۔ پس اس سے کہا جاتا ہے بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ جاتا ہے اور اسے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا سورج ڈوبنے کے قریب ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ دیکھو جو ہم پوچھیں اس کا جواب دو۔ وہ کہتا ہے تم چھوڑو پہلے میں نماز تو ادا کرلوں۔ وہ کہتے ہیں وہ تو تو کرے گا ہی۔ ابھی تو ہمیں ہمارے سوالوں کا جواب دے۔ وہ کہتا ہے اچھا تم کیا پوچھتے ہو؟ وہ کہتے ہیں اس شخص کے بارے میں تو کیا کہتا ہے اور کیا شہادت دیتا ہے۔ وہ پوچھتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے بارے میں؟ جواب ملتا ہے کہ ہاں آپ ہی کے بارے میں۔ یہ کہتا ہے کہ میری گواہی ہے کہ آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں آپ اللہ کے پاس سے ہمارے پاس دلیلیں لے کر آئے ہم نے آپ کو سچا مانا۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تو اسی پر زندہ رکھا گیا اور اسی پر مرا اور ان شاء اللہ اسی پر دوبارہ اٹھایا جائے گا۔ پھر اس کی قبر ستر ہاتھ پھیلا دی جاتی ہے اور نورانی کردی جاتی ہے اور جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے دیکھ یہ ہے تیرا اصلی ٹھکانہ۔ اب تو اسے خوشی اور راحت ہی راحت ہوتی ہے۔ پھر اس کی روح پاک روحوں میں سبز پرندوں کے قالب میں جنتی درختوں میں رہتی ہے۔ اور اس کا جسم جس سے اس کی ابتدا کی گئی تھی اسی کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔ یعنی مٹی کی طرف یہی اس آیت کا مطلب ہے۔ [2]

اور روایت میں ہے کہ موت کے وقت کی راحت ونور کو دیکھ کر مومن اپنی روح نکل جانے کی تمنا کرتا ہے اور اللہ کو بھی اس کی ملاقات محبوب ہوتی ہے۔ جب اس کی روح آسمان پر چڑھ جاتی ہے تو اس کے پاس مومنوں کی اور روحیں آتی ہیں اور اپنی جان پہچان کے لوگوں کی بابت اس سے سوال کرتی ہیں۔ اگر یہ کہتا ہے کہ فلاں تو زندہ ہے تو خیر۔ اور اگر یہ کہتا ہے کہ فلاں تو مر چکا ہے تو یہ ناراض ہو کر کہتے ہیں یہاں نہیں لایا گیا۔ مومن کو اس کی قبر میں بٹھا دیا جاتا ہے۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے۔ تیرا نبی کون ہے؟ یہ کہتا ہے میرے نبی محمد ﷺ ہیں۔ فرشتہ کہتا ہے کہ تیرا دین کیا ہے؟ یہ جواب دیتا ہے میرا دین اسلام ہے؟ اسی میں ہے کہ اللہ کے دشمن کو جب موت آنے لگتی ہے اور یہ

---

[1] [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۰۷۶۰)]

[2] [حسن: عبد الرزاق (۶۷۰۳) صحیح ابن حبان (۳۱۱۳) مستدرک حاکم (۳۷۹/۱) تفسیر ابن جریر الطبری (۲۰۷۶۱) ابن ابی شیبۃ (۲۵۸/۳)] امام ابن حبانؒ، امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ جبکہ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو حسن کہتے ہیں۔]

اللہ کی ناراضگی کے اسباب دیکھ لیتا ہے تو نہیں چاہتا کہ اس کی روح نکلے۔ اللہ بھی اس کی ملاقات سے ناراض ہوتا ہے۔ اس میں ہے کہ اسے سوال وجواب اور مار پیٹ کے بعد کہا جاتا ہے ایسا سو جیسے سانپ کٹا ہوا۔ [1] اور روایت میں ہے کہ جب یہ حضور ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تجھے کیسے معلوم ہوگیا کیا تو نے آپ کے زمانہ کو پایا ہے؟ اس میں ہے کہ کافر کی قبر میں ایسا بہرا فرشتہ عذاب کرنے والا ہوتا ہے کہ جو نہ سنے نہ رحم کرے۔ [2] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں موت کے وقت مومن کے پاس فرشتے آ کر سلام کرتے ہیں جنت کی بشارت دیتے ہیں اس کے جنازے کے ساتھ چلتے ہیں لوگوں کے ساتھ اس کے جنازے کی نماز میں شرکت کرتے ہیں۔ اس میں ہے کہ کافروں کے پاس فرشتے آتے ہیں۔ ان کے چہروں پر ان کی کمر پر مارتے ہیں۔ اسے اس کی قبر میں جواب بھلا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ظالموں کو اللہ گمراہ کر دیتا ہے۔ حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی قول مروی ہے۔ اس میں ہے کہ مومن کہتا ہے کہ میرے نبی حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ ہیں کئی دفعہ اس سے سوال ہوتا ہے اور یہ یہی جواب دیتا ہے کہ اسے جہنم کا ٹھکانا دکھا کر کہا جاتا ہے کہ اگر ٹیڑھا چلتا تو تیری یہ جگہ تھی۔ اور جنت کا ٹھکانا دکھا کر کہا جاتا ہے کہ توبہ کی وجہ سے یہ ٹھکانا ہے۔ حضرت طاؤس رحمہ اللہ فرماتے ہیں دنیا میں ثابت قدمی کلمہ توحید پر استقامت ہے۔ اور آخرت میں ثابت قدمی منکر نکیر کے جواب کی ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں خیر اور عمل صالح کے ساتھ دنیا میں رکھے جاتے ہیں اور قبر میں بھی۔ ابوعبداللہ حکیم ترمذی اپنی کتاب نوادر الاصول میں لائے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت کے پاس آ کر حضور ﷺ نے مدینہ کی مسجد میں فرمایا کہ گزشتہ رات میں نے عجیب باتیں دیکھیں دیکھا کہ میرے ایک امتی کو عذاب قبر نے گھیر رکھا ہے آخر اس کے وضو نے آ کر اسے چھڑا لیا میں نے ایک امتی کو دیکھا کہ شیطان اسے وحشی بنائے ہوئے ہے لیکن ذکر اللہ نے آ کر اسے خلاصی دلوائی۔ ایک امتی کو دیکھا کہ عذاب کے فرشتوں نے اسے گھیر رکھا ہے۔ اس کی نماز نے آ کر اسے بچالیا۔ ایک امتی کو دیکھا کہ پیاس کے مارے ہلاک ہو رہا ہے جب حوض پر جاتا ہے دھکے لگتے ہیں۔ اس کا روزہ آیا اور اس نے اسے پانی پلا دیا۔ اور آسودہ کر دیا۔ آپ نے ایک اور امتی کو دیکھا کہ انبیا حلقے باندھ باندھ کر بیٹھے ہیں یہ جس حلقے میں بیٹھنا چاہتا ہے وہاں والے اسے اٹھا دیتے ہیں۔ اسی وقت اس کی جنابت کا غسل آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر میرے ساتھ بٹھا دیا۔ ایک امتی کو دیکھا کہ چاروں طرف سے اسے اندھیرا گھیرے ہوئے ہے اور اوپر نیچے سے بھی وہ اسی میں گرا ہوا ہے جو اس کا حج اور عمرہ آیا اور اسے اس اندھیرے میں سے نکال کر نور میں پہنچا دیا۔ ایک امتی کو دیکھا کہ وہ مومنوں سے کلام کرنا چاہتا ہے لیکن وہ اس سے بولتے نہیں اسی وقت صلہ رحمی آئی اور اعلان کیا کہ اس سے بات چیت کرو چنانچہ وہ بولنے چالنے لگے ایک امتی کو دیکھا کہ اپنے منہ سے آگ کے شعلے ہٹانے کو ہاتھ بڑھا رہا ہے اتنے میں

---

[1] [صحیح بالشواھد: مسند بزار (۸۷۴) مجمع الزوائد (۵۲/۳)]

[2] [صحیح: مسند احمد (۳۵۲/۶-۳۵۳) طبرانی کبیر (۲۸۱/۲۴) مجمع الزوائد (۵۱/۳)] امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔]

اس کی خیرات آئی اور اس کے منہ پر پردہ اور اوٹ ہوگئی اور اس کے سر پر سایہ بن گئی اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ عذاب کے فرشتوں نے اسے ہر طرف سے قید کرلیا ہے۔ لیکن اس کا نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنا آیا اور ان کے ہاتھوں سے چھڑا کر رحمت کے فرشتوں سے ملا دیا۔ اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ گھٹنوں کے بل گرا ہوا ہے اور اللہ اور اس میں حجاب ہے اس کے اچھے اخلاق آئے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اللہ کے پاس پہنچا آئے۔ اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ اس کا نامہ اعمال اس کی بائیں طرف سے آرہا ہے لیکن اس کے خوف الٰہی نے آکر اسے اس کے سامنے کر دیا۔ اپنے ایک امتی کو میں نے جہنم کے کنارے کھڑا دیکھا اسی وقت اس کا اللہ سے کپکپانا آیا اور اسے جہنم سے بچالے گیا میں نے ایک امتی کو دیکھا کہ پل صراط پر لڑھکنیاں کھا رہا ہے کہ اس کا مجھ پر درود پڑھنا آیا اور ہاتھ تھام کر سیدھا کر دیا' اور وہ پار اتر گیا ایک کو دیکھا کہ جنت کے دروازے پر پہنچا لیکن دروازہ بند ہوگیا۔ اسی وقت ﴿لا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ﴾ کی شہادت پہنچی دروازے کھلوادیئے اور اسے جنت میں پہنچا دیا۔ قرطبی رحمہ اللہ اس حدیث کو وارد کر کے فرماتے ہیں یہ حدیث بہت بڑی ہے اس میں ان مخصوص اعمال کا ذکر ہے جو مخصوص مصیبتوں سے نجات دلوانے والے ہیں (تذکرہ) اسی بارے میں حافظ ابو یعلی موصلی رحمہ اللہ نے بھی ایک غریب مطول حدیث روایت کی ہے جس میں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ملک الموت سے فرماتا ہے تو میرے دوست کے پاس جا۔ میں نے اسے آسانی اور سختی دونوں طرح سے آزمالیا ہر ایک حالت میں اسے اپنی خوشی میں پایا تو جا اور اسے میرے پاس لے آ۔ کہ میں اسے ہر طرح کا آرام وعیش دوں۔ ملک الموت علیہ السلام اپنے ساتھ پانچ سو فرشتوں کو لے کر چلتے ہیں ان کے پاس جنتی کفن وہاں کی خوشبو اور ریحان کے خوشے ہوتے ہیں جس کے سرے پر بیس رنگ ہوتے ہیں ہر رنگ کی خوشبو الگ الگ ہوتی ہے سفید ریشمی کپڑے میں اعلیٰ مشک بہ تکلف لپٹی ہوئی ہوتی ہے یہ سب آتے ہیں ملک الموت علیہ السلام تو اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور فرشتے اس کے چاروں طرف بیٹھ جاتے ہیں ہر ایک کے ساتھ جو کچھ جنتی تحفہ ہے وہ اس کے اعضاء پر رکھ دیا جاتا ہے اور سفید ریشم مشک اذفر اس کی ٹھوڑی تلے رکھ دیا جاتا ہے اس کیلئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس کی روح کبھی جنتی پھولوں سے' کبھی جنتی لباسوں سے' کبھی جنتی پھلوں سے اس طرح بہلائی جاتی ہے جیسے روتے ہوئے بچہ کو لوگ بہلاتے ہیں۔ اس وقت اس کی حوریں ہنس ہنس کر اس کی چاہت کرتی ہیں روح ان مناظر کو دیکھ کر بہت جلد جسمانی قید سے نکل جانے کا قصد کرتی ہے ملک الموت فرماتے ہیں ہاں اے پاک روح بغیر کانٹے کی بیریوں کی طرف لدے ہوئے کیلوں کی طرف اور لمبی لمبی چھاؤں کی طرف اور پانی کے جھرنوں کی طرف چل۔ واللہ! ماں جس قدر بچے پر مہربان ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ ملک الموت اس پر شفقت ورحمت کرتا ہے۔ اس لئے کہ اسے علم ہوتا ہے کہ یہ محبوب الٰہی ہے اگر اسے ذرا سی بھی تکلیف پہنچی تو میرے رب کی ناراضگی مجھ پر ہوگی۔ بس اس طرح اس روح کو اس جسم سے الگ کر لیتا ہے جیسے گندھے ہوئے آٹے میں سے بال۔ انہیں کے بارے میں فرمان الٰہی ہے کہ ان کی روح کو پاک فرشتے فوت کرتے ہیں۔ اور جگہ فرمان ہے کہ اگر وہ مقربین میں سے ہے تو اس کے لئے آرام وآسائش ہے۔ لیکن موت آرام کی اور

آسائش کی ملنے والی اور دنیا کے بدلے کی جنت ہے۔ ملک الموت کے روح کو قبض کرتے ہی روح جسم سے کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل تجھے جزائے خیر دے تو اللہ کی اطاعت کی طرف جلدی کرنے والا اور اللہ کی معصیت سے دیر کرنے والا تھا۔ تو نے آپ بھی نجات پائی اور مجھے بھی نجات دلوائی جسم بھی روح کو ایسا جواب دیتا ہے۔ زمین کے وہ تمام حصے جن پر یہ عبادت الٰہی کرتا تھا اس کے مرنے سے چالیس دن تک روتے ہیں اسی طرح آسمان کے وہ کل دروازے جن سے اس کے نیک اعمال چڑھتے تھے اور جن سے اس کی روزیاں اترتی تھیں اس پر روتے ہیں۔ اس وقت وہ پانچ سو فرشتے اس جسم کے اردگرد کھڑے ہوجاتے ہیں اور اس کے نہلانے میں شامل رہتے ہیں انسان اس کی کروٹ بدلے اس سے پہلے خود فرشتے بدل دیتے ہیں اور اسے نہلا کر انسانی کفن سے پہلے اپنا ساتھ لایا ہوا کفن پہنا دیتے ہیں ان کی خوشبو سے پہلے اپنی خوشبو لگا دیتے ہیں اور اس کے گھر کے دروازے سے لے کر اس کی قبر تک دوطرفہ صفیں باندھ کر کھڑے ہوجاتے ہیں اور اس کیلئے استغفار کرنے لگتے ہیں اس وقت شیطان اس روز سے رنج کے ساتھ چیختا ہے کہ اس کے جسم کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں اور کہتا ہے میرے لشکریو! تم برباد ہوجاؤ ہائے یہ تمہارے ہاتھوں سے کیسے بچ گیا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ یہ تو معصوم تھا۔ جب اس کی روح کو لے کر ملک الموت چڑھتے ہیں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کو لے کر اس کا استقبال کرتے ہیں ہر ایک اسے جداگانہ بشارت الٰہی سناتا ہے یہاں تک کہ اس کی روح عرش الٰہی کے پاس پہنچتی ہے وہاں جاتے ہی سجدے میں گر پڑتی ہے۔ اسی وقت جناب باری کا ارشاد ہوتا ہے کہ میرے بندے کی روح کو بغیر کانٹوں کی بیروں میں تہہ بہ تہہ کیلوں کے درختوں میں لمبے لمبے سایوں میں اور بہتے ہوئے پانیوں میں جگہ دو۔ پھر جب اسے قبر میں رکھا جاتا ہے تو دائیں طرف نماز کھڑی ہوجاتی ہے بائیں جانب روزہ کھڑا ہوجاتا ہے سر کی طرف قرآن آجاتا ہے نمازوں کو چل کر جانا پیروں کی طرف ہوتا ہے ایک کنارے صبر کھڑا ہوجاتا ہے۔ عذاب کی ایک گردن لپکتی ہے لیکن دائیں جانب سے نماز اسے روک دیتی ہے کہ یہ ہمیشہ چوکنا رہا اب اس قبر میں آکر ذرا راحت پائی ہے وہ بائیں طرف سے آتی ہے یہاں سے روزہ یہی کہہ کر اسے آنے نہیں دیتا سرہانے سے آتی ہے یہاں سے قرآن اور ذکر یہی کہہ کر آڑے آتے ہیں وہ پائنتیوں سے آتی ہے یہاں اسے اس کا نمازوں کیلئے لے کر جانا اسے روک دیتا ہے غرض چاروں طرف سے اللہ کے محبوب کیلئے روک ہوجاتی ہے اور عذاب کو کہیں سے راہ نہیں ملتی وہ واپس چلا جاتا ہے اس وقت صبر کہتا ہے کہ میں دیکھ رہا تھا کہ اگر تم سے ہی یہ عذاب دفع ہوجائے تو مجھے بولنے کی کیا ضرورت؟ ورنہ میں بھی اس کی حمایت کرتا اب میں پل صراط اور میزان کے وقت اس کے کام آؤں گا۔ اب دو فرشتے بھیجے جاتے ہیں ایک کو نکیر کہا جاتا ہے دوسرے کو منکر۔ یہ اچک لے جانے والی بجلی جیسے ہوتے ہیں ان کے دانت سیہ جیسے ہوتے ہیں ان کے سانس سے شعلے نکلتے ہیں ان کے بال پیروں تلے لٹکتے ہوتے ہیں ان کے دو کندھوں کے درمیان اتنی اتنی مسافت ہوتی ہے۔ ان کے دل نرمی اور رحمت سے بالکل خالی ہوتے ہیں ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ہتھوڑے ہوتے ہیں کہ اگر قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر جمع ہو کر اسے اٹھانا چاہیں تو ناممکن۔ وہ آتے ہی اسے کہتے ہیں اٹھ

بیٹھ۔ یہ اٹھ کر سیدھی طرح بیٹھ جاتا ہے اس کا کفن اس کے پہلو پر آ جاتا ہے وہ اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے' تیرا نبی کون ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم سے نہ رہا گیا انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ایسے ڈراؤنے فرشتوں کو کون جواب دے سکے گا؟ آپ نے اسی آیت ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ﴾ الخ' کی تلاوت فرمائی اور فرمایا وہ بے جھجک جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ وحدہ لا شریک لہ ہے اور میرا دین اسلام ہے جو فرشتوں کا بھی دین ہے اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں جو خاتم الانبیاء تھے (ﷺ) وہ کہتے ہیں آپ نے صحیح جواب دیا۔ اب تو وہ اس کیلئے اس کی قبر کو اس کے آگے سے' اس کے دائیں' سے اس کے بائیں سے' اس کے پیچھے سے' اس کے سر کی طرف سے' اس کے پاؤں کی طرف سے چالیس چالیس ہاتھ کشادہ کر دیتے ہیں دو سو ہاتھ کی وسعت دیتے ہیں اور چالیس ہاتھ کا احاطہ کر دیتے ہیں اور اس سے فرماتے ہیں اپنے اوپر نظر اٹھا یہ دیکھتا ہے کہ جنت کا دروازہ کھلا ہوا ہے وہ کہتے ہیں اے اللہ کے دوست چونکہ تو نے اللہ کی بات مان لی تیری منزل یہ ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے اس وقت جو سرور و راحت اس کے دل کو ہوتی ہے وہ لازوال ہوتی ہے۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے اب اپنے نیچے کی طرف دیکھ۔ یہ دیکھتا ہے کہ جہنم کا دروازہ کھلا ہوا ہے فرشتے کہتے ہیں دیکھ اس سے اللہ نے تجھے ہمیشہ کے لئے نجات بخشی پھر تو اس کا دل اتنا خوش ہوتا ہے کہ یہ خوشی ابدالآباد تک ہٹتی نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کیلئے ستر دروازے جنت کے کھل جاتے ہیں جہاں سے بادِ صبا کی لپٹیں خوشبو اور ٹھنڈک کے ساتھ آتی رہتی ہیں یہاں تک کہ اسے اللہ عز وجل اس کی اس خواب گاہ سے قیامت قائم ہو جانے پر اٹھائے۔ اسی اسناد سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ برے بندے کیلئے ملک الموت سے فرماتا ہے جا اور اس میرے دشمن کو لے آ۔ اسے میں نے تیری زندگی میں برکت دے رکھی تھی اپنی نعمتیں عطا فرما رکھی تھیں لیکن پھر بھی یہ میری نافرمانیوں سے نہ بچا اسے لے آ تاکہ میں اس سے انتقام لوں اسی وقت حضرت ملک الموت علیہ السلام اس کے سامنے انتہائی بد اور ڈراؤنی صورت میں آتے ہیں ایسی کہ کسی نے اتنی بھیانک اور گھناؤنی نہ دیکھی ہو بارہ آنکھیں ہوتی ہیں جہنم کا خاردار لباس ساتھ ہوتا ہے پانچ سو فرشتے جو جہنمی آگ کے انگارے اور آگ کے کوڑے اپنے ساتھ لئے ہوئے ہوتے ہیں ان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ ملک الموت وہ خاردار کھال جو جہنم کی آگ کی ہے اس کے جسم میں مارتے ہیں روئیں روئیں میں آگ کے کانٹے گھس جاتے ہیں پھر اس طرح گھماتے ہیں کہ اس کا جوڑ جوڑ ڈھیلا پڑ جاتا ہے پھر اس کی روح اس کے پاؤں کے انگوٹھوں سے کھینچتے ہیں اور اس کے گھٹنوں پر ڈال دیتے ہیں اس وقت اللہ کا دشمن بے ہوش ہو جاتا ہے پس ملک الموت اسے اٹھا لیتے ہیں فرشتے اپنے جہنمی کوڑے اس کے چہرے اور پیٹھ پر مارتے ہیں پھر ملک الموت اسے دبوچتے ہیں اور اس کی روح اس کی ایڑیوں کی طرف سے کھینچتے ہیں اور اس کے گھٹنوں پر ڈال دیتے ہیں پھر اس کی تہہ بند باندھنے کی جگہ پر ڈال دیتے ہیں یہ دشمن رب اس وقت پھر بے تاب ہو جاتا ہے فرشتہ موت اس بے ہوشی کو اٹھا لیتا ہے اور فرشتے پھر اس کے چہرے پر اور کمر پر کوڑے برسانے لگتے ہیں آخر یہاں تک کہ روح سینہ پر چڑھ جاتی ہے پھر حلق تک پہنچتی ہے پھر فرشتے جہنمی تانبے اور جہنمی انگاروں کو اس کی

ٹھوڑی کے نیچے رکھ دیتے ہیں اور ملک الموت علیہ السلام فرماتے ہیں اے لعین وملعون روح! چل سینک میں اور جھلستے ہوئے پانی اور کالے دھوئیں کے غبار میں جس میں تو خنکی ہے نہ اچھی جگہ۔ جب یہ روح قبض ہو جاتی ہے تو اپنے جسم سے کہتی ہے اللہ تجھ سے سمجھے تو مجھے اللہ کی نافرمانیوں کی طرف بھگائے لئے جا رہا تھا۔ خود بھی ہلاک ہوا اور مجھے بھی برباد کیا۔ جسم بھی روح سے یہی کہتا ہے۔ زمین کے وہ تمام حصے جہاں یہ اللہ کی معصیت کرتا تھا اس پر لعنت کرنے لگتے ہیں شیطانی لشکر دوڑتا ہوا شیطان کے پاس پہنچتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم نے آج ایک کو جہنم میں پہنچا دیا۔ اس کی قبر اس قدر تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی دائیں پسلیاں بائیں اور بائیں پسلیاں دائیں میں گھس جاتی ہیں کالے ناگ بختی اونٹوں کے برابر اس کی قبر میں بھیجے جاتے ہیں جو اس کے کانوں اور اس کے پاؤں کے انگوٹھوں سے اسے ڈسنا شروع کرتے ہیں اور اوپر چڑھتے آتے ہیں یہاں تک کہ وسط جسم میں مل جاتے ہیں۔ دو فرشتے بھیجے جاتے ہیں جن کی آنکھیں تیز بجلی جیسی، جن کی آواز گرج جیسی، جن کے دانت درندے جیسے، جن کے سانس آگ کے شعلے، جن کے بال پیروں کے نیچے تک جن کے دو مونڈھوں کے درمیان اتنی اتنی مسافت ہے۔ جن کے دل میں رحمت و رحم کا نام و نشان بھی نہیں جن کا نام ہی منکر نکیر ہے جن کے ہاتھ میں لوہے کے اتنے بڑے ہتھوڑے ہیں جنہیں ربیعہ اور مضر مل کر بھی نہیں اٹھا سکتے وہ اسے کہتے ہیں اٹھ بیٹھ یہ سیدھا بیٹھ جاتا ہے اور تہبند باندھنے کی جگہ اس کا کفن آ پڑتا ہے وہ اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ یہ کہتا ہے مجھے تو کچھ خبر نہیں وہ کہتے ہیں ہاں نہ تو نے معلوم کیا نہ تو نے پڑھا پھر اس زور سے اسے ہتھوڑا مارتے ہیں کہ اس کے شرارے اس کی قبر کو پر کر دیتے ہیں پھر لوٹ کر اسے کہتے ہیں اپنے اوپر دیکھ یہ ایک کھلا ہوا دروازہ دیکھتا ہے وہ کہتے ہیں واللہ! اگر تو اللہ کا فرمانبردار رہتا تو تیری یہ جگہ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اب تو اسے وہ حسرت ہوتی ہے جو کبھی اس کے دل سے جدا نہیں ہونے کی۔ پھر وہ کہتے ہیں اب اپنے نیچے دیکھ وہ دیکھتا ہے کہ ایک دروازہ جہنم کا کھلا ہوا ہے فرشتے کہتے ہیں اے دشمن رب چونکہ تو نے اللہ کی مرضی کے خلاف کام کئے ہیں اب تیری جگہ یہ ہے۔ واللہ! اس وقت اس کا دل رنج و افسوس سے بیٹھ جاتا ہے جو صدمہ اسے کبھی بھولنے کا نہیں اس کیلئے ستر (۷۰) دروازے جہنم کے کھل جاتے ہیں جہاں سے گرم ہوا اور بھاپ ہمیشہ ہی آیا کرتی ہے یہاں تک کہ اسے اللہ تعالیٰ اٹھا بٹھائے۔ (1) یہ حدیث بہت غریب ہے اور یہ سیاق بہت عجیب ہے اور اس کا راوی یزید رقاشی جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے نیچے کا راوی ہے اس کے غرائب و منکرات بہت ہیں اور ائمہ کے نزدیک وہ ضعیف الروایت ہے۔ واللہ اعلم۔ ابوداؤد میں ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کے دفن سے فارغ ہوتے تو وہاں ٹھہر جاتے اور فرماتے اپنے بھائی کیلئے استغفار کرو اور اس کیلئے ثابت قدمی طلب کرو اس وقت اس

---

(1) [ضعیف: الدر المنثور للسیوطی (۵۲۸/۳) ابن عساکر فی التاریخ (۵۲۸/۳)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں یزید رقاشی راوی ضعیف ہے۔]

سے سوال ہو رہا ہے۔ [1] حافظ ابن مردویہ نے فرمان باری ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِىْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ﴾ [2] الخ، کی تفسیر میں ایک بہت لمبی حدیث وارد کی ہے وہ بھی غرائب سے پر ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ
يَصْلَوْنَهَا ۚ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ قُلْ تَمَتَّعُوْا
فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾

کیا تو نے ان کی طرف نظر نہیں ڈالی جنہوں نے اللہ کی نعمت کے بدلے ناشکری کی اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں لا اتارا ○ یعنی دوزخ ہے، جس میں یہ سب جائیں گے، جو بدترین ٹھکانہ ہے ○ انہوں نے اللہ کے ہمسر بنا لئے کہ لوگوں کو راہ اللہ سے بہکائیں، تو کہہ دے کہ خیر مزے کرلو تمہاری بازگشت تو آخر جہنم ہی ہے ○

نعمت کی ناشکری کرنے والے: صحیح بخاری میں ہے [3] ((اَلَمْ تَرَ)) معنی میں ((اَلَمْ تَعْلَم)) کے ہے یعنی کیا تو نہیں جانتا ((بَوَار)) کے معنی ہلاکت کے ہیں ((بَارَ يَبُوْرُ بُوْرًا)) سے ((بورا)) کے معنی ((هالكين)) کے ہیں مراد ان لوگوں سے بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کفار اہل مکہ ہیں اور قول ہے کہ مراد اس سے جبلہ بن ایہم اور اس کی اطاعت کرنے والے وہ عرب ہیں جو رومیوں سے مل گئے تھے [4] لیکن مشہور اور صحیح قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اول ہی ہے۔ گو الفاظ اپنے عموم کے اعتبار سے تمام کفار پر مشتمل ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عالم کیلئے رحمت بنا کر اور کل لوگوں کیلئے نعمت بنا کر بھیجا ہے جس نے اس رحمت و نعمت کی قدردانی کی وہ جنتی ہے اور جس نے ناقدری کی وہ جہنمی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ایک قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پہلے قول کی موافقت میں مروی ہے ابن کواء کے جواب میں آپ نے یہی فرمایا تھا کہ یہ بدر کے دن کے کفار قریش ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ ایک شخص کے سوال پر آپ نے فرمایا مراد اس سے منافقین قریش ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ کیا مجھ سے قرآن کی بابت کوئی کچھ بات دریافت نہیں کرتا؟ واللہ! میرے علم میں اگر آج کوئی مجھ سے زیادہ قرآن کا عالم ہوتا تو چاہے وہ سمندروں پار ہوتا میں ضرور اس کے پاس پہنچتا۔ یہ سن کر عبداللہ بن کواء کھڑا ہو گیا اور کہا یہ کون لوگ ہیں جن کے بارے میں فرمان الٰہی ہے کہ انہوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدلا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گڑھے میں ڈال دیا آپ نے فرمایا یہ مشرکین قریش ہیں ان کے پاس اللہ کی نعمت ایمان پہنچی لیکن اس نعمت کو انہوں نے کفر سے بدل دیا۔ اور روایت میں ہے آپ سے مروی ہے کہ

---

[1] [صحیح: ابوداؤد: كتاب الجنائز: باب الاستغفار عند القبر للميت (۳۲۲۱) مسند بزار (۴۴۵/۲) بیهقی في السنن الكبرى (۵۶/۴) مستدرك حاكم (۳۷۱/۱)] امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [صحیح ابوداود]

[2] [سورۃ الانعام: آیت ۹۳]

[3] [صحیح بخاری: کتاب التفسیر: سورۃ ابراهیم باب ۳]

[4] [تفسير ابن جرير الطبري (۴۵۱/۷)]

اس سے مراد قریش کے دو فاجر ہیں بنو امیہ اور بنو مغیرہ۔ بنو مغیرہ نے اپنی قوم کو بدر میں لا کھڑا کیا اور انہیں ہلاکت میں ڈالا اور بنو امیہ نے احد والے دن اپنے والوں کو غارت کیا۔ بدر میں ابو جہل تھا اور احد میں ابوسفیان اور ہلاکت والے گھر سے مراد جہنم ہے۔ اور روایت میں ہے کہ بنو مغیرہ تو بدر میں ہلاک ہوئے اور بنو امیہ کو کچھ دنوں کا فائدہ مل گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی مروی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا یہ دونوں قریش کے بدکار ہیں۔ میرے ماموں اور تیرے چچا' میری میال والے تو بدر کے دن ناپید ہو گئے اور تیرے چچا والوں کو اللہ نے مہلت دے رکھی ہے۔ یہ جہنم میں جائیں گے جو بری جگہ ہے۔ انہوں نے خود شرک کیا دوسروں کو شرک کی طرف بلایا۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! تم ان سے کہہ دو کہ دنیا میں کچھ کھا پی لو' پہن اوڑھ لو آخر ٹھکانا تو تمہارا جہنم ہے۔ جیسے فرمان ہے ہم انہیں یونہی سا آرام دے دیں گے پھر سخت عذابوں کی طرف بے بس کر دیں گے دنیاوی نفع اگر چہ ہو گا لوٹیں گے تو ہماری طرف اس وقت ہم انہیں ان کے کفر کی وجہ سے سخت عذاب کریں گے۔ [1]

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً
مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾

میرے ایماندار بندوں سے کہہ دے کہ نمازوں کو قائم رکھیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے کچھ نہ کچھ پوشیدہ اور ظاہر خرچ بھی کرتے رہیں اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جس میں نہ خرید و فروخت ہو گی نہ دوستی اور محبت ○

حسن سلوک کی ترغیب: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی اطاعت کا اور اپنے حق کا اور مخلوق رب سے احسان و سلوک کرنے کا حکم دے رہا ہے فرماتا ہے کہ نماز برابر پڑھتے رہیں جو اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت ہے اور زکوٰۃ ضرور دیتے رہیں قرابت داروں کو بھی اور انجان لوگوں کو بھی۔ اقامت سے مراد وقت کی' حد کی' رکوع کی' خشوع کی' سجدے کی حفاظت کرنا ہے۔ اللہ کی دی ہوئی روزی اس کی راہ میں پوشیدہ اور کھلے طور پر اس کی خوشنودی کیلئے اوروں کو بھی دینی چاہئے تاکہ اس دن نجات ملے جس دن کوئی خرید و فروخت نہ ہو گی نہ کوئی دوستی آشنائی ہو گی۔ کوئی اپنے آپ کو بطور فدیے کے بیچنا بھی چاہے تو بھی ناممکن جیسے فرمان ہے ﴿فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ [2] یعنی آج تم سے اور کافروں سے کوئی فدیہ اور بدلہ نہ لیا جائے گا۔ وہاں کسی کی دوستی کی وجہ سے کوئی چھوٹے گا نہیں بلکہ وہاں عدل و انصاف ہی ہو گا۔ خلال مصدر ہے۔ امراء القیس کے شعر میں بھی یہ لفظ ہے۔ دنیا میں لین دین' محبت دوستی کام آ جاتی ہے لیکن وہاں یہ چیز اگر اللہ کیلئے نہ ہو تو محض بے سود رہے گی۔ کوئی سودا گری۔ کوئی شناسا وہاں کام نہ آئے گا۔ زمین بھر کر سونا فدیہ میں دینا چاہے لیکن رد ہے کسی کی دوستی کسی کی سفارش کافر کو کام نہ دے گی۔ فرمان الٰہی ہے ﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا﴾ [3] الخ' اس دن کے عذاب سے بچنے کی کوشش کرو' جس دن کوئی کسی کو کچھ کام نہ آئے گا' نہ کسی سے فدیہ قبول کیا جائے گا' نہ کسی کو کسی

---

[1] [سورۃ یونس: آیت ۷۰]
[2] [الحدید: ۱۵]
[3] [البقرہ: ۱۲۳]

کی شفاعت نفع دے گی نہ کوئی کسی کی مدد کر سکے گا۔ فرمان ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ [1] ایماندارو جو ہم نے تمہیں دے رکھا ہے، تم اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ بیوپار ہے، نہ دوستی، نہ شفاعت۔ کافر ہی دراصل ظالم ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ
الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ
الْاَنْهٰرَ ﴿32﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿33﴾
وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۭ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ
كَفَّارٌ ﴿34﴾

ع ۱۶

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور آسمان سے بارش برسا کر اس کے ذریعے سے تمہاری روزی کیلئے پھل نکالے ہیں، اور کشتیاں تمہارے بس میں کر دی ہیں کہ دریاؤں میں اس کے حکم سے چلیں پھریں، اس نے ندیاں اور نہریں تمہارے اختیار میں کر دی ہیں ○ اسی نے تمہارے لئے سورج چاند کو مسخر کر دیا ہے کہ برابر ہی چل رہے ہیں، اور رات دن کو بھی تمہارے کام میں لگا رکھا ہے ○ اسی نے تمہیں تمہاری منہ مانگی کل چیزوں میں سے دے ہی رکھا ہے، اگر اللہ کے احسان گننا چاہو تو انہیں پورے گن بھی نہیں سکتے، یقیناً انسان بڑا ہی ناانصاف اور ناشکرا ہے ○

سب کچھ تمہارے لیے: اللہ کی طرح طرح کی بے شمار نعمتوں کو دیکھو۔ آسمان کو اس نے ایک محفوظ چھت بنا رکھا ہے زمین کو بہترین فرش بنا رکھا ہے آسمان سے بارش برسا کر زمین سے مزے مزے کے پھل، کھیتیاں، باغات تیار کر دیتا ہے۔ اسی کے حکم سے کشتیاں پانی کے اوپر تیرتی پھرتی ہیں کہ تمہیں ایک کنارے سے دوسرے کنارے اور ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچائیں تم وہاں کا مال یہاں، یہاں کا مال وہاں لے جاؤ، لے آؤ، نفع حاصل کرلو، تجربہ بڑھاؤ۔ نہریں بھی اسی نے تمہارے کام میں لگا رکھی ہیں، تم ان کا پانی پیو، پلاؤ، اس سے کھیتیاں کرو، نہاؤ دھوؤ، اور طرح طرح کے فائدے حاصل کرو۔ ہمیشہ ہمیشہ چلتے پھرتے اور کبھی نہ تھکتے سورج چاند بھی تمہارے فائدے کے کاموں میں مشغول ہیں مقررہ چال پر گردش میں لگے ہوئے ہیں۔ [2] نہ ان میں تکرار نہ آگا پیچھا، دن رات انہیں کے آنے جانے سے پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں ستارے اسی کے حکم کے ماتحت ہیں اور رب العالمین بابرکت ہے۔ [3] کبھی دنوں کو بڑے کر دیتا ہے کبھی راتوں کو بڑھا دیتا ہے، ہر چیز اپنے کاموں میں سر جھکائے مشغول ہے، وہ اللہ عزیز وغفار ہے۔ تمہاری ضرورت کی تمام چیزیں اس نے تمہارے لئے مہیا کر دی ہیں تم اپنے

[1] [البقرہ: ۲۵۴]
[2] [سورۃ یسین: آیت ۴۰]
[3] [سورۃ الاعراف: آیت ۵۴]

حال وقال سے جن جن چیزوں کے محتاج تھے اس نے سب کچھ تمہیں دے دی ہیں مانگنے پر بھی وہ دیتا ہے اور بے مانگے بھی اس کا ہاتھ نہیں رکتا۔ تم بھلا رب کی تمام نعمتوں کا شکر یہ تو کیا ادا کرو گے؟ تم سے تو ان کی پوری گنتی بھی محال ہے۔ طلق بن حبیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کا حق اس سے بہت بھاری ہے کہ بندے اسے ادا کر سکیں اور اللہ کی نعمتیں اس سے بہت زیادہ ہیں کہ بندے ان کی گنتی کر سکیں لوگو! صبح شام توبہ استغفار کرتے رہو۔ صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ تیرے ہی لئے سب حمد وثناء سزاوار ہے ہماری ثنائیں ناکافی ہیں پوری اور بے پرواہی کرنے والی نہیں اے اللہ تو معاف فرما۔ [1] بزار میں آپ کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن انسان کے تین دیوان نکلیں گے ایک میں نیکیاں لکھی ہوئی ہوں گی اور دوسرے میں گناہ ہوں گے تیسرے میں اللہ کی نعمتیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں میں سے چھوٹی نعمت سے فرمائے گا کہ اٹھ اور اپنا معاوضہ اس کے نیک اعمال سے لے لے اس سے اس کے سارے ہی عمل ختم ہو جائیں گے پھر بھی وہ یکسو ہو کر کہے گی کہ باری تعالیٰ میری پوری قیمت وصول نہیں ہوئی خیال کیجئے ابھی گناہوں کا دیوان الگ تھلگ رکھا ہوا ہے اور تمام نعمتوں کا دیوان یونہی رکھا ہوا ہے۔ اگر بندے پر اللہ کا ارادہ رحم وکرم کا ہوا تو اب وہ اس کی نیکیاں بڑھا دے گا اور اس کے گناہوں سے تجاوز کر لے گا اور اسے فرما دے گا کہ میں نے اپنی نعمتیں تجھے بغیر بدلے کے بخش دیں۔ [2]

اس کی سند ضعیف ہے۔ مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ جل وعلا سے دریافت کیا کہ میں تیرا شکر کیسے ادا کروں؟ شکر کرنا خود بھی تو تو تیری ایک نعمت ہے جواب ملا داؤد! اب تو شکر ادا ہو چکا جب کہ تو نے یہ جان لیا اور اس کا اقرار کر لیا کہ تو میری نعمتوں کی شکر کی ادائیگی سے قاصر ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ ہی کیلئے تو حمد ہے جس کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک نعمت کا شکر بھی بغیر ایک نئی نعمت کے ہم ادا نہیں کر سکتے کہ اس نئی نعمت پر پھر ایک شکر واجب ہوتا ہے پھر اس نعمت کی شکر گزاری کی ادائیگی کی توفیق پر بھی پھر نعمت ملی جس کا شکر یہ واجب ہوا۔ ایک شاعر نے یہی مضمون اپنے شعروں میں باندھا ہے کہ رونگٹے رونگٹے پر زبان ہو تو تیری ایک نعمت کا شکر بھی پورا ادا نہیں ہو سکتا تیرے احسانات اور انعامات بے شمار ہیں۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ ﴿٣٥﴾
رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ ۖ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي ۖ وَمَنْ عَصَانِي
فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٦﴾

ابراہیم کی یہ دعا بھی یاد ہے؟ کہ اے میرے پروردگار اس شہر کو امن والا بنا دے اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے پناہ دے ○ میرے پالنے والے اللہ انہوں نے بہت سے لوگوں کو راہ سے بھٹکا رکھا ہے میری تابعداری کرنے والا میرا ہے اور

[1] [صحیح: صحیح بخاری: کتاب الاطعمه: باب ما یقول اذا فرغ من طعامه (٥٤٥٩)]

[2] [ضعیف: مسند بزار (٣٤٤٤) مجمع الزوائد (١٨٤٣٤)] اس کی سند میں صالح مری راوی ضعیف اور داؤد بن محبر متروک ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

حرمت والا شہر، مکہ مکرمہ: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ حرمت والا شہر مکہ ابتدا میں اللہ کی توحید پر ہی بنایا گیا تھا۔ اس کے اول بانی خلیل اللہ علیہ السلام اللہ کے سوا اوروں کی عبادت کرنے والوں سے بری تھے۔ انہی نے اس شہر کے باامن ہونے کی دعا کی تھی۔ جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ سب سے پہلا بابرکت اور باہدایت اللہ کا گھر مکے شریف کا ہی ہے' جس میں بہت سی واضح نشانیوں کے علاوہ مقام ابراہیم بھی ہے۔ اس شہر میں جو پہنچ گیا' امن و امان میں آ گیا۔ (۱) اس شہر کو بنانے کے بعد خلیل اللہ علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ اس شہر کو پرامن بنا۔ اسی لئے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل واسحاق جیسے بچے عطا فرمائے۔ (۲) حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پیتا اس کی والدہ کے ساتھ لے کر یہاں آئے تھے تب بھی آپ نے اس شہر کے باامن ہونے کی دعا کی تھی لیکن اس وقت کے الفاظ یہ تھے ﴿رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا﴾ (۳) پس اس دعا میں بلد پر لام ہے' اس لئے کہ یہ دعا شہر کی آبادی سے پہلے کی ہے اور اب چونکہ شہر بس چکا تھا۔ بلد کو معرف باللام لائے۔ سورۂ بقرہ میں ہم ان چیزوں کو وضاحت وتفصیل کے ساتھ ذکر کر آئے ہیں۔ پھر دوسری دعا میں اپنی اولاد کو بھی شریک کیا۔ انسان کو لازم ہے کہ اپنی دعاؤں میں اپنے ماں باپ کو اور اولاد کو بھی شامل رکھے۔ پھر آپ نے بتوں کی گمراہی' ان کا فتنہ اکثر لوگوں کا بہک جانا بیان فرما کر ان سے اپنی بےزاری کا اظہار کیا اور انہیں اللہ کے حوالے کیا کہ وہ چاہے بخشے' چاہے سزا دے' جیسے روح اللہ علیہ السلام بروز قیامت کہیں گے اگر تو انہیں عذاب کرے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخش دے تو تو عزیز وحکیم ہے۔ یہ یاد رہے کہ اس میں صرف اللہ کی مشیت اور اس کے ارادے کی طرف لوٹنا ہے نہ کہ اس کے واقع ہونے کو جائز سمجھنا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خلیل اللہ کا یہ قول اور حضرت روح اللہ کا قول ﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ﴾ (۴) الخ' کی تلاوت کر کے رو رو کر اپنی امت کو یاد کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ جا کر دریافت کرو کہ کیوں رو رہے ہو؟ آپ نے سبب بیان کیا حکم ہوا کہ جاؤ اور کہہ دو کہ آپ کو ہم آپ کی امت کے بارے میں خوش کر دیں گے ناراض نہ کریں گے۔ (۵)

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ
رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ
الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝

اے ہمارے پروردگار میں نے اپنی کچھ اولاد اس بےکھیتی کے جنگل میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسائی ہے اے ہمارے پروردگار یہ اس لئے کہ وہ نماز قائم رکھیں پس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں پھلوں کی

(۱) آل عمران: ۹۶، ۹۷] (۲) [ابراهيم: ۳۹]
(۳) [البقره: ۱۲۶] (۴) [سورة المائدة: آيت ۱۱۸]
(۵) [صحيح: صحيح مسلم: كتاب الايمان: باب دعاء النبى لامتيه وبكائه شفقة عليهم (۲۰۲)]

ابراہیم علیہ السلام کی دوسری دعا: یہ دوسری دعا ہے پہلی دعا اس شہر کے آباد ہونے سے پہلے جب آپ حضرت اسماعیل کو مع ان کی والدہ صاحبہ کے یہاں چھوڑ کر گئے تھے۔ تب کی تھی اور یہ دعا اس شہر کے آباد ہو جانے کے بعد اسی لئے یہاں ﴿بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ﴾ کا لفظ لائے اور نماز کے قائم کرنے کا بھی ذکر فرمایا۔ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ متعلق ہے لفظ ((المحرم)) کے ساتھ یعنی اسے باحرمت اس لئے بنایا ہے کہ یہاں والے باطمینان یہاں نماز ادا کرسکیں۔ یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آپ نے فرمایا کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف جھکا دے' اگر سب لوگوں کے دلوں میں ان کی طرف جھکانے کی دعا ہوتی تو فارس و روم' یہود و نصاریٰ غرض تمام دنیا کے لوگ یہاں الٹ پڑتے۔ آپ نے صرف مسلمانوں کیلئے یہ دعا کی۔ اور دعا کرتے ہیں کہ انہیں پھل بھی عنایت فرما۔ یہ زمین زراعت کے قابل بھی نہیں اور دعا ہو رہی ہے پھلوں کی روزی کی اللہ تعالیٰ نے یہ دعا بھی قبول فرمائی جیسے ارشاد ہے ﴿أَوَلَمْ نُمَكِّن لَّهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّن لَّدُنَّا﴾ [1] یعنی کیا ہم نے انہیں حرمت و امن والی ایسی جگہ عنایت نہیں فرمائی؟ جہاں ہر چیز کے پھل ان کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں جو خاص ہمارے پاس کی روزی ہے۔ پس یہ اللہ کا خاص لطف و کرم' عنایت و رحم ہے کہ شہر کی پیداوار کچھ بھی نہیں اور پھل ہر قسم کے وہاں موجود' چاروں طرف سے وہاں چلے آئیں۔ یہ ہے حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی دعا کی قبولیت۔

رَبَّنَآ إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِى وَمَا نُعْلِنُ ۗ وَمَا يَخْفَىٰ عَلَى ٱللَّهِ مِن شَىْءٍ فِى ٱلْأَرْضِ
وَلَا فِى ٱلسَّمَآءِ ﴿٣٨﴾ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ ٱلَّذِى وَهَبَ لِى عَلَى ٱلْكِبَرِ إِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ ۚ إِنَّ
رَبِّى لَسَمِيعُ ٱلدُّعَآءِ ﴿٣٩﴾ رَبِّ ٱجْعَلْنِى مُقِيمَ ٱلصَّلَوٰةِ وَمِن ذُرِّيَّتِى ۚ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ
دُعَآءِ ﴿٤٠﴾ رَبَّنَا ٱغْفِرْ لِى وَلِوَٰلِدَىَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ ٱلْحِسَابُ ﴿٤١﴾ ع ۱۸

اے ہمارے پروردگار تو تو خوب جانتا ہے جو ہم چھپائیں اور جو ظاہر کریں' زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ پر پوشیدہ نہیں ○ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اس بڑھاپے میں اسماعیل' اسحاق عطا فرمائے' کچھ شک نہیں کہ میرا پالنہار اللہ دعاؤں کا سننے والا ہے ○ اے میرے پالنے والے مجھے نماز کا پابند رکھ اور میری اولاد سے بھی اے ہمارے رب میری دعا قبول فرما ○ اے ہمارے پروردگار مجھے بخش دے میرے ماں باپ کو بھی بخش اور دیگر مومنوں کو بھی بخش جس دن حساب ہونے لگے ○

ابراہیم علیہ السلام کی مناجات: خلیل الرحمٰن علیہ السلام اپنی مناجات میں فرماتے ہیں کہ اے اللہ! تو میرے ارادے اور میرے مقصود سے زیادہ جانتا ہے میری چاہت ہے کہ یہاں کے رہنے والے تیری رضامندی اور فقط تیری طرف راغب رہیں۔ ظاہر و باطن تجھ پر روشن ہے زمین و آسمان کی ہر چیز کا حال تجھ پر کھلا ہے۔ تیرا احسان ہے کہ اس

[1] [سورۃ القصص: آیت ۵۷]

پورے بڑھاپے میں تو نے میرے ہاں اولاد عطا فرمائی اور ایک پر ایک بچہ دیا۔ اسماعیل بھی، اسحاق بھی۔ تو دعاؤں کا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے میں نے مانگا تو نے دیا پس تیرا شکر ہے۔ اے اللہ مجھے نمازوں کا پابند بنا اور میری اولاد میں بھی یہ سلسلہ قائم رکھ۔ میری تمام دعائیں قبول فرما۔ ((وَلِـــوَالِـــدَیَّ)) کی قراءت بعض نے تو ((وَلِـــوَالِـــدِی)) بھی کی ہے یہ بھی یاد رہے کہ یہ دعا اس سے پہلے کی ہے کہ آپ کو اللہ کی طرف سے معلوم ہو جائے کہ آپ کا والد اللہ کی دشمنی پر ہی مرا ہے۔ جب یہ ظاہر ہو گیا تو آپ اپنے والد سے بے زار ہو گئے۔ پس یہاں آپ اپنے ماں باپ کی اور تمام مومنوں کی خطاؤں کی معافی اللہ سے چاہتے ہیں کہ اعمال کے حساب اور بدلے کے دن قصور معاف ہوں۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ڛ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ
الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَاۗءٌ ﴿۴۳﴾

ناانصافوں کے اعمال سے اللہ کو غافل نہ سمجھ وہ تو انہیں اس دن تک مہلت دیئے ہوئے ہے جس دن آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی ○ اپنے سر اوپر اٹھائے دوڑ بھاگ رہے ہوں گے خود اپنی طرف بھی ان کی نگاہیں نہ لوٹیں گی اور ان کے دل اڑے اور گرے ہوئے خالی ہوں گے ○

قیامت کی ہولناکی: کوئی یہ نہ سمجھے کہ برائی کرنے والوں کا اللہ کو علم ہی نہیں اس لئے یہ دنیا میں پھل پھول رہے ہیں، نہیں اللہ ایک ایک کے ایک ایک گھڑی کے برابر برے بھلے اعمال سے بخوبی واقف ہے یہ ڈھیل خود اسکی دی ہوئی ہے کہ یا تو اس میں واپس ہو جائے یا پھر گناہوں میں بڑھ جائے یہاں تک کہ قیامت کا دن آ جائے۔ جس دن کی ہولناکیاں آنکھیں پتھرا دیں گی دیدے چڑھا دیں گی، سر اٹھائے پکارنے والے کی آواز کی طرف دوڑے چلے جائیں گے، کہیں ادھر ادھر نہ ہوں گے۔ سب کے سب پورے اطاعت گزار بن جائیں گے، دوڑے بھاگے حضور کی حاضری کیلئے بے تابانہ آئیں گے، آنکھیں نیچے کو نہ جھکیں گی، گھبراہٹ اور فکر کے مارے پلک سے پلک نہ جھپکے گی۔ دلوں کا یہ حال ہو گا کہ گویا اڑے جاتے ہیں، خالی پڑے ہیں، خوف کے سوا کوئی چیز نہیں۔ وہ حلقوم تک پہنچے ہوئے ہیں، اپنی جگہ سے ہٹے ہوئے ہیں، دہشت سے خراب ہو رہے ہیں۔

وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ
قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۭ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ
زَوَالٍ ﴿۴۴﴾ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ
وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ۭ وَاِنْ كَانَ
مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾

لوگوں کو اس دن سے ہوشیار کر دے جب کہ ان کے پاس عذاب آ جائے اور ظالم کہنے لگیں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں بہت تھوڑے قریب کے وقت تک کی ہی مہلت دے کہ ہم تیری تبلیغ مان لیں اور تیرے پیغمبروں کی تابعداری میں لگ جائیں کیا تم اس سے پہلے بھی قسمیں نہیں کھا رہے تھے؟ کہ تمہارے لئے زوال ہی نہیں ○ اور کیا تم ان لوگوں کے گھروں میں رہتے سہتے نہ تھے جو اپنی جانوں پر ہی ظلم کرتے تھے اور کیا تم پر وہ معاملہ کھلا نہیں کہ ہم نے انکے ساتھ کیسا کچھ کیا ہم نے تو تمہارے سمجھانے کو بہت ہی مثالیں بیان کر دی تھیں ○ یہ چالیں چل رہے ہیں اور اللہ کو انکی تمام چالوں کا علم ہے یہ تو ناممکن ہے کہ انکی چالیں ایسی ہوں کہ ان سے پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں ○

عذب دیکھنے پر کفار کی حالت: ظالم اور ناانصاف لوگ اللہ کا عذاب دیکھ کر تمنائیں کرتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں کہ ہمیں ذرا سی مہلت مل جائے کہ ہم فرماں برداری کر لیں اور پیغمبروں کی اطاعت بھی کر لیں۔ اور آیت میں ہے کہ موت کو دیکھ کر کہتے ہیں ﴿رَبِّ ارْجِعُوْنِ﴾ [1] اے اللہ اب واپس لوٹا دے الخ یہی مضمون آیت ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ﴾ [2] الخ، میں ہے یعنی اے مسلمانو! تمہیں تمہارے مال و اولاد یاد الٰہی سے غافل نہ کر دیں۔ ایسا کرنے والے لوگ ظاہری خسارے میں ہیں۔ ہمارا دیا ہوا ہماری راہ میں دیتے رہو ایسا نہ ہو کہ موت کے وقت آرزو کرنے لگو کہ مجھے ذرا سی دیر کی مہلت مل جائے تو میں خیرات ہی کر لوں اور نیک لوگوں میں مل جاؤں۔ یاد رکھو اجل آنے کے بعد کسی کو مہلت نہیں ملتی اور اللہ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔ محشر میں بھی ان کا یہی حال ہوگا۔ چنانچہ سورۂ سجدہ کی آیت ﴿وَلَوْ تَرٰۤی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ [3] الخ، میں ہے کہ کاش کہ تم گنہگاروں کو دیکھتے کہ وہ اپنے پروردگار کے روبرو سر جھکائے کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا تو ہمیں ایک بار دنیا میں پھر بھیج دے کہ ہم یقین والے ہو کر نیک اعمال کر لیں۔ یہی بیان آیت ﴿وَلَوْ تَرٰۤی اِذْ وُقِفُوْا عَلَی النَّارِ﴾ [4] الخ، اور آیت ﴿وَهُمْ یَصْطَرِخُوْنَ فِیْهَا﴾ [5] الخ، وغیرہ میں بھی ہے۔ یہاں انہیں جواب ملتا ہے کہ تم تو اس سے پہلے قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ تمہاری نعمتوں کو زوال ہی نہیں قیامت کوئی چیز ہی نہیں مر کر اٹھنا ہی نہیں اب اس کا مزہ چکھو۔ یہ کہا کرتے تھے اور خوب مضبوط قسمیں کھا کھا کر دوسروں کو بھی یقین دلاتے تھے کہ مردوں کو اللہ دوبارہ زندہ نہ کرے گا۔ [6]

پھر فرماتا ہے کہ تم دیکھ چکے سن چکے کہ تم سے پہلے کے تم جیسوں کے ساتھ ہم نے کیا کیا؟ ان کی مثالیں ہم تم سے بیان بھی کر چکے کہ ہمارے عذابوں نے کیسے انہیں غارت کر دیا؟ باوجود اس کے تم ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے اور چوکنا نہیں ہوتے۔ یہ گو کتنے ہی چالاک ہوں لیکن ظاہر ہے کہ اللہ کے سامنے کسی کی چالاکی نہیں چلتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جس نے جھگڑا کیا تھا اس نے دو بچے گدھ کے پالے جب وہ بڑے ہو گئے۔ جوانی کو پہنچے طاقت قوت والے ہو گئے تو ایک چھوٹی سی چوکی کے ایک پائے سے ایک کو باندھ دیا دوسرے سے دوسرے کو باندھ

---

[1] [المومنون: ۹۹، ۱۰۰]
[2] [المنافقون: ۹، ۱۰]
[3] [السجدۃ : ۱۲]
[4] [سورۃ الانعام: آیت ۲۷]
[5] [سورۃ فاطر: آیت ۳۷]
[6] [سورۃ النحل: آیت ۳۸]

دیا انہیں کھانے کو کچھ نہ دیا خود اپنے ایک ساتھی سمیت اس چوکی پر بیٹھ گیا اور ایک لکڑی کے سرے پر گوشت باندھ کر اسے اوپر کو اٹھایا بھوکے گدھ وہ کھانے کیلئے اوپر کو اڑے اور اپنے اوپر سے چوکی کو بھی لے اڑے اب جب کہ یہ اتنی بلندی پر پہنچ گئے کہ ہر چیز انہیں مکھی کی طرح نظر آنے لگی تو اس نے لکڑی جھکا دی اب گوشت نیچے دکھائی دینے لگا اس لئے جانوروں نے پر سمیٹ کر گوشت لینے کیلئے نیچے اترنا شروع کیا اور تخت بھی نیچا ہونے لگا یہاں تک کہ زمین تک پہنچ گیا پس یہ ہیں وہ مکاریاں جن سے پہاڑوں کا زوال بھی ممکن سا ہو جائے عبداللہ کی قراءت میں ((كَادَ مَكْرُهُمْ)) ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قراءت بھی یہی ہے یہ قصہ نمرود کا ہے جو کنعان کا بادشاہ تھا اس نے اس حیلے سے آسمان کا قبضہ چاہا تھا اس کے بعد قبطیوں کے بادشاہ فرعون کو بھی یہی خبط سمایا تھا بڑا بلند منارہ تعمیر کرایا تھا لیکن دونوں کی ناتوانی ضعیفی اور عاجزی ظاہر ہوگئی۔ اور ذلت وخواری پستی وتنزل کے ساتھ حقیر وذلیل ہوئے۔ کہتے ہیں کہ بخت نصر اس حلیہ سے اپنے تخت کو بہت اونچا لے گیا یہاں تک کہ زمین اور زمین والے اس کی نظروں سے غائب ہو گئے تو اسے ایک قدرتی آواز آئی کہ اے سرکش طاغی کیا ارادہ ہے؟ یہ ڈر گیا ذرا سی دیر بعد پھر اسے یہی غیبی ندا سنائی دی اب تو اس کا پِتّہ پانی ہو گیا اور جلدی سے نیزہ جھکا کر اترنا شروع کر دیا۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ کی قراءت میں ((لِتَزُوْلُ)) ہے بدلے میں ((لِتَزُوْلَ)) کے ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کو نافیہ مانتے ہیں یعنی ان کے مکر پہاڑوں کو زائل نہیں کر سکتے۔ حسن بصری بھی یہی کہتے ہیں۔ ابن جریر رحمہ اللہ اس کی توجیہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ ان کا شرک وکفر پہاڑوں وغیرہ کو ہٹا نہیں سکتا کوئی ضرر دے نہیں سکتا صرف اس کا وبال انہی کی جانوں پر ہے۔ میں کہتا ہوں اسی کے مشابہ یہ فرمان الٰہی بھی ہے۔ ﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا﴾ [1] زمین پر اکڑ فوں سے نہ چل نہ تو زمین کو چیر سکتا ہے نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتا ہے۔ دوسرا قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ ہے کہ ان کا شرک پہاڑوں کو زائل کر دینے والا ہے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ﴾ [2] اس سے تو آسمانوں کا پھٹ جانا ممکن ہے۔ ضحاک وقتادہ کا بھی یہی قول ہے۔

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝ يَوْمَ تُبَدَّلُ
الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝

تو ہرگز یہ خیال بھی نہ کرنا کہ اللہ اپنے نبیوں سے وعدہ خلافی کرے اللہ بڑا ہی غالب اور بدلہ لینے والا ہے۔ جس دن زمین اس زمین کے سوا اور ہی بدل دی جائے گی اور آسمان بھی اور سب اللہ واحد غلبے والے کے روبرو ہوں گے۔

انبیاء علیہم السلام سے اللہ کا نصرت کا وعدہ: اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کو مقرر اور موکد کر رہا ہے کہ دنیا آخرت میں جو اس نے اپنے رسولوں کی مدد کا وعدہ کیا ہے وہ کبھی اس کے خلاف کرنے والا نہیں۔ اس پر کوئی اور غالب نہیں وہ سب پر

[1] [سورۃ الاسراء: آیت ۳۷]

[2] [سورۃ مریم: آیت ۹۰، ۹۱]

غالب ہے اس کے ارادے سے مراد جدا نہیں اس کا چاہا ہو کر ہی رہتا ہے۔ وہ کافروں سے ان کے کفر کا بدلہ ضرور لے گا قیامت کے دن اس پر حسرت و مایوسی طاری ہو گی۔ اس دن زمین ہو گی لیکن اس کے سوا اور ہو گی اسی طرح آسمان بھی بدل دیئے جائیں گے۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ایسی سفید صاف زمین پر حشر کئے جائیں گے جیسے میدے کی سفید ٹکیہ ہو جس پر کوئی نشان اور اونچ نیچ نہ ہو گی۔ (1) مسند احمد میں ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں سب سے پہلے میں نے ہی اس آیت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تھا کہ اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا پل صراط پر۔ (2) اور روایت میں ہے کہ آپ نے یہ فرمایا کہ تم نے وہ بات پوچھی کہ میری امت میں سے کسی اور نے یہ بات مجھ سے نہیں پوچھی۔ (3) اور روایت میں ہے کہ یہی سوال مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کا آیت ﴿وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ﴾ (4) الخ' کے متعلق تھا اور آپ نے یہی جواب دیا تھا۔ (5) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا ایک یہودی عالم آیا اور اس نے آپ کا نام لے کر سلام علیک کہا میں نے اسے ایسے زور سے دھکا دیا کہ قریب تھا کہ گر پڑے اس نے مجھ سے کہا کہ تو نے مجھے کیوں دھکا دیا؟ میں نے کہا بے ادب یا رسول اللہ نہیں کہتا؟ اور آپ کا نام لیتا ہے اس نے کہا ہم تو جو نام ان کا ان کے گھرانے کے لوگوں نے رکھا ہے اسی نام سے پکاریں گے آپ نے فرمایا میرے خاندان نے میرا نام محمد ہی رکھا ہے۔ یہودی نے کہا سنئے میں آپ سے بات دریافت کرنے آیا ہوں آپ نے فرمایا پھر میرا جواب تجھے کوئی نفع بھی دے گا؟ اس نے کہا سن تو لوں گا آپ کے ہاتھ میں جو تنکا تھا اسے آپ نے زمین پر پھراتے ہوئے فرمایا کہ اچھا دریافت کر لو اس نے کہا جب زمین و آسمان بدلے جائیں گے اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟ فرمایا پل صراط کے پاس اندھیروں میں اس نے کہا سب سے پہلے پل صراط سے پار کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا مہاجرین فقراء اس نے پوچھا انہیں سب سے پہلے تحفہ کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا مچھلی کی کلیجی کی زیادتی۔ اس نے پوچھا اس کے بعد انہیں کیا غذا ملے گی۔؟ فرمایا جنتی بیل ذبح کیا جائے گا جو جنت کے اطراف میں چرتا چگتا رہا تھا۔ اس نے

---

(1) [صحیح : صحیح بخاری : کتاب الرقاق : باب یقبض اللہ الارض یوم القیامۃ (٦٥٢١) صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب البعث و النشور (٢٧٩٠)]

(2) [صحیح : صحیح مسلم : کتاب صفات المنافقین : باب فی البعث والنشور (٢٧٩١) ابن ماجہ : کتاب الزھد : باب ذکر البعث (٤٢٧٩) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب و من سورۃ ابراھیم (٣١٢١) مسند احمد (٦/٣٥)]

(3) [ضعیف و منقطع : تفسیر ابن جریر الطبری (٢٠٩٧٢)]

(4) [سورۃ الزمر: آیت ٦٧]

(5) [صحیح : مسند احمد (٦/١١٦، ١١٧) نسائی فی الکبری (٦/١١٤٥٣) ترمذی : کتاب تفسیر القرآن : باب و من سورۃ الزمر (٣٢٤١)] امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ اسے صحیح کہتے ہیں۔ شیخ البانیؒ بھی اسے صحیح کہتے ہیں۔ [صحیح ترمذی] شیخ عبدالرزاق مہدی، شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد، شیخ حسن عباس اور مولانا مبشر احمد ربانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

پوچھا پھر پینے کو کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا جنتی نہر سلسبیل کا پانی۔ یہودی نے کہا آپ کے سب جواب برحق ہیں۔ اچھا اب میں ایک بات اور پوچھتا ہوں جسے یا تو نبی جانتا ہے یا دنیا کے اور دو ایک آدمی آپ نے فرمایا کیا میرا جواب تجھے کچھ فائدہ دے گا؟ اس نے کہا سن تو لوں گا۔ بچے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا مرد کا خاص پانی سفید رنگ کا ہوتا ہے اور عورت کا خاص پانی زرد رنگ کا۔ جب یہ دونوں جمع ہوتے ہیں تو اگر مرد کا پانی غالب آ جائے تو بحکم الٰہی لڑکا ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد پر غالب آ جائے تو اللہ کے حکم سے لڑکی ہوتی ہے۔ یہودی نے کہا بے شک آپ سچے ہیں اور یقیناً آپ اللہ کے پیغمبر ہیں۔ پھر وہ واپس چلا گیا۔ اس وقت حضور ﷺ نے مجھے جواب سکھا دیا [1] (مسند احمد) ابن جریر طبری میں ہے کہ یہودی عالم کے پہلے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا اس وقت مخلوق اللہ کی مہمانی میں ہوگی پس اس کے پاس کی چیز ان سے عاجز نہ ہوگی۔ [2] عمرو بن میمون رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ زمین بدل دی جائے گی اور زمین سفید میدے کی ٹکیہ جیسی ہوگی جس میں نہ خون بہا ہوا ہوگا جس پر نہ کوئی خطا ہوئی ہوگی آنکھیں تیز ہوں گی داعی کی آواز کانوں میں ہوگی سب ننگے پاؤں ننگے بدن کھڑے ہوئے ہوں گے یہاں تک کہ پسینہ مثل لگام کے ہو جائے گا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ایک مرفوع روایت میں ہے کہ سفید رنگ کی وہ زمین ہوگی جس پر نہ خون کا قطرہ گرا ہوگا نہ اس پر کسی گناہ کا عمل ہوا ہوگا۔ [3] اسے مرفوع کرنے والا ایک ہی راوی ہے یعنی جریر بن ایوب اور وہ قوی نہیں۔ ابن جریر میں ہے کہ حضور ﷺ نے یہودیوں کے پاس اپنا آدمی بھیجا پھر صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا جانتے ہو میں نے آدمی کیوں بھیجا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ ہی کو علم ہے اور اس کے رسول کو آپ نے فرمایا آیت ﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ﴾ الخ' کے بارے میں۔ یاد رکھو وہ اس دن چاندی کی طرح سفید ہوگی۔ جب وہ لوگ آئے آپ نے ان سے پوچھا انہوں نے کہا سفید ہوگی جیسے میدہ۔ [4] اور بھی سلف سے مروی ہے کہ چاندی کی زمین ہوگی حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آسمان سونے کا ہوگا۔ ابی فرماتے ہیں وہ باغات بنا ہوا ہوگا۔ محمد بن قیس کہتے ہیں زمین روٹی بن جائے گی کہ مومن اپنے قدموں تلے سے ہی کھالیں۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ زمین بدل کر روٹی بن جائے گی۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قیامت کے دن ساری زمین آگ بن جائے گی اس کے پیچھے جنت ہوگی جس کی نعمتیں باہر سے ہی نظر آ رہی ہوں گی کہ لوگ اپنے پسینوں میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ ابھی حساب کتاب شروع نہ ہوا ہوگا۔ انسان کا پسینہ پہلے تو قدموں میں ہی ہوگا پھر بڑھ کر ناک تک پہنچ جائے گا بوجہ اس سختی کے اور

---

[1] [صحیح : صحیح مسلم : کتاب الحیض : باب بیان صفة منی الرجل والمرأة (٣١٥)]

[2] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (٢٠٩٧٦)] اس کی سند میں ابن ابی مریم ضعیف اور اس کا شیخ مجہول ہے۔ شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس بھی اس کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔]

[3] [صحیح موقوفا : تفسیر ابن جریر الطبری (٢٤٩/١٣) بزار (١٥٦/٦) طبرانی کبیر (١٠٣٢٣) مجمع الزوائد (١١١٠٣)]

[4] [ضعیف : تفسیر ابن جریر الطبری (٢٠٩٤٧)] اس کی سند میں جابر جعفی ضعیف ہے۔]

گھبراہٹ اور خوفناک منظر کے جو اس کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ کعب رحمہ اللہ کہتے ہیں آسمان باغات بن جائیں گے سمندر آگ ہو جائیں گے زمین بدل دی جائے گی۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے سمندر کا سفر صرف غازی یا حاجی یا عمرہ کرنے والے ہی کریں۔ سمندر کے نیچے آگ ہے یا آگ کے نیچے سمندر ہے۔ [1] صور کی مشہور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زمین کو بسیط کر کے عکاظی چمڑے کی طرح کھینچے گا اس میں کوئی اونچ نیچ نظر نہ آئے گی پھر ایک ہی آواز کے ساتھ تمام مخلوق اس نئی زمین پر پھیل جائے گی پھر ارشاد ہے کہ تمام مخلوق اپنی قبروں سے نکل کر اللہ تعالیٰ واحد وقہار کے سامنے روبرو ہو جائے گی وہ اللہ جو اکیلا ہے اور ہر چیز پر غالب ہے سب کی گردنیں اس کے سامنے خم ہیں اور سب اس کے تابع فرمان ہیں۔

وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿٤٩﴾ سَرَابِيلُهُم مِّن قَطِرَانٍ
وَتَغْشَىٰ وُجُوهَهُمُ النَّارُ ﴿٥٠﴾ لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ۚ إِنَّ اللَّهَ
سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿٥١﴾

تو اس دن گنہگاروں کو دیکھے گا کہ زنجیروں میں ملے جلے ایک جگہ جکڑے ہوئے ہونگے ○ ان کے لباس گندھک کے ہونگے اور آگ ان کے چہروں پر بھی چڑھی ہوئی ہوگی ○ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ دے، بے شک اللہ تعالیٰ کو حساب لیتے کچھ دیر نہیں لگنے کی ○

نافرمانوں پر عذاب کی ایک جھلک: زمین وآسمان بدلے ہوئے ہیں، مخلوق اللہ کے سامنے کھڑی ہے، اس دن اے نبی ﷺ تم دیکھو گے کہ کفر وفساد کرنے والے گنہگار آپس میں جکڑے بندھے ہوئے ہوں گے ہر ہر قسم کے گنہگار دوسروں سے ملے جلے ہوئے ہوں گے جیسے فرمان ہے ﴿ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ ﴾ [2] ظالموں کو اور ان کے جوڑ کے لوگوں کو اکٹھا کرو اور آیت میں ہے ﴿ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ﴾ [3] جب کہ نفس کے جوڑے ملا دیئے جائیں۔ اور جگہ ارشاد ہے ﴿ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴾ [4] یعنی جب کہ جہنم کے تنگ مکان میں وہ ملے جلے ڈالے جائیں گے تو وہ موت موت پکاریں گے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے جنات کی بابت بھی ﴿ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴾ [5] کا لفظ ہے۔ ((اَصْفَاد)) کہتے ہیں قید کی زنجیروں کو۔

عمرو بن کلثوم کے شعر میں مصفد زنجیروں میں جکڑے ہوئے قیدی کے معنی میں آیا ہے۔ جو کپڑے انہیں

---

[1] [ضعيف جدا : ابوداؤد : كتاب الجهاد : باب في ركوب البحر في الغزو (٢٤٨٩) بيهقي في السنن الكبرى (٤/٣٣٤)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعيف ابوداود ، السلسلة الضعيفة (٤٧٨)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس اس کی سند کو سخت ضعیف کہتے ہیں۔]

[2] [سورة الصافات: آیت ٢٢] [3] [سورة التكوير: آيت ٧]

[4] [سورة الفرقان: آیت ١٣] [5] [سورة ص: آيت ٣٧، ٣٨]

پہنائے جائیں گے وہ گندھک کے ہوں گے جو اونٹوں کو لگایا جاتا ہے اسے آگ تیزی اور سرعت سے پکڑتی ہے یہ لفظ ((قَطِرَان)) بھی ہے ((قَطْرَانٍ)) بھی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ پگھلے ہوئے تانبے کو قطران کہتے ہیں اس سخت گرم آگ جیسے تانبے کے ان دوزخیوں کے لباس ہوں گے۔ ان کے منہ بھی آگ میں ڈھکے ہوئے ہوں گے چہروں تک آگ چڑھی ہوئی ہوگی سر سے شعلے بلند ہو رہے ہوں گے۔ منہ بگڑ گئے ہوں گے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری امت میں چار کام جاہلیت کے ہیں جو نہ ان سے چھوٹیں گے حسب پر فخر۔ نسب میں طعنہ زنی۔ ستاروں سے بارش کی طلبی۔ میت پر نوحہ۔ سنو نوحہ کرنے والی نے اگر اپنی موت سے پہلے توبہ نہ کر لی تو اسے قیامت کے دن گندھک کا کرتہ اور کھجلی کا دوپٹہ پہنایا جائے گا۔ مسلم میں بھی یہ حدیث ہے۔ [1] اور روایت میں ہے کہ وہ جنت دوزخ کے درمیان کھڑی کی جائے گی گندھک کا کرتہ ہوگا اور منہ پر آگ کھیل رہی ہوگی۔ [2]

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا۔ بروں کی برائیاں سامنے آجائیں گی۔ اللہ تعالیٰ بہت ہی جلد ساری مخلوق کے حساب سے فارغ ہو جائے گا۔ ممکن ہے یہ آیت بھی مثل آیت ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ﴾ [3] کے ہو یعنی لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ گیا لیکن پھر بھی وہ غفلت کے ساتھ منہ پھیرے ہوئے ہی ہیں۔ اور ممکن ہے کہ یہ بندے کے حساب کے وقت کا بیان ہو۔ یعنی بہت جلد حساب سے فارغ ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ تمام باتوں کا جاننے والا ہے اس پر ایک بات بھی پوشیدہ نہیں۔ جیسے ایک ویسے ہی ساری مخلوق۔ جیسے فرمان ہے ﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ﴾ [4] تم سب کی پیدائش اور مرنے کے بعد کا زندہ کر دینا مجھ پر ایسا ہی ہے جیسے ایک کو مارنا اور جلانا۔ یہی معنی مجاہد رحمہ اللہ کے قول کے ہیں کہ حساب کے احاطے میں اللہ تعالیٰ بہت جلدی کرنے والا ہے۔ ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں معنی مراد ہوں یعنی وقت حساب بھی قریب اور اللہ کو حساب میں دیر بھی نہیں۔ ادھر شروع ہوا ادھر ختم ہوا۔ واللہ اعلم

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا
الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾

ع

یہ قرآن تمام لوگوں کیلئے اطلاع نامہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے وہ ہوشیار کر دیے جائیں اور بخوبی معلوم کر لیں کہ اللہ ایک ہی معبود ہے اور تا کہ عقلمند لوگ سوچ سمجھ لیں ○

---

[1] [صحیح: صحیح مسلم: کتاب الجنائز: باب التشدید فی النیاحة (۹۳٤) مسند احمد (۳٤۲/۵)]

[2] [ضعیف: طبرانی کبیر (۷۸۱۸/۸)] شیخ مصطفیٰ السید، شیخ رشاد، شیخ عجماوی، شیخ علی احمد اور شیخ حسن عباس فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں علی بن یزید اور عبید اللہ بن زحر دونوں ضعیف ہیں۔ لیکن سابقہ حدیث اس کے لیے شاہد ہے۔]

[3] [سورة الانبیاء: ۱]

[4] [لقمان: ۲۸]

قرآن کا پیغام ساری دنیا کی طرف : ارشاد ہے کہ یہ قرآن دنیا کی طرف کھلا پیغام ہے جیسے اور آیت میں نبی ﷺ کی زبانی کہلوایا گیا ہے کہ ﴿لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ﴾ [1] یعنی تا کہ میں اس قرآن سے تمہیں بھی ہوشیار کردوں اور جسے جسے یہ پہنچے یعنی کل انسان اور تمام جنات جیسے اس سورت کے شروع میں فرمایا ہے کہ اس کتاب کو ہم نے ہی تیری طرف نازل فرمایا ہے کہ تو لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لائے الخ۔ [2] اس قرآن کریم کی غرض یہ ہے کہ لوگ ہوشیار کردیئے جائیں، ڈرائے جائیں۔

اور اس کی دلیلیں حجتیں دیکھ سن کر، پڑھ پڑھا کر تحقیق سے معلوم کرلیں کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور عقلمند لوگ نصیحت وعبرت وعظ و پند حاصل کرلیں سوچ سمجھ لیں۔

تفسیر سورۃ الحجر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ①

معبود مہربان رحم والے کے نام سے شروع

یہ ہیں کتاب الٰہی کی آیتیں اور کھلا اور روشن قرآن۔

سورتوں کے اول جو حروف مقطعہ آئے ہیں ان کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ آیت میں قرآن کی آیتوں کے واضح اور ہر شخص کی سمجھ میں آنے کے قابل ہونے کا بیان فرمایا ہے۔

الحمدللہ تیرہویں پارے کی تفسیر مکمل ہوئی۔



[1] [سورۃ الانعام: ١٩]

[2] [سورۃ ابراھیم: آیت ١]